12
صحیفۂ خمس
تالیف
سید افتخار حسین النقوی النجفی
شریکۃ الحسین
پبلی کیشنز

شریکتہ
الحسینؑ
پبلی کیشنز

شریکۃ الحسینؑ پبلی کیشنز

ھو المستعان

از قلم

سید افتخار حسین النقوی النجفی

پرنسپل: جامعہ امام خمینیؒ ماڑی انڈس میانوالی

نام کتاب .... صحیفہ شمس

تحریر .... سید افتخار حسین نقوی النجفی

سرورق .... مشتاق حسین ۔ سید راشد صغیر رضوی

کمپوزنگ .... سید علی حیدر نقوی

سعی واہتمام .... شاعر آل عمران صفدر حسین ڈوگر، سید رضا حسین نقوی،

ناشر .... شریکۃ الحسین پبلی کیشنز پکی شاہ مردان (میانوالی)

زیر نگرانی .... امام خمینیؒ کمپلیکس ماڑی انڈس (میانوالی)

سٹاکسٹ

الکریم پبلی کیشنز سمیع سنٹر 38 اردو بازار لاہور

فون 042#7122772

مکتبہ الرضا غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 042#7245166

جامعۃ السیدہ خدیجۃ الکبریٰ پکی شاہ مردان میانوالی پاکستان

فون 0459#392484#264

ای میل almahdi@fsd.paknet.com.pk

ویب سائیٹ www.al-noor.org.uk

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

بندہ حقیر پر تقصیر اپنی اس ناچیز متاع کو اس مظلومہ، محرومہ، معصومہ، حجت خدا، سیدہ نساء العالمین (صلوات اللہ علیہا) زوجہ سید المظلومین حضرت امیر المومنین (علیہ السلام)، مادر آئمہ طاہرین، شافعۂ عاصیان، ام ابیھا، امۃ اللہ الکبریٰ، حضرت سیدہ زہرا (صلوات اللہ علیہا) رضیہؑ زکیہؑ، طاہرہؑ، بتول، عذراؑ کے نام سے منسوب کر رہا ہوں جسے اپنی والدہ طاہرہؑ کی آغوش عاطفت سے لے کر اپنے بابا رحمۃ للعالمین، سرور کونین، حضرت سید المرسلین مصطفے (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے وصال تک مختلف مصائب اور مشکلات سے گذرنا پڑا جسے بچپن میں اپنے پیارے بھائی طاہر وطیب جناب قاسمؑ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اور چھوٹی عمر میں اپنی مادر گرامیؑ کے پیار سے محروم ہونا پڑا، جوانی تک کی منزلیں طے کرتے تک نہ جانے اس بی بی (صلوات اللہ علیہا) کو کتنی روحانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، ...... وہ بی بی (صلوات اللہ علیہا) جس نے اپنے بچپن میں اپنے بابا کے غموں اور تکلیفوں میں خود کو اس طرح شریک کر لیا کہ حضرت پیغمبر گرامی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو یہ اعلان کرنا پڑا جناب فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) میری بیٹی ہی نہیں بلکہ ام ابیھا (اپنے بابا کی اماں) ہیں اس نام میں ایک تاریخ بند ہے ...... وہ بی بی جس نے اپنی زندگی کی اٹھارہ بہاریں گذارنے میں اپنے رب رحمان کی اطاعت کی خاطر ہر آنیوالی مصیبت کو خندہ پیشانی اور رضایت کامل سے قبول کر کے راضیہؑ و مرضیہؑ کا لقب حاصل کیا ...... وہ بی بی جو اپنے پیارے باباؐ، اپنی امت کے لیے مہربان نبیؐ، کی رحلت کے بعد دربار خلافت میں اپنی امامت و ولایت و

وصایت کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے جانا پڑا...... یہ صحیفہ خمس اس بی بی(صلوات اللہ علیہا)
کے نام سے منسوب کر رہا ہوں کہ جس بی بی(صلوات اللہ علیہا) نے جب امت سے فدک
ومیراث کے بعد مال فئی اور خمس کا مطالبہ کیا تو آپ کو کسی جانب سے "اس دور میں" یہ
جواب سننا پڑا...... کہ اگر ہم فئی اور خمس آپ کو دے دیں تو پھر مہاجرین وانصار اور
باقی مسلمانوں کے لیے کیا بچے گا...... یہ کتاب اس معصومہ بی بی(صلوات اللہ علیہا) کے نام
سے...... جن کی ویران قبر آج بھی امت مسلمہ کی بے حسی پر ماتم کناں ہے...... اس
مظلومہ بی بی(صلوات اللہ علیہا) کے نام اس کتاب کو منسوب کر رہا ہوں کہ چودہ سو سال بعد آج
بھی وہ مظلومہ ہیں اور اس دور میں بعض لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر خمس......
الا المودة فی القربیٰ...... کے قائل کی اولاد (سادات) کے لیے قرار دے دیا گیا تو
باقی امت کے لیے کیا بچے گا............ راکھ یا خاک؟! اور یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ خمس کے
قانون سے ذات پات کی بو آتی ہے!!!

خداوند سے دعاء ہے کہ میری اس معمولی سی سعی کو جناب سیدہ زہرا(صلوات اللہ علیہا) کے حضور
ہدیہ پیش کرنے کو درجہ قبولیت عطا کرے اور وہ معصومہ بی بیؑ کہ جن کے فرزند مہدی
امم، کائنات کے واسطے امان عدالت الٰہیہ کے نفاذ کے منتظر اور جن کا ایک لقب
''غریم'' ہے کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو پوری دھرتی کو عدالت الٰہیہ کے نور سے
بھر دیں گے اور اولین وآخرین کے جتنے ظالمین ہیں اور جس رنگ وشکل میں ہیں اور
جس قوم وقبیلہ سے ان کا تعلق ہے ان سب سے اپنے اگلے پچھلے سب قرضے چکائیں
گے...... خداوندا ہمیں حضرت حجت حق امام زمانہ عج خاتم الاوصیاؑ کی حمایت کرنے
والوں اور ان کے مشن کے مبلغین سے قرار دے اور ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے

اور ہمیں امام زمانہ عج کی دعائیں نصیب فرما۔

اور اے اللہ محمد و آل محمد کا صدقہ اس سعی وکوشش کا ثواب میرے والدین اور دادا دادی کی روح کو پہنچا۔

آمین

سید افتخار حسین النقوی النجفی ولد سید منظور حسین شاہ مرحوم

۱۶ جون ۲۰۰۲ بمطابق ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۲ ہجری قمری

جامعہ السیدہ خدیجۃ الکبریٰ پکی شاہ مردان میانوالی

وجہ تالیف

جامعۃ امام خمینیؒ کے گڑھ مہاراجہ (جھنگ) سے چند طلبہ ماہ شوال ۱۴۲۲ھ کی تعطیلات گذار کر جب اپنے گھر سے واپس آئے تو وہ وہاں پر مجتہدین اور مراجع تقلید کے فتاویٰ کی تقسیم ہونے والی فوٹو اسٹیٹ کی کاپیاں اپنے ہمراہ لائے جن میں خمس کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ ''جو شخص خمس کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتا اور نہ ہی اسے ضروریات مذہب سے قرار دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے'' جواب میں کہا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے...... جو درحقیقت جناب علامہ محمد حسین ڈھکو کے خمس بارے نظریات کا جواب تھا، جو انہوں نے اپنے ماہنامہ دقائق اسلام میں ماہ جون ۱۹۹۹ کے شمارہ میں سوال و جواب کی شکل میں تحریر کیا تھا...... جب ہم نے متعلقہ شمارہ منگوایا تو اس شمارہ کے صفحہ ۲۵ پر رسالہ کے سرپرست اعلیٰ سے جو سوال دریا خان کے کسی صاحب نے خمس کے بارے میں کیا تھا مع اس جواب کے موجود پایا...... اس سوال و جواب کو دقائق اسلام میں دیکھنے کے بعد ہم نے ان مراجع تقلید کے اصل فتاویٰ، فارسی متن کے ساتھ اور ان کا اردو ترجمہ اور ساتھ ہی سابق مراجع تقلید کے اس مسئلہ کے متعلق فتاویٰ اور ان کا اردو ترجمہ لکھ کر ماہنامہ پیام زینبؑ کا خصوصی ضمیمہ ''فریضہ خمس'' کے نام سے شائع کر دیا اور ساتھ ہی جامعۃ امام خمینیؒ کے طلبہ کو خمس کے مسئلہ پر تفصیلی درس دیا اور ان کے اذہان میں اُبھرنے والے شکوک و شبہات کو سامنے رکھ کر فریضہ خمس کی اہمیت اور ادا و ضرورت پر سیر حاصل بحث کی...... جب فریضہ خمس کے نام سے شائع ہونے والا ہمارا تیار کردہ ہینڈبل دقائق اسلام کے سرپرست اعلیٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنے رسالہ کے جنوری فروری ۲۰۰۲ کے شمارے میں

''کچھ خمس کے ضروریات دین ومذہب سے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں'' کے عنوان کے تحت پانچ صفحات تحریر کئے۔ جن پر انہوں نے اپنے نظریہ کی مزید وضاحت فرمائی اور ساتھ ہی اپنے نظریہ کے مخالفین پر سخت تنقید کی...... ہم نے ان کی اس تازہ تحریر کے متن کو سامنے رکھ کر دوبارہ مدرسہ امام خمینیؒ کے طلبہ کو خمس کے موضوع پر دوسرا مفصل درس دیا...... اس عنوان پر دیئے جانے والے ہر دو...... دروس کو طلبہ نے ریکارڈ کرلیا...... بعد میں ان دروس کو بعض مومنین اور طلباء کرام کے اصرار پر ایک کتابی شکل میں تیار کرلیا گیا۔

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اور مختلف علماء کرام کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے مسئلہ خمس پر ایک مفصل کتاب بنانے کا ارادہ کیا اور اس تحریر کو فقط دقائق اسلام کی تحریر کا جواب قرار نہیں دیا۔...... الحمد للہ تائید معصوم سمجھیئے کہ اب یہ کتاب صحیفہ خمس کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے...... اس کا پہلا حصہ وجوب خمس، خمس کا ضرورت دین ہونا، خمس معصومینؑ کے فرامین کی روشنی میں اور مختلف زمانوں میں خمس کی حیثیت پر ایک تحقیقی دستاویز ہے...... جب کہ اس کا دوسرا حصہ دقائق اسلام کے سرپرست کی طرف سے خمس کے بارے اٹھائے گئے اعتراضات والزامات کے جوابات پر مشتمل ہے۔

میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ میں کوئی عالم ہوں یا محقق بلکہ میں تو بہت ہی چھوٹا سا طالبعلم ہوں...... میں نے اپنے تئیں کوشش کی ہے کہ جو کچھ خمس کے بارے میں ہمارے محقق علماء اور مراجع تقلید نے تحریر کیا ہے اسے اردو میں منتقل کردوں...... یقیناً خمس کے بارے بہت سارے پہلو تشنہ رہ گئے ہیں...... اسی طرح دقائق اسلام کے سرپرست سے نہ ہماری کوئی ذاتی دشمنی ہے اور نہ ہی ان سے کوئی بغض وعناد ہے...... انہوں نے جو کچھ

خمس کے متعلق اور سادات کے بارے تحریر کیا ہے۔ اور اسے شائع بھی کیا ہے جو دوست اور دشمن سب نے پڑھا ہے...... ان کی تحریروں کو سامنے رکھ کر جو حق اور سچ سمجھا ہے اسے تحریر کیا ہے ...... قارئین پر انصاف ہے ...... اور علماء سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب میں اگر کچھ کمی محسوس کرتے ہیں تو اس کی نشاندہی کریں گے تا کہ بعد والے ایڈیشن میں اس بات کی اصلاح کر دی جائے یا اضافہ کر دیا جائے اسی طرح قارئین کرام کے لیے جو بات مبھم ہو...... واضح نہ ہو رہی ہو، اور خمس سے متعلق کوئی مطلب تشنہ ہو تو وہ خط لکھ کر اس کی وضاحت ہم سے طلب کریں...... ہم نے کوشش کی ہے کہ کتاب میں درج شدہ مطالب بغیر ثبوت اور حوالے کے نہ ہوں ...... اگر کسی بھی حوالے کی تفصیل کسی کو درکار ہو تو اسے وہ تفصیل مہیا کر دی جائے گی۔

آخر میں خداوند سے دعاء ہے کہ وہ اس کتاب کو مومنین کے لیے نفع بخش بنائے اور یہ کتاب علماء حقہ کے وقار کو سر بلند کرنے کا ذریعہ اور ناواقفوں کے لیے معلومات حاصل کرنے کا وسیلہ قرار پائے۔ اور خمس نادہندگان کو خمس ادا کرنے کی ہمت اور قوت نصیب ہو۔

آمین

احتساب نفس

احتسابِ نفس

خطاب از علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

عزیز طلبہ! ...... ''قال رسول اللہؐ حاسبوا قبل ان تحاسبو'' یہ حدیث نبویؐ ہے اور اس موضوع پر بہت ساری حدیثیں بھی موجود ہیں جو آئمہ (علیہم السلام) نے بیان فرمائی ہیں اور قرآن مجید میں بھی اس کا تذکرہ مختلف مقامات پر آیا ہے ان سب کا مطلب یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ انسان اپنی روش کا مسلسل جائزہ لیتا رہے جس طرح اس کا مالک اُس سے چاہتا ہے کیا وہ اسی طرح زندگی گزار رہا ہے؟ یا وہ اپنی خواہشات کی رو میں بہہ جاتا ہے...... جو خواہشات کی پیروی کرتا ہے اسے سوائے ناکامی و ذلت اور رسوائی کے اور کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا...... وہ اس دنیا میں غرور اور خود پسندی کا شکار ہوتا ہے، جس وجہ سے اس کا وقار گر جاتا ہے اور آخرت میں اس کے لئے عذاب ہے...... ہم طالب علم ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنا جائزہ لیں ہم دیکھیں کہ جس مقصد کے لئے ہم مدرسہ میں آئے کیا وہ مقصد ہم حاصل کر رہے ہیں یا نہیں؟۔

میں آپ سے کئی بار یہ بات کہہ چکا ہوں اور اس بات کا تذکرہ بار بار کرتا رہا ہوں کہ طالب علمی فقط کتابوں کے پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ کتابیں پڑھنے سے انسان عالم نہیں بن جاتا۔ اور جو کچھ کتابوں سے پڑھا جاتا ہے وہ معلومات کا خزانہ تو ضرور ہے، یہ معلومات انسان حاصل کرے اچھی بات ہے لیکن اگر انسان، ایک طالب علم ان معلومات کی روشنی میں کردار نہ اپنائے تو یہ معلومات حاصل کرنا اس کو کوئی فائدہ نہیں دیں گی۔ طالب علم کے جتنے فضائل ہیں وہ اس کے عمل کے حوالے سے ہیں لہذا ضروری ہے کہ اپنی سیرت اور کردار سازی پر توجہ دیں کیونکہ اصل یہی ہے ...... اس لئے ضروری

ہے جہاں آپ کتابیں پڑھ رہے ہیں اور اِس حوالے سے ایک کورس اور نصاب بھی مقرر ہے جسے آپ مکمل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں آپ مرحلہ وار کتابیں پڑھتے ہیں جب آپ ترتیب وار کورس میں معین شدہ کتابیں پڑھ لیتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اتنا کورس مکمل کرلیا ہے اس سے آپکو خوشی ہوتی ہے...... آپ سمجھتے ہیں کہ ہم آگے بڑھ رہے ہیں ۔لیکن دیکھیں عزیزان ...... ان کتابوں کوختم کرلینا خوشی کی بات نہیں ہے اور نہ ہی اگلے درجہ میں ہونا خوشی کی بات ہے، خوشی کی بات تو تب ہوگی کہ آپ دیکھیں آپ کے عمل میں، کردار میں، گفتار میں کتنی تبدیلی آئی ہے...... آپ کو یہ جائزہ لینا ہوگا جس دن آپ مدرسہ میں داخل ہوئے تھے اس وقت کی حالت اور موجودہ حالت میں کیا تبدیلی آئی ہے اور کیا آپ اپنے کردار کے حوالے سے بہتری کی طرف جارہے ہیں؟ اگر ایسا ہوتو پھر آپ خوشی کا اظہار کریں اور اس نعمت کا شکر بھی بجالائیں اور اگر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی پچھلی زندگی سے موجودہ زندگی بدتر ہوگئی ہے یا اسی سطح پر کھڑی ہے تو پھر اپنے اندر تبدیلی لائیں اور اپنی کوتاہیوں پر استغفار کریں اور خداوند تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ آپ کو شیطان اور نفس امارہ کے شر سے بچنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) کا ارشادِ مبارک ہے کہ جس شخص کے دو دن مساوی ہوں تو وہ گھاٹے میں ہے، مومن وہ ہوتا ہے کہ جس کا ہر آنیوالا دن پہلے دن سے بہتر ہوتا ہے وہ روزانہ اپنے لئے آخرت کا زادراہ اکٹھا کررہا ہوتا ہے اسے ایک لمبا سفر طے کر کے آگے جانا ہوتا ہے لیکن اس کے لئے تیاری کا سامان یہی دنیاوی زندگی کے لمحات ہیں انسان کی بہت چھوٹی عمر ہے جس کے کل عرصہ کا اسے پتہ ہی نہیں۔ کہ وہ دس سال ہے یا بیس سال ہے اس نے ختم ہوجانا ہے اور پتہ بھی نہیں چلے گا...... لینے والا آجائے گا...... تو لہذا دیکھنا یہ ہوگا کہ ہر آنیوالا دن پہلے دن سے بہتر ہے یا بہتر نہیں ہے ایسا کب ہوسکتا

ہے؟ جب آپ اپنا جائزہ لے رہے ہوں گے روزانہ اپنا احتساب کر رہے ہوں گے اپنے روزانہ کے اچھے اور برے اعمال کا جائزہ لے رہے ہوں گے...... اگر آپ کو نہیں پتہ کہ آج سارا دن آپ نے کیا کیا ہے؟ تو پھر آپ کس طرح ترقی کر سکتے ہیں؟ ترقی تو تب ہی کرو گے جب آپ کو پتہ ہو کہ آپ کا آج کا عمل کل سے بہتر ہے...... ورنہ نقصان کے علاوہ اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔

بہر حال روایات میں آپ کے لئے راہنمائی دی جارہی ہے کہ آپ اپنا احتساب کریں قبل اس کے کہ آپ کا احتساب ہو، فرشتوں نے تو آنا ہی ہے...... فرشتے ہمارے اعمال لکھتے ہیں، ہمارے ہاں خرابی یہ ہے کہ ہمارے عمل اور قول میں تضاد ہے...... ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں، ہم جس کا اعلان کرتے ہیں ہمارا عمل اس کی تصدیق نہیں کرتا۔

علماء کی ناکامی کے اسباب

عزیزان!...... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء کرام تبلیغ کے میدان میں ناکام کیوں ہیں؟ اس لئے کہ جس بات کو وہ کہتے ہیں وہ خود نہیں کرتے۔ دوسروں کو کہیں گے نماز شب پڑھو...... لیکن خود نہیں پڑھیں گے...... دوسروں کو کہیں گے کہ تکبر نہ کرو لیکن خود تکبر کریں گے...... دوسروں سے کہیں گے خود پسندی اعمال کے ختم ہو جانے کا سبب بنتی ہے...... لیکن خود، خود پسندی کا شکار رہوں گے...... دوسروں کو کہیں گے کہ کسی کو گالی دینا بہت بڑا جرم ہے لیکن خود گالی دیں گے...... دوسروں کو کہیں گے کہ کسی پر تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے لیکن خود تہمت لگائیں گے...... جب ہمارا کردار ایسا ہو گا تو ظاہر ہے کہ معاشرہ نے تو بگڑنا ہے،

ہم خود کو عالم کہتے ہیں اور عالم ہونا تو ایک بہت بڑا مقام ہے یہ تو انبیاء اور آئمہ (علیہم السلام) کی وراثت کا مقام ہے۔ خدا کی زمین پر خداوند کی قائم مقامی کا مقام ہے۔ عالم ہوتا ہی وہ ہے کہ جس کا عمل اس کے عالم ہونے کی تصدیق کر رہا ہوتا ہے...... ہم تو عالم نما ہیں ہمارا ظاہر عالموں والا ہے...... حقیقت ہم سے دور ہے...... عزیزان حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم علماء کے پاؤں کی دھول بھی بن جائیں تو یہ بھی بہت بڑی سعادت ہوگی۔

اصل و حقیقت میں علماء تو آئمہ (علیہم السلام) ہیں ان کے علمی دستر خوان سے ہم نے انتہائی کم مقدار میں ہی حاصل کیا ہے اس علمی خوان نعمت پر حاضر ہونے کی وجہ سے ہمارے اوپر عالم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب کہ حقیقت تو کچھ اور ہی ہے...... بہر حال آپ میں سے ہر شخص کل معاشرے میں جائے گا تو وہ عالم بن کر ہی جائے گا لوگ اسے عالم کہیں گے لیکن ہم خود تو جانتے ہیں کہ ہم کتنا علم رکھتے ہیں؟ یعنی کتنی معلومات ہمارے پاس ہیں، کتنا ہم نے یاد کیا ہے اور کتنا پڑھا ہے جو کچھ پڑھا ہے اس پر کتنا عمل کیا ہے؟ اصل بات تو عمل کی ہے اگر ہم نے عمل نہیں کیا تو پھر بے عمل عالم کی مثال تو اس درخت کی ہے جس نے پھل نہیں لیا وہ تو جلانے کے کام ہی آئے گا۔ ہم میں سے اگر کوئی طالب علم توضیح المسائل پڑھ لیتا ہے اور کسی بستی میں پیش نماز بن جاتا ہے تو وہ بھی اس بستی کا عالم کہلاتا ہے...... اگر تو اسے اپنی اصلیت کا احساس ہے تو وہ اپنے اوقات میں رہے گا اور خدا نہ کرے شیطان کے دام میں پھنس جائے اور خود کو سچ مچ عالم علوم محمدؐ و آل محمدؐ سمجھ لے تو پھر بربادی کے سوا کچھ نہ ہوگا...... ہر شخص اپنے بارے خود سوچے اس بارے سوچنا ہی کامیابی کی طرف لیجانے کا سبب ہوگا......

علماء کے فضائل

عزیزان ...... علماء کے فضائل پڑھ کر ہم پھولے نہیں سماتے اور ہر فضیلت کو اپنے اوپر لاگو کر لیتے ہیں۔ طالب علموں کے جو فضائل کتابوں میں درج ہوئے ہیں ان کو پڑھ کر ہم خوش ہوتے ہیں اور سارے فضائل اپنے لئے قرار دیتے ہیں ہم نے پڑھ رکھا ہے کہ طالب علموں کے لئے دریا کی مخلوق بھی استغفار کرتی ہے بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان پر رحمت بھیجتا ہے اور خداوند سے ان کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے...... اللہ کے معصوم فرشتے طالب علموں کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں یہ سارے فضائل ہم سنکر خود کو طالب علموں کی صفوں میں شامل کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب ہمارے لئے ہیں اور علماء کے فضائل تو اس سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن سوچنے کا مقام ہے کہ کبھی ہم نے جائزہ لیا ہے کہ وہ طالب علم جن کے لئے یہ سارے فضائل ہیں کیا وہ ہم ہیں؟ اگر نہیں ......تو پھر کیا ہم نے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دی ہے؟

بھئی جس طرح کتابیں پڑھنے کے حوالے سے ایک نصاب مقرر ہے اسی طرح روحانی نصاب بھی ہے جب تک آپ اپنے اندر کو صاف نہیں کریں گے ...... جب کہ اندر کا شیطان انتہائی خطرناک ہے اسے کنڑول کرنا ہوگا اس کے ساتھ ساتھ باہر کا شیطان بھی موجود ہے اور شیطان کے چیلے چانٹے انسانوں اور جنات کی شکل میں جو آپ کو نظر نہیں آتے وہ بھی تو ہمارے اردگرد موجود ہیں، انسانوں کی شکل میں وہ آپ کے دوست بن کر آئیں گے اور آپکو راہ خدا سے بھٹکائیں گے......تو اس کا علاج تو آپ ہی کو کرنا ہے۔ ہر شخص اپنی بیماری کو دور کرنے کا خود ذمہ دار ہے۔

شیطان سے مقابلہ کا اسلحہ

اس کے مقابلہ کا اسلحہ عبادت ہے، اس کی نابودی کا اسلحہ اطاعت خدا ہے ایک دو دنوں میں تو آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے شکست دے سکتے ہو بلکہ آپ کو مسلسل چوکنا رہنا ہوگا کیونکہ آپ کا دشمن تو ہر وقت موجود ہے۔ اور ہر جگہ ہے وہ آپ کی تباہی کے درپے ہے جب آپ کا آخری وقت ہوگا دشمن اس وقت بھی آپ کو نہیں چھوڑے گا۔ جب موت کا فرشتہ آپ کی روح قبض کرنے آئے گا تو اس وقت بھی یہ دشمن آپ کے سر پر کھڑا ہوگا۔ اور کوشش کرے گا کہ آپ کی زبان سے کوئی کلمہ کفر نکل جائے ...... تاکہ کافر ہو کر مرو۔ وہاں پر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا اس لئے حکم ہے جو لوگ مرنے والے کے پاس بیٹھے ہوں تو وہ مرنے والے کو کلمہ پڑھائیں۔ تشہد پڑھائیں۔ آئمہ (علیہم السلام) کے نام اسے یاد دلائیں۔ قرآن کریم اسے پڑھائیں یا خود قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیں۔ تاکہ شیطان ابلیس اپنا کام نہ کر جائے۔

معنوی ترقی کا ہونا اس ظاہری ترقی کے ساتھ ساتھ انتہائی ضروری ہے جہاں پر آپ نصاب کی کتابیں پڑھ کر ظاہری ترقی کر رہے ہیں آپ علمی ترقی کر رہے ہیں۔ آپ علمی میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں آپ کو دیکھنا ہوگا کہ اس علم کو حاصل کرنے کا آپ کے کردار پر کتنا اثر ہو رہا ہے اور معنوی طور پر آپ کتنے آگے بڑھے ہیں اور اگر معنوی ترقی نہیں ہوگی تو پھر آپ کی یہ زندگی بے کار رہے۔ اور آپ سخت خسارے میں ہیں۔ تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔

معنوی ترقی اور احتساب کا حکم

آئمہ (علیہم السلام) فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا احتساب نہیں کرتا ...... جو شخص روزانہ اپنا جائزہ نہیں لیتا یعنی روزانہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے پاس آخرت کے لئے کتنا سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے؟ تو وہ شخص نقصان میں ہے ہر شخص نے اپنا حساب کیا ہوا ہے کہ کتنا سرمایہ اس نے آگے بھیجا ہے، آج اگر مجھے موت آجائے تو میں نے کتنا سامان تیار کیا ہے؟ میرے پاس کتنا زادِ سفر موجود ہے؟ جو مجھے قبر میں سکون دے گا۔ مجھے اس کا جائزہ لینا چاہیے۔

اگر مال امام علیہ السلام بھی کھائیں اور امام علیہ السلام کے مدرسہ میں بھی ہوں اور عوام کے لئے ہم نے مستقبل میں ہادی و راہنما بھی کہلانا ہے لیکن ہمارا اپنا کردار اور عمل صفر ہو اگر ہمارے عمل کی یہ صورت حال ہو تو ہمیں اپنے بارے میں سوچنا چاہیے۔ کہ ہمارا کیا بنے گا؟

معنوی ترقی کے چند اعمال

اس کے لئے آپ کو بار بار تذکر دلا چکا ہوں۔

- ...... دائم الوضو رہا کرو۔ یہ عمل آپ کو اندرونی شیطان سے بچانے کا مددگار بنتا ہے...... اور بیرونی شیاطین سے بچائے گا۔
- ...... روزانہ صبح اُٹھ کر اللہ کی یاد بجالائیں خود کو اللہ کی پناہ میں دیں۔
- ...... صبح سویرے تمام آئمہ (علیہم السلام) کا نام لے کر ان پر صلواۃ اور سلام بھیجنا،
- ...... قرآن کی تلاوت کرنا۔
- ...... مخصوص دعائیں پڑھنا۔
- ...... یہ سب کام اندرونی اور بیرونی شیاطین سے مقابلہ کرنے کا ہتھیار رہیں۔

✿ ...... اسی طرح نماز تہجد پڑھنا انسان کی معنوی ترقی کا سبب بنتا ہے، انسان کا حافظہ تیز ہو جاتا ہے، انسان کے اندر ایک حوصلہ وجذبہ اور ہمت وقوت ایجاد ہو جاتی ہے۔

✿ ...... اسی طرح ہر ماہ میں کچھ روزے بھی رکھنا چاہییں۔ اس سے انسان کا اندر صاف ہوتا ہے،

✿ ...... رات کو سونے سے پہلے زیارت عاشورہ پڑھنا،

✿ ...... قرآن پڑھنا (بالخصوص سورہ واقعہ، سورہ مزمل۔ سورہ حشر) صبح کو سورہ یٰسین پڑھ کر امام زمانہ (عج) کی خدمت میں ھدیہ پیش کر دینا......

✿ ...... نماز کے بعد...... تعقیبات پڑھنا...... یہ سب انسان کی روحانی حالت کو بہتر بناتے ہیں۔

امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) سے رابطہ

زیارت آل یٰسین پڑھنا...... یعنی اس امام (علیہ السلام) کی خدمت میں سلام عقیدت پیش کرنا جس امام (علیہ السلام) کی ہم رعیت ہیں اور جن کی وجہ سے یہ کائنات برقرار ہے اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیض پہنچانے کا واسطہ ہیں اور جن کا ہم مال کھا رہے ہیں اور جنہوں نے آکر پوری انسانیت کو ظلم اور ستم سے نجات دلانی ہے، جن کی انتظار سارے انبیاء (علیہم السلام) کو تھی، ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی اور جن کی انتظار گیارہ آئمہ (علیہم السلام) کو تھی، کربلا والوں کو تھی، جن کی آمد سے کربلا کا مقصد پورا ہوگا، جن کی آمد سے انبیاء (علیہم السلام) کا ہدف پورا ہوگا، جن کی آمد سے اسلام کو عملی غلبہ نصیب ہوگا...... ذرا غور کریں اور سوچیں کہ ان سے ہمارا رابطہ کیوں نہ ہو۔؟ وہ اس دنیا میں موجود ہیں؟ ان سے ہمارا رابطہ ہونا چاہیئے اور رابطہ کا ذریعہ یہی کلمات ہیں، یہی زیارتیں ہیں جو آئمہ (علیہم السلام) کی تعلیم کردہ ہیں۔ روزانہ صبح سویرے باقاعدگی سے یہ سب اعمال

انجام دیے جائیں اسی طرح معروف دعائے عہد بھی روزانہ پڑھی جائے۔ اس کے علاوہ امام زمانہ(عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے متعلق جو اورزیارات اوردعائیں ہیں ان کو بھی پڑھیں البتہ خالی پڑھ لینا کافی نہیں ان کے معانی پر بھی توجہ ہو اور خود کو اپنے زمانہ کے امام(علیہ السلام) کے سپرد کریں اور ان سے ہروقت متصل رہیں تاکہ آپ کے لیے ترقی کی راہیں کھل جائیں۔

بہرحال یہ روحانیت کا نصاب ہے ہم نے آپ کو لکھ کر بھی دیا ہوا ہے آپ کو اس پر باقاعدگی سے عمل کرنا چاہیئے۔ پھر دیکھیں کہ معنوی ترقی ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی؟ اصل بات یہ ہے......

مسلسل اپنا جائزہ لیں

یاد رکھیں اگر آپ اسی جگہ پر موجود ہیں جہاں آپ پہلے تھے تو پھر کوئی فائدہ نہیں۔ دیکھو ہر شخص اپنے بارے بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ ہر شخص اپنے بارے میں ایک اچھا فیصلہ کرسکتا ہے، دوسرا نہیں کرسکتا...... یہ تو خدا کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہر شخص کے اعمال کے سامنے ایک بھاری پردہ ڈال دیا ہے اس کے اندر کوئی دوسرا دیکھ ہی نہیں سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے خاصان کے...... آئمہ اہل بیت،(علیہم السلام) کے...... انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء اللہ کے...... لیکن وہ بھی اس کی پردہ دری نہیں کرتے بلکہ سکوت اختیار کرتے ہیں...... یہ سب اللہ کا اپنے بندے پر کرم ہے۔

اگر کوئی بدبخت انسان ظاہری طور پر بھی خدا کی نافرمانی کرنا شروع کردے تو پھر جب اس کے بداعمال ظاہری طور پر دنیا والوں کو نظر آرہے ہوتے ہیں......تو یہ شخص خود اپنی بے احترامی کا انتظام کرتا ہے۔ خدا نے تو انسان کو احترام دیا ہے، احترام

انسانیت اتنا دیا ہے کہ کسی کو کسی کا نہیں پتہ کہ کون کیا ہے؟ لیکن ہر ایک کو اپنے بارے میں تو پتہ ہے کہ وہ کیا ہے؟

آپ دیکھتے ہیں تبدیلی نہیں آرہی تو پھر گریہ وزاری کریں، اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئیں، توبہ کریں، استغفار کریں خداوند سے توفیق طلب کریں آئمہ معصومین (علیہم السلام) سے توسل کریں منقولہ دعائیں جو آئمہ (علیہم السلام) سے وارد ہوئی ہیں وہ پڑھیں۔ دعائیں پڑھیں، صحیفہ سجادیہ...... امام علی زین العابدین (علیہ السلام) کی دعاؤں کی کتاب، ایسی مناجاتوں سے بھری پڑی ہے ان دعاؤں کو پڑھیں ایسا کرنا ہمارے اندر تبدیلی لانے کے لئے انتہائی موثر اور مفید ہے۔ یہ عمل ہمیں ہلاکت سے بچائے گا خداوند ہمیں اپنا احتساب کرنے کی توفیق دے اور ہمیں معنوی ترقی عطاء فرمائے۔

یہ تمہیدی جملے تھے اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ ہماری گفتگو کا موضوع مسئلہ خمس ہے۔

مسئلہ خمس کے بارے پہلے بھی بحث ہو چکی ہے کہ جو دقائق اسلام کے سرپرست جناب علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے خمس کے متعلق فتویٰ دیا ہے...... اس کے بارے شیعہ مجتہدین کی رائے کیا ہے؟ اسے ہم نے پہلے ہی بیان کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ جب ہم نے اپنے مراجع تقلید اور معروف شیعہ مجتہدین کی طرف سے خمس کے ضروریات دین ہونے سے متعلق فتاویٰ شائع کیئے تو اس پر دقائق اسلام کے سرپرست کو کافی تکلیف پہنچی جس کا اظہار انہوں نے دقائق اسلام میں پانچ صفحات پر کیا ہے انہوں نے دقائق اسلام کے جنوری، فروری ۲۰۰۲ کے شمارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے ہم ان کے بیان کو سامنے رکھ کر مسئلہ خمس کے متعلق آپ طلبہ کرام کو بریفنگ دینا چاہتے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ مسئلہ خمس پر تفصیلی بحث ہو جائے تاکہ شیعیان حیدر کرار (علیہ السلام) کے لیے خمس کے

متعلق کوئی بحث تشنہ نہ رہے اور خمس کے مخالفین کی طرف سے اُٹھائے گئے اعتراضات کا جواب مل جائے۔ اس گفتگو میں جہاں پر سرپرست کا نام استعمال کریں گے تو اس سے مراد دقائق اسلام کے سرپرست جناب محمد حسین ڈھکو صاحب ہی ہونگے اور ہم اپنی بات تبصرہ کے عنوان سے بیان کریں گے۔

..... علیؑ کا مولاؑ ہونا خدا کی طرف سے ہے جس کو اس نے مجھ پر نازل کیا

حضرت نبی کریمؐ (خطبہ غدیر)

..... جس کا مجھ پر اور قرآن کی تفسیر پر ایمان ہے اس کیلئے میرے بعد میرا جانشین علیؑ ہے

حضرت نبی کریمؐ (خطبہ غدیر)

..... جو علیؑ اور ان کے بعد آئمہؑ پر ایمان نہ رکھے انکے اعمال ضائع ہیں اور وہ دائمی جہنمی ہیں حضرت نبی کریمؐ (خطبہ غدیر)

..... علیؑ مجھ سے ایسے ہی ہیں جیسے ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے تھے

حضرت نبی کریمؐ

..... اے لوگو! مجھ سے عہد کرو کہ (واقعہ غدیر) اپنی نسلوں تک منتقل کرو گے

حضرت نبی کریمؐ

فریضہ خمس

فریضہ خمس

آیت خمس اور وجوب خمس

سورہ انفال کی آیت ۴۱ کو آیت خمس کہا جاتا ہے۔ جو اس طرح شروع ہوتی ہے

واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہٗ و للرسول ولذی القربی والیتامی و المساکین وابن السبیل ......

اس سے پہلے کہ میں اس کا ترجمہ کروں یا اس پر تبصرہ کروں اس کے بارے کچھ ابتدائی معلومات دینا ضروری سمجھتا ہوں اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات تھا جس میں کسی بھی حالت وکیفیت وصورت کے لوگوں کو اگنور نہیں کیا گیا بلکہ جملہ شعبۂ حیات اور صورت و حالتِ حیات کے لوگوں نے اسلام میں شامل ہونا اور جملہ طبقات کے لوگوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونا تھا اس لئے اسلام ایک جامع طرز حیات تھا اور اس میں معاشی معاشرتی عمرانی اقتصادی اصولوں کا ہونا ضروری تھا تاکہ یہ جملہ امور میں کفایت کر سکے اور اس سے جملہ طبقات حیات وانسانیت کے لوگ استفادہ کر سکیں اس میں حقوق اللہ سے لیکر حقوق جار [ہمسایہ] کے حقوق تک کسی کو بھی فراموش نہیں کیا گیا یعنی ایک فرد سے لیکر جماعت اور جماعت سے لیکر ملک اور ملک سے لیکر پورے گلوبل ویلج تک ہر چیز کیلئے قوانین واصولِ قوانین [بیسک پرنسپل آف لاز] تک کو بیان فرمایا گیا ہے یہاں میں ان سارے پہلوؤں پہ روشنی تو نہیں ڈال سکتا صرف اتنا عرض کرونگا۔ اسلام کے سامنے سب سے اولین پر پارٹی تھی وہ تھی انسانیت اور

انسانیت کی حساس ترین شکل غریب انسانیت کی غربت ہے اس لئے امیروں سے زیادہ اسلام نے غریب کو سامنے رکھا اور اسکی کو مرکزیت عطا فرمائی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہسپتال کا اہم ترین فرد مریض ہوتا ہے اسی طرح دین میں اہم ترین فرد غریب ومفلس و نادار طبقہ ہوتا اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس مذہبی جماعت میں امراپرستی شروع ہو جائے وہ مذہبی جماعت سب سے پہلے اخلاقی طور پر کنگال ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ ایک نمائشی دینی جماعت بن جاتی ہے اس میں سے روح مذہب نکل جاتی ہے اور اسکی روحانیت فنا ہو جاتی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا کے رائج الوقت جتنے سسٹم موجود ہیں اس میں ارتکاز مال چند افراد کے گرد ہوتا رہتا ہے اور اسکی وجہ سے امیر امیر سے امیر تر ہوتا جاتا ہے تو دوسری طرف غریب ''غریب سے غریب تر'' ہوتا جارہا ہے اور اس جدید دور میں بھی وسائل مخصوص ہاتھوں میں ہیں اور وہ استحصالی طبقہ نادان اور کم فہم انسانوں کو اپنی ملکیت بنائے ہوئے ہیں اور یہی حقیقت تھی کہ جسکی وجہ سے سوشلزم و کیمونزم کو مقبولیت حاصل ہوئی کیونکہ اس میں بھی حقوق ذات کا خیال نہ رکھا گیا تھا اس لئے وہ بھی ناکام ہوگیا اب میں یہاں سوشلزم کی ناکامی کے وجوہات تو بیان نہیں کرونگا ہاں یہ بات ضرور عرض کرونگا کہ اسکی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو لوگ انقلاب لائے تھے اور انھوں نے عوام کو اقتدار و اختیارات میں شامل کر کے ہر ڈیکٹیٹر سے نجات دینا تھی وہ یہ بات بھول گئے کہ کہیں وہ خود تو ڈیکٹیٹر نہیں بن رہے۔

ایک حکایت ہے کہ ایک آدمی کی بکری کو بھیڑیا اٹھائے جارہا تھا اور وہ مدد کیلئے چلا رہی تھی اس وقت اسکا مالک بھاگا اور اسے بھیڑیے سے چھڑا لیا پھر اس نے بکری کی حالت دیکھی تو پتہ چلا کہ وہ کافی زخمی ہے تو اس نے اسکی گردن پر چھری رکھ

دی، اس وقت بکری نے کہا مالک تو نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے بھیڑیئے سے چھڑالیا مگر کام تو تو بھی وہی کر رہا ہے جو وہ کر رہا تھا وہ بھی مجھے مارنا چاہتا تھا اور تو بھی مار ہی رہا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہیں میری ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ تو اور بھیڑیا دونوں کی نگاہ میرے گوشت پر تھی جو تم دونوں کھانا چاہتے تھے تمہاری جنگ مفاد کا ٹکراؤ تھا۔

یعنی اکثر لوگ غریبوں کو ایک ظالم سے نجات دینے کے بعد ان پر خود ٹوٹ پڑتے ہیں جسکی وجہ سے اکثر انقلابات ناکام ہوئے ہیں...... اور اسلام کا یہ اصول ہے کہ اس میں مرکزی شخصیات و افراد غریب ہی ہوتے ہیں اور حکم بھی یہی ہے کہ جب آپ کسی بھی ملک میں تبلیغ کیلئے جائیں تو سب سے پہلے آپ غریبوں پر تبلیغ کریں کیونکہ اسلام غریب انسان کی بحالی کا حکم دیتا ہے اور اسی لئے اللہ نے اپنی عبادت خاص کے ساتھ سیکڑوں مقامات پر غریب کے حق کا اپنی عبادت کی طرح ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے اقیموا الصلواۃ و آتوالزکواۃ بار بار نماز اور زکات کو برابر اور متصل بیان فرمایا ہے......

حکومت اسلامیہ میں اللہ جل جلالہ نے غربا میں دو اقسام پائے اس میں ایک طبقہ تو تھا عام مسلمانوں کا اس کے لئے اللہ جل جلالہ نے انکی بحالی کیلئے زکات کا حکم دیا کہ ہر صاحبِ نصاب زکات ادا کرے اور غریب و غربا پر اسے تقسیم کیا جائے اسے تو اسطرح واجب قرار دیا کہ جیسے اسنے اپنی عبادت کی تاکید فرمائی اس کی بھی تاکید فرمائی مگر یہ تو اس طرح تھا جیسے انسان کسی جانور کو حلال و ذبح کرتا ہے اور ذبح کئے بغیر تو مال ہی حرام ہوتا ہے اسی طرح زکات کے بغیر مال ہی حرام رہتا ہے اب کار خیر میں استعمال تو اس کے بعد ہونا ہے کیونکہ اس سے قبل تو مال اس قابل ہی نہیں تھا کہ اسے کار خیر میں لگایا جاسکے ہاں کواۃ کی ادائیگی کے بعد وہ حلال ہوا ہے ہاں اب اگر کوئی اس سے کوئی نیک کام کرتا ہے مومن بھائی کی مدد کرتا ہے یا غریبوں کے رفاہی کام کرتا ہے تو اب قابل

جزا ہوگا ورنہ اس کے بغیر تو ایسے ہی تھا کہ جیسا کوئی طبعی موت مرنے والی حرام و مردار گائے اللہ کے نام پر خیرات کر دے یا غربا پر تقسیم کر کے جنت کی امید بھی رکھے۔ جب تک مال پاک نہ ہو صدقات اور دیگر امورِ خیر میں خرچ کرنا بے سود ہوتا ہے بلکہ مزید گنہگار بناتا ہے۔

اسلام کے دائرے میں غریبوں کا جو دوسرا طبقہ تھا وہ سادات کا تھا اسے اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احترامِ نسل کی وجہ سے معزز و مکرم فرمایا اور ان پر صدقات کو حرام قرار دیا کیونکہ زکات بھی ایک صدقہ ہی تھا اس لئے وہ لوگ جو آل رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سے تھے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اگر اللہ جل جلالہ انکی بحالی کیلئے کوئی چیز فرض نہ کرتا تو یہ خلافِ عدل تھا کہ ایک طرف کسی عام امتی کے بارے میں اتنی تاکید کہ اسے اپنی عبادت کے ساتھ یاد کیا گیا دوسری طرف آل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر خود ہی زکات اور صدقات کو حرام قرار دیا اور ان میں سے جو غریب ہوں ان کی مدد کیلئے کوئی ''مد'' مقرر نہ کی یہ بات خلافِ عدل تھی اس لئے خالق نے غریب سادات کی امداد کیلئے پوری امت کو حکم دیا واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہٗ و للرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ و المساکین وابن السبیل ...... کہ تم لوگوں نے اپنی کمائی کا پانچواں حصہ دینا ہے اس میں خالق نے اس خمس میں شریک افراد کا ذکر بھی کیا ہے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا کہ اس میں ذی القربیٰ آل رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور انکے جو یتیم ہوں یا مسکین ہوں یا سادات میں سے کوئی مسافر ہوں () اس کے بعد خمس کے بارے میں یہ بھی آگاہ فرمایا کہ اس میں کس کس کا کتنا حصہ ہے۔

آیت مجیدہ سے وجوب کا استنباط

قرآن مجید میں جب فریضہ خمس کی وضاحت بیان کی گئی ہے تو خمس کے فریضہ کا ربط اور تعلق اللہ پر ایمان اور فریضہ جہاد کے ساتھ جوڑا گیا ہے جیسا کہ سورہ انفال آیت ۴۱ میں ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شئی فأن لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین وابن السبیل ان کنتم أمنتم بالله وما انزلنا علی عبد نا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان والله علی کل شئی قدیر۔

ترجمہ:۔ اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اسکا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، قربیٰ، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تھے اپنے بندے پر نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

خمس ایمان کی تصدیق ہے

پس معلوم ہوا کہ فریضہ خمس اور جہاد دو ہم پلہ واجبات ہیں اور یہ دونوں فریضے حقائق ایمان سے ہیں ایمان اللہ کے حضور تسلیم ہونا ہے اور جس کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے قبول کرنا ہے پس جس نے ایمان اختیار کیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ایمان کی تصدیق خمس کے ذریعہ پیش کرے۔

ہم زکات سے مربوط قرآنی آیات کو پڑھتے ہیں ان میں زکات کے فریضہ اور نماز کے فریضہ کو باہم بیان کیا گیا ہے جس طرح جہاد سے مربوط آیات میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس بات سے ہماری راہنمائی ہوتی ہے کہ دین کی مضبوطی و استحکام نماز کے

قیام، مال خرچ کرنے اور جہاد میں ہے۔

لیکن ایسا کیوں اور کیسے؟

کیونکہ دین کی حقیقت خواہشات کو چھوڑ کر ہدایت پر آنا ہے اور دنیاوی احسانات وجذبات سے خود کو بلند کر کے آخرت کے درجات اور مراتب کی طرف خود کو لیجانا ہے اور یہ حقیقت مومن کے پاس اس وقت روشن اور واضح ہوتی ہے جب وہ مال کی محبت کا مقابلہ کرتا ہے اور خود کو دنیاوی کشش اور جاذبیت سے پاک کرتا ہے اور کنجوسی کی پلیدی سے خود کو طاہر کرتا ہے اور یہ مال خرچ کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے راہ خدا میں مال خرچ کرنے کو زکات کہا گیا ہے کیونکہ یہ عمل انسان کے نفس کو پاک کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا سورہ التوبہ آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔

خذمن اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم والله سميع عليم ۔

ترجمہ:۔ (اے رسول) آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجئے اس کے ذریعے آپ انہیں پاکیزہ اور بابرکت بنائیں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں یقیناً آپ کی دعا ان کیلئے موجب تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

مال خرچ کرنے کو صدقہ کہا گیا کیونکہ اس کے ذریعہ انسان اپنے دین کی تصدیق کرتا ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۲۷۶ میں ہے۔

يمحق الله الرباء ويربى الصدقات والله لا يحب كل كفار اثيم.

ترجمہ:۔ اللہ سود کو ناپائیدار اور خیرات کو بابرکت بنا دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار

کو پسند نہیں کرتا۔
کیونکہ جو شخص اپنا مال اللہ کی خاطر خرچ کرتا ہے تو وہ اس عمل سے اپنے دین کی تصدیق کرتا ہے اور صدقہ دینے والوں کا جو ثواب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و الہ وسلم) کے توسط سے بیان ہوا ہے اسکی تصدیق کرتا ہے۔

انفاق فی سبیل للہ جہاد ہے

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی جہاد میں شامل ہے اور یہ مالی جہاد ہے اسی لئے اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے

انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم فی سبيل الله ذلكم خيرلكم ان كنتم تعلمون۔ سورہ توبہ آیت ۱۰۴

ترجمہ:
کیونکہ خالصتاً للہ مال دینے کا اثر نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرنے پر پڑتا ہے اور نفس کو زمین گر بنانے اور زود گزر خواہشات اور آرزوؤں میں گرفتار ہونے سے بچاتا ہے۔
جبکہ دین ہی سے انسان نفسانی خواہشات سے خود کو آزاد کر کے الٰہی ہدایت تک پہنچتا ہے اس آزادی کے بغیر انسان دنیا اور دنیاوی خواہشات میں جکڑ کر رہ جاتا ہے اپنے ذات کے گرداب میں پھنسا رہتا ہے اور نفس کے دائرہ سے باہر نہیں نکل پاتا جبکہ مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے والا شخص ان سب سے آزاد ہوتا ہے اور وہ کامیاب ہونے والوں سے قرار پاتا ہے۔ جیسا کہا رشاد ہے

ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون ۔ سورہ حشر آیت ۹۰
ترجمہ: ۔ اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لئے گئے ہیں پس وہی فلاح یافتہ لوگ ہیں۔

صدقہ کے اقسام

اسی تناظر میں صدقہ جومطلوب ہے اسکی دو اقسام قرار دی گئی ہیں۔

ا۔ صدقہ السر (مخفیانہ صدقہ) کیونکہ اس عمل سے انسان شہوت کی محبت کا مقابلہ کرتا ہے۔

۲۔ صدقۃ العلن (علنی صدقہ) اس سے ان کا مقابلہ کرتا ہے جو راہ خدا میں مال خرچ کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں خود کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو کنجوسی کا حکم دیتے ہیں۔

سورہ بقرہ آیت ۲۷۴ میں ہے۔

الذین ینفقون اموالهم بالليل والنهار سراوعلانيه فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔

ترجمہ:۔ جولوگ اپنا مال شب وروز پوشیدہ اورعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہین ان کا اجران کے رب کے پاس ہے انہیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم۔

صدقہ کی قبولیت کی شرط؟

راہ خدا میں مال خرچ کرنے اورصدقہ دینے کی قبولیت کے لئے شرط قرار دی گئی ہے کہ یہ عمل خالصتاً للہ ہو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انما نطعمكم لوجه الله لا نريد منكم جزاء ولا شكورا۔ الانسان آیت ۹

ترجمہ:۔ (وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لئے کھلا رہے ہیں ہمیں تم سے نہ کوئی معاوضہ چاہیے اور نہ ہی شکر گزاری۔

مال خرچ کرنے میں احسان جتانے کی ممانعت

ہمارے رب نے اس خیرات اور مال خرچ کرنے سے منع کیا ہے جس میں احسانات جتانا ہو اور مال دینے میں اذیت کا عنوان شامل ہو۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۶۲ میں آیا ہے۔

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل الله ثم لایتبعون ماانفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عندربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔

ترجمہ :۔ جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرنے کے بعد نہ احسانات جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی پریشانی۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۶۴ میں ہے۔

یاایھا الذین امنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ ریأ الناس ولا یومن بالله والیوم الاخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدالا یقدرون علی شئی مماکسبواوالله لا یھدی القوم الکافرین۔

ترجمہ: ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کرو جو اپنا مال صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور نہ ہی وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ ہی روز آخرت پر، پس اس کے خرچ کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسے اور اسے صاف کر ڈالے (اس طرح) یہ لوگ اپنے اعمال سے کچھ بھی اجر حاصل نہ کرسکیں گے اور اللہ کافروں کی راہنمائی نہیں کرتا۔

اس کی وجہ یہ ہے اللہ کیلئے صدقہ وہ ہوگا جو خالص ہوگا صحیح عطاء وبخشش کیلئے یہ ضروری شرط ہے کہ اسے خالص رکھا جائے غیر اللہ کی نیت صدقہ وبخشش اور مال خرچ کرنے میں نہ ہو اللہ کے ہاں وہی عطیہ، صدقہ خیرات قبول ہے جو خالصتاً للہ ہو اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ آیت ۲۷۲ میں ارشاد ہے۔

لیس علیك هداهم ولكن الله يهدى من يشاء وماتنفقوامن خير فلانفسكم وما تنفقون الاابتغاء وجه الله وما تنفقو امن خيريوف اليكم وانتم لاتظلمون۔

ترجمہ: آپ کے ذمے نہیں ہے کہ انہیں (جبراً) ہدایت دیں بلکہ خدا ہی ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تم جو بھی مال خرچ کروگے اسکا فائدہ تمہیں کو ہے اور تم صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے خرچ کروگے اسکا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ مومنین جو مال خرچ کرتے ہیں اس میں اور ریاکار افراد جو مال خرچ کرتے ہیں اس میں فرق ہے ریاکار مال اس جگہ دے گا جہاں اسے بدلہ ملنے کی توقع ہو یہ ایسے پر مال خرچ کریں گے جو انکی خوشامد کرے اور انہیں عزت واحترام دے جبکہ مومن ایسے فقراء اور مساکین پر مال خرچ کرتا ہے جن کے بارے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ وہ مالدار ہیں حالانکہ وہ اپنی پاکدامنی کی وجہ سے دست سوال کسی کے سامنے دراز نہیں کرتے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۳ میں ہے۔

للفقراء الذين احصرو افى سبيل الله لايستطيعون ضربا فى الارض يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف تعرفهم بسيماهم لا يسألون الناس الحافاوما تنفقوامن خير فان الله به عليم

ترجمہ: ان فقراء پر خرچ کرو جو راہ خدا میں اس طرح گھر گئے ہیں کہ وہ (معیشت کیلئے) زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ناواقف لوگ انکی حیاء وعفت کی بنا پر انہیں مالدار خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کے قیافے سے تم ان (کی حاجت مندی) کو پہچان سکتے ہو وہ تکرار کے ساتھ نہیں مانگتے اور تم جو مال خرچ کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

جس قدر قرآن کریم میں مال خرچ کرنے والوں کی تعریف کی ہے اتنی مقدار میں کنجوسی کرنے والوں کی مذمت ہے ایسے افراد جو دوسرے افراد پر اپنے مال سے خرچ نہیں کرتے ہیں انہیں اپنے مال سے فائدہ نہیں پہنچاتے ان کی شدید مذمت کی ہے۔

سورہ الماعون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون الذين هم يراء ون ويمنعون الماعون۔

ترجمہ:۔ پس ایسے نمازیوں کیلئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور (ضرورت مندوں کو) معمولی چیزیں بھی دینے سے گریز کرتے ہیں۔

کنجوسی کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور وہ لوگ جو دوسروں کو مال خرچ کرنے سے روکتے ہیں ان کی بھی قرآن مجید میں مذمت کی گئی ہے۔

الذين يبخلون ويأمرون الناس بالبخل ومن يتول فان الله هو الغنى الحميد

سورہ الحدید آیت ۲۴

ترجمہ:۔ جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اگر کوئی روگردانی کرتا ہے تو یقیناً وہ اللہ بڑا بے نیاز قابل ستائش ہے۔

جنہیں اپنی عطاء و بخشش سے محروم رکھا ہے انہیں دیا جائے خدا نے جب انہیں دولت نہیں دی تو ہم کیوں دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا سورہ یٰسین میں ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

واذاقیل لهم انفقوامما رزقکم الله قال الذین کفروا للذین امنوا أنطعم من لویشاء الله اطعمه ان انتم الا فی ضلال مبین (آیت ۴۷)

ترجمہ:۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق تمہیں اللہ نے عنایت کیا ہے اسے کچھ (راہ خدا میں خرچ کرو تو کفار مومنوں سے کہتے ہیں کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ تم تو پس صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔

بعض سرکش لوگ شیطانی جال میں اس قدر گرفتار ہوگئے اور ان میں اتنا تکبر اور غرور آگیا کہ انہوں نے یہ تک کہہ ڈالا کہ اللہ فقیر ومحتاج ہے اور ہم ہی مالدار دولتمند ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس گستاخی کو اس طرح بیان کیا ہے۔

لقد سمع الله قول الذین قالو ا ان الله فقیر ونحن اغنیاء سنکتب ما قالو اوقتلهم الانبیاء بغیر حق وتقول ذوقوا عذاب الحریق (آل عمران ۱۸۱)

جو لوگ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کیلئے بڑا ثواب قرار دیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کیا ہوتا ہے اور اپنے اندر سے شیطان کو اپنے اس عمل سے دور بھگایا ہوتا ہے معاشرہ کے اندر شیطان کے پھیلائے گئے غلط افکار کا بھی انہوں نے مقابلہ کیا ہوتا ہے نفس کی کنجوسی اور بخالت کی عادت کو ایک چیلنج جان کر اس سے خود کو آزاد کرالیا ہوتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے افراد کے ثواب کو چند برابر قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بارے سورہ بقرہ آیت ۲۶۱ میں ارشاد ہے۔

مثل الذين ينفقون اموالهم فی سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل فی كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم۔

ترجمہ: ان کی مثال جو راہ خدا میں اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی سی ہے جسے بویا جائے اور وہ سات خوشے نکالے اور ہر خوشے میں ایک سو دانہ ہو اور اللہ تو جس کے لیے چاہتا ہے اسے چند در چند کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا ہے اور علم والا ہے۔

خمس کیوں واجب ہے؟

اب ہم پہلے سوال کی طرف واپس آتے ہیں کہ خمس کیوں واجب ہے؟ اس کا جواب واضح ہے کہ خمس راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے اور راہ خدا میں خرچ کرنا صدقہ ہے جہاد اور نفس کو پلیدی، نجاست اور کنجوسی سے پاک وطاہر کرنا ہے اور نفس کو دنیاوی شکنجوں اور چاہتوں سے آزاد کرنا ہے نتیجہ میں خمس ایسا فریضہ جس کے ادا کرنے سے انسان کے ایمان کا پتہ چلتا ہے خمس کی ادائیگی اللہ پر ایمان رکھنے کی پہچان ہے۔

ابلیسی وسوسے

ابلیس جو انسان کا قدیمی دشمن ہے اور ہر موڑ پر اپنے ہتھیار سجائے اور اپنے جال لگائے بیٹھا ہے انسان کو بھٹکانے کیلئے اسکا عمل جاری وساری ہے کسی لمحے بھی وہ اپنے گمراہ کرنے والے عمل کو چھوڑتا نہیں ہے کیونکہ اس نے سخت قسم کی قسم خدا کے سامنے اٹھائی تھی کہ وہ اس انسان کو ضرور بالضرور گمراہ کرے گا اور اسے خدا کی طرف نہیں جانے دے گا۔

جیسا سورہ ص آیت ۸۲۔۸۳ میں ابلیس کے اس اعلان کو بیان کیا گیا ہے

قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين۔
ترجمہ :۔ کہنے لگا مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بھگا دوں گا ان میں سے سوائے تیرے خالص بندوں کے۔
ابلیس اوراس کے کارندے لوگوں کے سامنے مختلف طریقوں ،حیلوں اور بہانوں کو پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ان کا سہارا لے کر راہ خدامیں مال خرچ نہ کریں اور جو شخص خدا کیلئے جان دینا چاہتا ہے دنیا کی زنجیریں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہیں۔
اس قید سے فقط وہی آزاد ہوسکتا ہے جس کو خدا نے توفیق دی کہ اس نے اپنے نفس کو آزاد کرالیا ابلیس کی اسیری میں نہیں گیا ابلیس کا تیز ترین ہتھیار وسوسے شکوک وشبہات ایجاد کرنا ہے۔

فریضہ خمس کے بارے......شیطانی وسوسوں کی کیفیت

ا۔خمس کتاب خدامیں فقط ایک دفعہ ذکر ہوا ہے جبکہ فریضہ زکوات کوقرآن مجید کی دسیوں آیات میں بیان کیا گیا ہے پس آج کے دور میں خمس میں اتنی تاکید کس لئے ؟ جبکہ زکات فقط مخصوص اشیاء پر ہے جیسے چارقسم کے غلات ،سونے اور چاندی جبکہ کرنسی کی شکل میں ہوں اور تین قسم کے حیوانات جبکہ خمس تجارت وصنعت وحرفت کی ہر قسم کی منفعت پر واجب ہے جوفریضہ اتنا وسیع قرار دیا جاتا ہے جس کیلئے کوئی قید ومحدودیت نہیں ہے اسکا تو قرآن مجید میں ایک دفعہ ذکر ہو اور جس فریضہ کا دائرہ محدود ہے اسکا ذکر بار بار کیا جائے اس سے پتہ چلتا ہے کہ خمس کا فریضہ اس طرح نہیں جس طرح وہ آج کل معروف ہوگیا ہے نہ ہی وہ اتنا وسیع ہے۔
جواب :۔ اسکا جواب پہلے تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں زکات کے ذکر کرنے سے کوئی

مخصوص مالی فریضہ مراد نہیں لیا گیا بلکہ زکات سے مراد ہر قسم کا مال خرچ کرنا ہے سنت
نبوی اور احادیث شریفہ میں زکات کے موارد اور مصادیق کو بیان کیا گیا ہے
اور مخصوص امور میں مال خرچ کرنے اور مخصوص چیزوں سے مال راہ خدا میں مخصوص
مقدار میں دینے کو زکات کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے جبکہ اسے صدقہ بھی کہا گیا ہے
اس مخصوص مقدار میں مال دینے کیلئے بھی لفظ زکات کا استعمال کیا گیا اور اس کیلئے کسی
اور لفظ کا انتخاب نہیں کیا گیا وگرنہ اگر آپ سنت نبوی میں غور کریں اور روایات کا
مطالعہ دقت سے کریں تو دیکھیں گے کہ روایات میں بھی زکات کو مطلق مال راہ خدا میں
دینے کیلئے استعمال کیا گیا ہے بلکہ لفظ زکات مساوی قرار دیا گیا ہے...... لفظ انفاق کے
یعنی بغیر قید وشرط کے مال راہ خدا میں دینے کو زکات کا نام دیا گیا ہے بلکہ لفظ زکات کو
مال خرچ کرنے سے بھی وسیع تر معنی میں استعمال کیا گیا ہے ہر قسم کی بخشش وعطاء کو زکات
کہا گیا ہے جیسے علم سیکھانے کو زکات علم کہا گیا ہے بھٹکے ہوئے کو ہدایت دینے کو زکات
کہا گیا ہے اپنے اقتدار سے کسی کی ضرورت وحاجت روائی کرنے کو زکات کہا گیا ہے
اللہ کی نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال میں لانے کو زکات کہا گیا ہے اس بارے بحار الانوار
ج ۹۳ ص ۱۳۶ حدیث نمبر ۶۸ ملاحظہ فرمائیں۔

پس عمومی معنی میں خمس بھی زکات ہے کیونکہ خمس بھی راہ خدا میں مال دینا ہے البتہ
شریعت محمدیہ کے پیروکاروں میں زکات کا لفظ جس مخصوص معنی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے
تو اس معنی میں خمس زکات نہیں ہے بلکہ خمس ایک علیحدہ اور مستقل فریضہ ہے جبکہ زکات
اس مخصوص معنی میں ایک علیحدہ اور مستقل فریضہ ہے اور دونوں کی مخصوص شرائط ہیں
اور دونوں کا اپنا اپنا دائرہ کار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے بخشش وعطاء اور مال کو خدا کی راہ میں دینے کیلئے قرآن مجید

نے متعدد الفاظ کا استعمال کیا ہے جیسے صدقہ، انفاق (خرچہ کرنا) زکات (بخشش کرنا، عطا کرنا، مال دینا) جہاد بالمال، حق معلوم (ایک معین مقدار میں مال خرچ کرنا) اس بارے ہم پہلے بات کر آئے ہیں...... ان الفاظ کا مطالعہ کرنے اور ان کے معانی پر دقت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام الفاظ ایک معانی کو بیان کر رہے ہیں اور وہ ہے راہ خدا میں مال خرچ کرنا قرآن سے فقط اتنا ان الفاظ سے سمجھا جا سکتا ہے...... سنت پیغمبرؐ اور بیان نبوی میں خرچ کرنے کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے خمس (پانچواں) یہ بخشش اور عطاء کرنے کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے ہمیں اس بات کا حق نہیں ہے کہ ہم خمس کو قرآن مجید میں مال خرچ کرنے کے بارے جو الفاظ استعمال ہوئے ان کے مد مقابل لے آئیں اور یہ کہیں کہ قرآن مجید میں خمس تو ایک بار استعمال ہوا ہے جبکہ لفظ زکات، صدقہ، انفاق اور حق معلوم کے الفاظ زیادہ بار استعمال ہوئے ہیں پس خمس کا فریضہ اس وجہ سے غیر اہم ہے...... نہیں ایسا نہیں ہے؟ قرآن میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ خرچ کرنے اور مال دینے کے معنی میں اور مال دینے کی ایک مقدار پانچواں ہے اور یہ پانچواں حصہ ہر قسمی کمائی، کسب و کار سے ادا کرنا ہے اس میں کسی قسم کی قید و شرط نہیں ہے جبکہ باقی قسم کی جو عطاء ہے ان میں قیود و شرائط ہیں۔

ذرا سوچیں کیا خمس ادا کرنا انفاق (خرچ کرنا) نہیں ہے؟ کیا خمس اپنے مال سے ادا کرنا رسول پاکؐ کی رسالت کی تصدیق نہیں ہے؟ کیا خمس دینا نفس کو کنجوسی سے پاک کرنا نہیں ہے؟ کیا خمس دینا مالی جہاد نہیں ہے؟ کیا خمس دینا حق معلوم نہیں ہے اور یہ ایک طے شدہ بخشش سے نہیں ہے جی ہاں: ان تمام الفاظ کا اطلاق خمس پر ہوتا ہے جس طرح مخصوص معنی میں زکات پر بھی ان تمام الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے یعنی مخصوص معنی میں زکات جو ہے وہ انفاق ہے، حق معلوم کی ادائیگی ہے، مالی جہاد ہے، نفس کو کنجوسی سے پاک

کرنا ہے، رسول پاکؐ کی رسالت کی تصدیق ہے، یعنی صدقہ ہے حج پر خرچ کرنا جو ہے اس پر بھی ان الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح صدقہ یعنی اپنے مال سے کچھ مقدار فقیر ومحتاج کو دینا جو ہے اس پر بھی یہ سارے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے

الف :۔ بہت سارے شرعی احکام ایسے ہیں جن کے بارے فقط ایک آیت ہے پس ایک آیت میں حکم خدا کا بیان ہو جانا اس کی اہمیت کو کم نہیں کرتا جیسے طلاق اور حدود وقصاص کے بارے میں آیات ہیں ...... پس خمس کے بارے ایک آیت کا ہونا یہ کوئی اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ نہیں ہے۔

ب :۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ خمس کے فریضہ کی قانون سازی دیر سے ہوئی رسول پاکؐ کے زمانہ میں نہ ہوئی معصومین علیہم السلام کے دور میں یہ قانون وضع ہوا اور اس فریضہ کی اتنی وسعت بیان ہوئی اور انہوں نے ایسا اپنے ولایتی حق کو استعمال کرتے ہوئے کیا جبکہ اغیار حکومت پر قابض ہو گئے اور انہوں نے زکات کو اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے استعمال کیا اس کے مقابلہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے خمس کے فریضہ کے قانون کو وضع کیا۔

اسکا جواب یہ ہے

ا۔خمس ایسا فریضہ ہے جس کا حکم قرآن مجید میں اترا ہے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی شخصی طور پر خمس وصول کیا البتہ مشہور یہ ہے کہ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دور میں جنگی غنائم سے خمس وصول کیا باقی موارد سے خمس وصول نہیں کیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں معدنیات ،خزانے ،غوطہ خوری سے حاصل شدہ اموال کی موجودگی عام نہ تھی اسی طرح مالی طور پر مسلمانوں کی پوزیشن کمزور تھی جس وجہ سے جنگی غنائم کے علاوہ

خمس کی وصولی عام نہ تھی جب کہ آپ کے آخری دور کے واقعات بتاتے ہیں کہ آپ نے باقی اشیاء سے بھی نہ فقط خمس وصول کیا بلکہ خمس وصول کرنے کے لیے باقاعدہ نمائیندے روانہ کیے اور ایسے علاقوں سے خمس وصول کیا جہاں پر نہ تو جنگ تھی اور نہ ہی جنگی غنائم کا سلسلہ تھا جیسا کہ بعد کے صفحات میں اس بارے ہم پوری تفصیل دیں گے۔ لیکن ان کے بعد کے زمانہ میں باقی آئمہ معصومین(علیہم السلام) نے خمس ان سب موارد سے وصول کیا اور اگر بعض اوقات میں خمس وصولی کے لیے اقدام نہیں کیا تو اس کی وجہ اس دور کے جابر حکمران تھے، اور ان زمانوں میں خمس کی وصولی ایک مشکل امر تھا جس وجہ سے آئمہ معصومینؑ نے اپنے شیعوں کی حفاظت کے لیے ظاہری طور پر اس کا اقدام نہ فرمایا کیونکہ مالی ٹیکسوں کی وصولی کرنا حکومت اپنے اہم فرائض سے جانتی تھی اور حکومت سے ہٹ کر اگر کوئی ان اموال کو وصول کرتا تو وہ حکومت کا باغی کہلاتا تھا اور اموال جمع کرنے والوں پر یہ تہمت لگا دی جاتی تھی کہ یہ لوگ حکومت کے خلاف اسلحہ کی خریداری میں لگے ہوئے ہیں اور اس لئے اموال جمع کرر ہے ہیں لیکن جیسے ہی آئمہ معصومین(علیہم السلام) کو نسبتا موقع میسر آیا اور حالات کچھ سازگار ہوئے جیسے عباسیوں کا زمانہ تو اسمیں آپ نے خمس کی وصولی کا باقاعدہ عمل شروع کیا اور خمس وصولی کے لیے نمائندگان مقرر فرمائے یعنی آئمہ معصومین(علیہم السلام) اپنے اپنے زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھ کر خمس کی وصولی کے عمل کو تیز بھی کر دیتے تھے اور کبھی حالات کے پیش نظر اسے محدود کر دیتے تھے اور مخفیانہ انداز سے خمس کی وصولی جاری رہتی تھی۔ ان کے اس عمل سے کسی بھی صورت خمس کے فریضہ کی اہمیت کم قرار نہیں دی جاسکتی۔

اسی تناظر میں ہم ان احادیث کو پڑھیں جو حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے امیر المومنین(علیہ السلام) سے یا امام زمانہ عج سے یا اور آئمہؑ سے بیان ہوئی ہیں کہ خمس ہمارے

شیعوں کیلئے حلال قرار دیا گیا ہے ایسی روایات مخصوص حالات کے تحت آئی ہیں ان روایات کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ خمس کا فریضہ غیر اہم ہے یا خمس بالکل معاف ہے بلکہ اس قسم کی روایات خمس کے واجب ہونے کو ثابت کر رہی ہیں کیونکہ خمس کی حلیت والی روایات بتا رہی ہیں کہ خمس ایک مال واجب ہے اور فریضہ ہے لیکن حالات اور ہر زمانہ کے تقاضا کو سامنے رکھ کر آئمہ معصومین (علیہم السلام) نے اس بارے اقدام فرمایا جن حالات اور مشکلات سے شیعہ دوچار تھے آئمہ سے ملاقات تک کرنے پر پابندی تھی ہر طرف سے حکومتی کارندے انکے پیچھے لگے رہتے تھے اس لئے آئمہ معصومین (علیہم السلام) نے شیعوں کی زندگی کی حفاظت، انکے اموال کی نگہداری، انکی طہارت اور پاکیزگی کیلئے ان پر بعض حالات میں خمس کے فریضہ کی ادائیگی میں چھوٹ دی اور اسی وجہ سے فقہاء نے حلیت والی روایات کو وقتی اور محدود اوقات کیلئے حالات کے پیش نظر حلال قرار دیا ہے ان میں عمومیت نہیں ہے اور یہ انکا حق تھا کیونکہ خمس کا معاملہ انکے اپنے ہاتھ میں تھا وہ جس طرح مناسب سمجھتے تھے اسی طرح اس فریضہ کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کے بارے احکام صادر فرماتے رہتے تھے ان کی حلیت والی روایات سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتی کہ خمس کا فریضہ بالکل معاف ہے اور ہر دور میں معاف ہے کیونکہ اگر یہ معنی کریں گے تو پھر کثیر تعداد میں وہ روایات جو یہ کہتی ہیں کہ خمس کا فریضہ کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے ان سے ٹکراؤ ہوگا۔

۲۔ خمس کے فریضہ کے بارے باقی مالی فرائض کی طرح سیرت یہ آرہی ہے کہ شیعوں سے خمس وصول کیا جاتا تھا اپنی قیادتوں کی طرف سے شروع زمانہ سے لے کر آج تک اس فریضہ کی وصولی کیلئے خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا اور یہ عمل آئمہ معصومین (علیہم السلام) کی موجودگی کے آخر دور سے لے کر آج تک اسی طرح چلا آرہا ہے اور اس کے واجب

ہونے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے اور ہر دور میں شیعہ نے اس فریضہ کو ادا کرنے میں پابندی کی ہے اور ہر شیعہ نے اسے ایک اہم واجب دینی جانا ہے بلکہ تاریخ اسلام کے اس طویل دورانیہ میں فریضہ خمس کی ادائیگی شیعوں کی خصوصیات اور نشانیوں سے رہی ہے غالب گمان یہ ہے کہ جو شخص فریضہ خمس کے بارے شک پھیلاتا ہے یا خود مشکوک ہے تو وہ ان سازشی عناصر سے ہے جو بہت سارے اور مذہب شیعہ کے امتیازات میں شکوک وشبہات ایجاد کرتا ہے اور وہ ان لوگوں سے ہے جو چاہتے ہیں کہ شیعہ جو ہیں باقی اسلامی فرقوں میں ضم ہو جائیں اگر چہ اپنی بعض خصوصیات کو چھوڑ کر ہی ایسا کیوں نہ کرنا پڑے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کے برعکس کیوں نہ سوچا جائے کہ اگر شیعوں کے امتیازات اور انکی خصوصیات کیلئے شرعی دلیل موجود ہے اور وہ اسلام سے عبارت ہیں تو ان خصوصیات کو عمومیت کیوں نہ دی جائے اور یہ کہ باقی اسلامی فرقوں کو اس پر کیوں نہ آمادہ کیا جائے کہ وہ بھی ان خصوصیات کو اپنا لیں جو شیعوں میں رائج ہیں کیونکہ یہ عین اسلام ہیں ...... کیوں نہ ہم آیت خمس کا سوال دوسرے اسلامی فرقوں میں اٹھائیں ؟ کہ جس بات کو قرآن نے واجب قرار دیا ہے تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟ کیونکہ اس فریضہ کی ادائیگی سے دینی منصوبہ جات پر عمل کرنے ، اسلام کی تبلیغ کرنے اور اسلام کی خاطر کام کرنے والوں کیلئے بہت بڑی مدد ہے ہم یہ سوال کیوں نہ اٹھائیں ؟ کہ آئمہ اہل بیت(علیہم السلام) کو اسلامی تربیت دینے میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور انہوں نے اُمت کی کردار سازی ، انکی اسلامی ثقافت بنانے میں جو کردار ادا کیا ہے اس پر توجہ کیوں نہ دی جائے اور ان کی مرکزیت کو کیوں کمزور بنایا جائے آل رسولؐ کے فضائل بیان کرنے کو اہمیت کیوں نہیں دی جاتی ؟ اور کس لئے لفظ آل کو نبی پاکؐ پر صلوات کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے؟ اگر گذشتہ زمانوں میں آل

رسولؐ سے تعلق بنانے اور ان سے محبت کرنے کیلئے حالات مناسب نہ تھے تو آج کیا رکاوٹ ہے؟ آج کیوں آل رسولؐ کے فضائل کو عام نہ کیا جائے؟ جبکہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ تمام فرقوں کے بزرگ علماء نے اپنی اپنی تالیفات میں آل رسولؐ کے فضائل کو بہترین انداز میں بیان کیا ہے پس جو کچھ کتابوں میں ہے اسے عوام میں عام کیوں نہ کیا جائے؟

ہم کہتے ہیں جو لوگ یہ بات کرتے ہیں کہ ہم شیعوں کی جو بعض خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے ہم دوسرے اسلامی فرقوں سے الگ ہوگئے ہیں ہم ان سے ہاتھ اٹھالیں اور وحدت کی خاطر قربانی دیں ہم کہتے ہیں کہ برعکس کیوں نہ کیا جائے کہ جو شیعوں کی خصوصیات ہیں ان کو باقی اسلامی فرقوں میں کیوں نہ رواج دیا جائے؟ دلائل کے ساتھ انکو قائل کریں کہ وہ ولایت علی (علیہ السلام) کی طرف آجائیں وہ خمس کے فریضہ کی ادائیگی کریں، وہ عزاداری امام حسین (علیہ السلام) بجالائیں وہ اہل البیت (علیہم السلام) کو مرکزیت دیں۔

ترویج دین میں خمس کا کردار

جب ہم چودہ صدیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دین کی تبلیغ میں خمس کے فریضہ کا بنیادی کردار ہے اور اس سے خمس کے فریضہ کی قانون سازی میں جو حکمت تھی اس پر مزید یقین واطمینان حاصل ہوجاتا ہے اس خمس نے دینی عمارت کو مستحکم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

دینی مراکز جو کہ ہدایت کی مشعل ہیں، منارہ نور ہیں، چراغ راہ مستقیم ہیں، استقلال کا نشان ہیں انہیں اقدار کے دفاع کا مورچہ ہیں یہ تمام دینی مراکز اور علمی

حوزات فریضہ خمس کی بنیاد پر پروان چڑھے ہیں اور مضبوط سے مضبوط تر ہوئے ہیں۔

قارئین گرام ...... سچ تو یہ ہے کہ شیعہ علماء کا استقلال اور ان کا جابر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا دینی عمارت کے استحکام کی بنیاد جسے علماء نے آئمہ اہل بیت (علیہم السلام) سے وراثت میں لیا ہے جو روح شہادت ہے کہ آئمہ اہل البیت (علیہم السلام) نے فرمایا تھا قتل ہونا ہماری عادت ہے شہادت اللہ کی طرف سے ہمارے لئے کرامت ہے یہ سب اس فریضہ خمس کی برکات ہیں ظالم حکمرانوں کا ظلم ان علماء کو اپنے آگے نہ جھکا سکا ہمیشہ انہوں نے حق کی خاطر شہادت کے قافلے میں اپنا نام درج کروایا آپ شہداء کی فہرست اُٹھا کر دیکھیں ماضی سے لے کر آج تک ہر دور میں مذہب حقہ کی خاطر گردنیں کٹوائیں گردنیں جھکی نہیں زمانہ اول سے لے کر آج تک یہ عمل جاری ہے یہ سب کچھ مالی استقلال کی وجہ سے ہوا جو کہ فریضہ خمس سے حاصل ہوا ہے علماء نے دباؤ کے چیلنج کا مقابلہ کیا، ظلم کا مقابلہ ہے بے دینی کا مقابلہ کیا، شاہ خرچ اور عیاش اور بے راہ روی پھیلانے والوں کا مقابلہ کیا تو اسی مالی استقلال سے جو انہیں فریضہ خمس کی بنیاد پر حاصل ہوا۔

جو لوگ خمس دیتے ہیں انکو معلوم ہے یہ عطاء اور بخشش اہل البیت (علیہم السلام) کے پرچم کو باقی رکھنے کی قیمت ہے، دینی حوزات کو بچانے کا ذریعہ ہے، دشمنان اہل البیت کی سازشوں کو ناکام بنانے کا وسیلہ ہے، بلکہ خمس دینے والوں کو معلوم رہے کہ یہ اپنے کے استقلال کی قیمت ہے ان کی عزت وقار و ناموس کی حفاظت ہے اور اسی سے ان کی شان اور عزت ہے۔

اور جو لوگ خمس ادا نہیں کرتے ان کو معلوم رہے کہ جو کچھ وہ اس فریضہ کو ترک کر کے حاصل کر رہے ہیں وہ فقط ایک گناہ نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے حق کو اور آل رسولؐ، سادات کے حقوق کو ادا نہیں کیا۔ اگر چہ یہ بھی بہت بڑا جرم ہے جو قابل معافی

نہیں ہے ان کو معلوم رہے کہ وہ خمس نہ دے کر جن اقدار پر ان کا ایمان ہے ان کے بارے سستی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور دین کو مٹانے میں انکا کردار رہے شعوری یا لاشعوری طور پر وہ دین مبین کی عمارت کو ڈھانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور امت مسلمہ میں فساد پھیلانے کا موجب ہیں اور مکتب اہل البیت(علیہم السلام) کو کمزور کرنے اور دشمن کو تقویت دینے کا سبب ہیں۔

آج ہمیں مختلف چیلنجوں کا سامنا ہے جدید ترین ذرائع کے ذریعہ ہمارے دینی نشانات کو مٹایا جا رہا ہے اہل البیت(علیہم السلام) کی تعلیمات کو مسخ کیا جا رہا ہے ہمارے معاشرہ کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے ہمارا نوجوان برباد ہو رہا ہے ہماری اولادیں دشمن کی شاطرانہ چالوں کا شکار ہو رہی ہیں پرنٹ اور الیکٹرانک اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی دین کی بربادی کے لیے سرگرم ہے۔ انٹرنیٹ کا دور ہے ہمارے فرزندوں کو برباد کرنے کے لیے فحش اشیاء کی ریل پیل ہے فحاشی پر مبنی فلموں کی بہتات ہے غرض دشمن اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ جدید ترین وسائل کے ہمراہ اپنے پورے ہتھیار سجا کر میدان میں اتر چکا ہے اس سب کا مقابلہ کرنا ہے دین اسلام کی شناخت نئی نسل کو کروانا ہے جدید تقاضوں کا جواب دینا ہے دشمن کا مقابلہ اس کی صفوں میں گھس کر کرنا ہے دشمن کو خود دشمن کے ہتھیار سے نابود کرنا ہے پوری دھرتی پر اللہ کے قانون کے نفاذ کے لیے زمین ہموار کرنا ہے حق کو غلبہ دینے کے انتظامات کرنے ہیں خاتم الاوصیاء حضرت حق جدید امام مہدی(عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے ظہور پرنور کے لیے مقدمات فراہم کرنے ہیں اس سب کے لیے فریضہ خمس کی اہمیت کا پرچار کرنا اور اس فریضہ کی ادائیگی کو یقینی بنانا ہوگا جو لوگ اس فریضہ کو غیر اہم قرار دیتے ہیں اس فریضہ کے معاف کیے جانے کی بات کرتے ہیں۔ اس فریضہ کی عدم ادائیگی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں درحقیقت وہ اپنے اس اقدام سے دشمن

اسلام کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دینی مراکز کے کمزور کرنے کی سازش میں برابر کے شریک ہیں خداوند ہمیں ایسی سازشوں سے محفوظ رکھے۔

خمس مسلمانوں کے اجتماعی امور کو سدھارنے کا موثر مالی وسیلہ ہے

خمس کو واجب کرنے کی فقط یہی وجہ نہیں کہ اس سے غریب سادات، ذریت ہاشم، ذریت طیبہ کے فقراء، کا مسئلہ حل ہو بلکہ اس فریضہ سے اسلام کے اجتماعی و تعلیمی امور کو سدھارنے میں بنیادی کام لیا گیا ہے علمی حوزات کی تاسیس، تعلیمی مراکز کی تاسیس، ان کے امور کو چلانا، طالب علموں کی تربیت اور اسلامی کتب کی نشر و اشاعت، اسی طرح اور بہت سے امور جن کے اخراجات خمس سے پورے ہو رہے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ اس فریضہ کی مثال ایک شجرہ طیبہ کی ہے جس کی اصل ...... ثابت اور برقرار ہے، اور اس کی فرع اور شاخ آسمان کو چھو رہی ہے اور ہر آن وہ اپنے فائدے دے رہا ہے۔

فریضہ خمس کا دین کیلئے مفید ہونا بڑا واضح ہے اور اس میں شک کی گنجائش نہیں اور کسی کو حق نہیں کہ وہ فریضہ خمس میں کیڑے نکالتا پھرے اور لوگوں کے اندر شکوک وشبہات ایجاد کرے۔

غنیمت کے معنی

غنم کا...... جنگی غنائم کا معنی کرنا درست نہیں ہے غنم کا معنی کسب وکار، عمل ومحنت سے مال کا حصول اور منفعت حاصل ہونا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے زمانے کا اسلامی معاشرہ غنیمت سے جو معنی سمجھتے تھے وہ معنی فقط جنگ کے نتیجہ میں حاصل شدہ مال نہیں ہے بلکہ اس معنی سے زیادہ وسیع تر تھا اسی طرح عربی زبان کی کتابوں میں لفظ غنم کا معنی درج ہے وہ اس کا عمومی معنی ہے۔ بحر حال اس کا معنی کسب کیا گیا ہے یعنی کسب وکار

سے حاصل ہونیوالے مال کوغنیمت کہا جاتا ہے۔ حضور(صلی اللہ علیہ وآلہ، سلم) کے دور میں ان تمام چیزوں سے خمس کی ادائیگی ہوتی تھی جن کے ذریعے مال منفعت حاصل ہوتا تھا۔ ان تمام مطالب کے ہوتے ہوئے آیت خمس کے بارے یہ کہنا کہ خمس فقط جنگی مال غنیمت سے ہے یہ درست نہیں ہے۔

نبی پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے خطوط اور بیانات میں نماز، ادائے زکات اوراس کے ساتھ ادائیگی خمس کی تاکید کرنا پھرخمس کی ادائیگی کے لیے خصوصی نمائندے بھیجنا جس طرح زکات کی وصولی کے لیے بھیجا کرتے تھے یا عاملین زکات کے ذمہ خمس کی وصولی کا کام لگانا یہ سب اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ خمس ایک انتہائی اہم فریضہ ہے اور زکات کے فریضہ کے علاوہ ہے۔

ا غنمتم سے مراد

ہم یہ بھی واضح کرتے جائیں کہ جن لوگوں نے اس آیت مجیدہ میں لفظ غنمتم کے معنی مال غنیمت کے لئے ہیں ان کی یہ قرآن میں لفظ غنمتم جس معنی میں استعمال ہوا ہے اس سے بھی خلاف ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے ایک اور مقام پر اسکی وضاحت فرمائی کہ اس میں غنمتم کے معنی کسبتم ہے یعنی اپنی کمائی کا پانچواں نہ کہ مال غنیمت کا کہ جو جنگوں کی صورت میں حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً و اتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم

تم لوگ جو بھی کماؤ یا پاؤ اس میں سے حلال وطیب کھاؤ اور تقوی اختیار کرو ...... کیونکہ حلال خوری کی تاکید عام ہے اس لئے غنیمت کیلئے مخصوص نہیں سمجھی جاتی اور اس آیت میں غنمتم سے غنیمت کے بجائے کل کمائی مراد لی جاتی ہے۔

فریضہ خمس کے خلاف حکمرانوں کی سازش

اس فریضہ کے بارے حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے وصال کے بعد آنے والے حکمرانوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی خاطر اس فریضہ میں تبدیلی کر دی۔ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے زمانے کے بعد حکمرانوں کی پالیسیاں فریضہ خمس کے خلاف تھیں۔ بہر حال وجوب خمس کا انکار انہوں نے بھی نہیں کیا البتہ اس میں کچھ تبدیلیاں ضرور لے آئے۔ ہم نے جو بحث کی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے اور جو اس فریضہ کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتا وہ اسلام کے ایک اہم فریضے کا انکاری ہے اور اس کے فریضہ پر جو اعتراضات لگائے گئے، اس کے جوابات ہم نے دے دیئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہی جوابات کافی اور شافی ہیں ان جوابات کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ انسان اس اسلامی فریضہ کے بارے کسی قسم کا شک کرے۔

سادات خمس وزکات دونوں سے محروم ہو جائیں گے

فریضہ خمس کے متعلق ہم یہاں پر تحقیق مزید پیش کرتے ہیں جسے صفحہ ۱۱۷ پر کتاب الخمس میں جناب آیۃ اللہ نوری نے بیان فرمایا ہے کہ...... اگر ہم یہ نظریہ اختیار کریں کہ خمس فقط غنائم جنگی سے ہے تو اس نظریہ کو اختیار کرنے کی صورت میں بنی ہاشم سادات خمس سے بھی محروم ہونگے اور زکات سے بھی ...... کیونکہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم میں بھی آیا ہے، سنن ابی داؤد میں احمد حنبل نے، ابوداؤد نے، نسائی نے، ترمذی نے، ان سب نے روایات نقل کی ہیں کہ بنی ہاشم جو ہیں وہ واجب صدقات یعنی زکات اپنے لیے استعمال نہیں کر سکتے اور اسی وجہ سے عاملین زکات کو سادات بنی ہاشم (علیہ السلام) سے نہیں لیا جاتا تھا بعض روایات جو شیعہ کتب میں اہل

بیت (علیہ السلامؑ) کی طرف سے وارد ہوئی ہیں اور اسی طرح اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہیں کہ زکات عام لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو سادات بنی ہاشمؑ کے لیے حرام قرار دیا ہے یہ وہ کرامت اور بزرگی ہے جو اللہ تعالی نے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی آل علیہ السلامؑ کو دی ہے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے اس سے ان کو منزہ اور پاک رکھا ہے، ان کے بدلے میں ان کے لیے خمس کو قرار دیا ہے۔

ایک ہاشمی سید کا واقعہ

صحیح مسلم میں ہے کہ فضل بن عباس اور ایک اور آدمی جو بنی ہاشمؑ سے تھا، دونوں محتاج تھے اور شادی کرنا چاہتے تھے اور ان کے پاس حق مہر دینے کے لیے پیسے نہیں تھے وہ دونوں حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس درخواست لے کر گئے کہ آپؐ ہمارے لیے زکات سے، جو زکات کی وصولی کرنے والوں کا حق ہے اس سے امداد کر دیں تو رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس رقم سے امداد دینے سے انکار کیا اور اپنے اصحاب سے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بچیاں ان کو بیاہ دیں اور محمیہ جس کا ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے خمس کی وصولی کے انچارج تھے، محمیہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابی کا نام ہے جو آپؐ کی طرف سے خمس کے اموال کا انچارج تھا' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کا حق مہر خمس سے دے دیں۔

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے زکات سادات بنی ہاشمؑ کو نہیں دی جاتی تھی اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خمس لینے اور دینے کا باقاعدہ نظام حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ

میں موجود تھا۔

حضور پاک(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کیلئے اللہ تعالیٰ کا عطیہ وتحفہ

حضرت نبی پاک(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے کوثر عطا کی اور یہ فرمایا کہ......
جولوگ آپ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی توہین کرتے رہتے ہیں اور آپ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو بے اولاد ہونے کے طعنے دیتے ہیں وہی ابتر ہیں اوراس کے ہمنوا بے اولاد ہیں اے رسول(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہم نے تو آپ کواولاد کثیر دی ہے......سورہ کوثر......اس سورہ کی تفسیر میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ سورہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور پاک(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کیلئے ایک تحفہ اور ہدیہ ہے اوراس میں کوثر سے مراد جناب سیدہ کونین(صلوات اللہ علیہا) ہیں اور یہ بات مسلمہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور پاک(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی اولاد اور آپ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی نسل ، آپ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی بیٹی سیدۃ عالمین(صلوات اللہ علیہا) سے چلی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو خوشخبری دی ......آپ دیکھیں اوائل اسلام سے لے کر آج تک آپ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی اولاد میں مسلسل اضافہ ہی ہو رہا ہے اوراس وقت کروڑوں کی تعداد میں سادات اس دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور قیامت تک ان کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہے گی۔ محاورہ ہے کہ جن کوتلوار سے قتل کیا جاتا ہے ان کی نسل اور زیادہ بڑھتی ہے خاندان نبوت کولوگوں نے تلوار سے ذبح کیا اوران کا خیال تھا کہ یہ نسل ختم ہو جائیگی۔ لیکن ان کی تعداد اور اولاد میں اضافہ ہی ہوتا رہا ہے اور حضور پاک(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی اولاد مشرق سے مغرب تک موجود ہے۔

سادات کیلئے زکات کا متبادل

زکات لینا سادات پر حرام ہے اور ان میں بہت سارے محتاج بھی ہیں جو اپنی زندگی گزارنے میں تنگدست ہیں اور اپنے روزگار کے لیے پریشان ہیں اور جنگ تو ہر جگہ اور ہر زمانے میں ہے نہیں کہ جنگی غنائم آئیں اور سادات کو ان کا خمس دیا جائے، اور جنگ ہمیشہ ہوتی بھی نہیں یا تو اس وجہ سے جنگ نہیں ہوتی کہ کافروں کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ زیادہ طاقتور ہوتے ہیں جیسا کہ اس دور میں کافر طاقت میں ہیں، اور بہت ساری جگہوں پر مسلمان بہت ہی کمزور ہو چکے ہیں اور وہ کافروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے بلکہ موجودہ حالات میں مسلمان ذلیل بھی ہو رہے ہیں اور وہ جنگ بھی نہیں کر سکتے۔ اس حالت زار کا شکوہ خدا کے پاس کرتے ہیں...... ایک تو یہ صورت ہے اس وجہ سے جنگ نہ ہوگی اور آجکل ہم اس صورتحال سے گزر رہے ہیں۔

اور دوسری صورت بھی ہے جس میں جنگ نہ ہوگی اور وہ اس وقت ہوگا جب اسلام کفر پر مکمل غالب آجائے گا تو اس وقت بھی جنگ رک جائے گی جیسے امام المنتظر عج مہدی (علیہ السلام) جب تشریف لائیں گے تو اس زمانہ میں جب پوری دنیا پر اسلام مکمل چھا جائے گا اور ناصران امام (علیہ السلام) مکمل طور پر غالب آجائیں گے تو ظاہر ہے اس وقت بھی کافروں کے ساتھ جنگ نہیں ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ بنی ہاشمؑ سے فقر کیسے اٹھے گا؟ اور کس طرح وہ اپنی ضروریات کو پورا کرینگے؟ ان کی معاشی بدحالی کیسے دور گی؟ انکے حالات سدھرنے کا کیا نظام ہے؟ تو کیا اسلام ناقص ہے اور اسلام نے تنے بڑے طبقہ کے فقراء کی معیشت کو سنوارنے کا کوئی انتظام نہیں کیا یہ اعتراض اس رت میں ہے جب یہ کہیں کہ خمس فقط جنگی غنائم سے ہے اور بس!

تو ہمیں اس کا حل سوائے اس کے نہیں ملتا کہ تجارت، زراعت، صنعت، ان سب میں خمس کا قائل ہونا پڑے گا کہ اسے ہاشمیوں کا حق قرار دیا گیا ہے تا کہ ان کی حق تلفی نہ ہو، درحقیقت خمس سادات بنی ہاشمؑ کیلئے زکات کا متبادل نظام ہے۔

فقط جنگی غنائم سے خمس دینے کا فتویٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کے خلاف ہے

اہلسنت کے ہاں مشہور ہے کہ خمس فقط جنگی غنائم سے ہے ان کا یہ فتویٰ اس کے خلاف ہے جو رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں مشہور و معروف تھا جیسا کہ آپؐ کے خطوط سے واضح ہوتا ہے (جو کہ پیچھے ہم نے ذکر کیے ہیں) ان سے واضح ہوتا ہے اس وقت کے مسلمان خمس سے جو سمجھتے تھے اہلسنت کا یہ فتویٰ اس سب کے مخالف ہے، اور اسی طرح جو کچھ عربی لغت کی کتابوں میں غنم کا معنی کیا گیا ہے اس کے بھی ایسا فتویٰ دینا مخالف ہے۔ غنم کا معنی ''کسب'' ہے یعنی کمانے اور کاروبار کے معنی میں آیا ہے۔

اسی طرح آئمہ معصومین (علیہم السلام) سے جو روایات سورہ انفال کی آیت ۴۱ جو آیت خمس ہے اس کے ضمن میں آئی ہیں۔ ان میں بڑا واضح بیان ہے کہ انسان جو کچھ کماتا ہے چاہے اس کی وہ کمائی تجارت کے ذریعہ ہو، زراعت کے ذریعہ ہو، صنعت وحرفت کے ذریعہ ہو، تھوڑی ہو، بہت ہو، تو اخراجات اپنے نکال کر اس سے جو کچھ بچے اس کا پانچواں دینا ہوتا ہے جس کو ارباح مکاسب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اسی طرح جنگی غنائم سے، سمندر اور دریاؤں میں غوطہ خوری کے ذریعہ ہو...... ہر حال اسے جو کچھ حاصل ہو اور معدنیات سے جو کچھ اسے ملے...... اسی طرح مال حلال حرام کے ساتھ مخلوط ہو جائے اور کافر ذمی جو مسلمان سے زمین خرید کرے۔ اس سب میں خمس ہے۔

تفصیلات توضیح المسائل میں موجود ہیں جنہیں ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ،

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا خمس کیلئے تاکید فرمانا

نبی کریم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے یہ ثابت ہے کہ وہ اپنے زمانے میں خمس ادا کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور ہر اس چیز سے خمس دینے کا حکم دیتے تھے جس پر کمائی اور منفعت کا عنوان صادق آتا تھا جس طرح لوگوں کو نماز قائم کرنے کا حکم دیتے تھے، زکات ادا کرنے کا فرماتے تھے ،اس کے ساتھ خمس ادا کرنے کا بھی علیحدہ حکم دیتے تھے جس طرح آپؐ نے زکات وصول کرنے کے لیے عاملین اور نمائندگان مقرر کیے اسی طرح خمس کی وصولی کے لیے بھی آپ نے نمائندگان مقرر فرمائے۔

حضرت آیت اللہ علی اکبر ہاشمی خمس کے ضرورت دین ہونے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

خمس کلی طور پر ضروریات اسلام میں سے ہے یعنی اسلام کے اعلی احکام میں خمس کا وہ مقام ہے جس کا انکار کسی شخص کیلئے ممکن نہیں اگر کوئی شخص خمس کا انکار کرے تو فقھی اعتبار سے کافر ہے اور اگر کوئی شخص ضروریات اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کرنا چاہے تو اسے کہنا پڑے گا کہ میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو نہیں مانتا اگر یہ کہے کہ میں پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قبول نہیں کرتا ہوں تو اس صورت میں اس کیلئے ضروریات دین کا انکار ممکن نہیں مثلاً کوئی شخص اسلام لانے کے بعد نہیں کہہ سکتا کہ اسلام میں نماز نہیں ہے چونکہ یہ ایک واضح بات ہے کہ ضروریات فقہ کا مرتبہ ضروریات دین سے کم ہے لیکن خمس کا مرتبہ ضروریات فقہ سے بلند ہے اور یہ ضرورت دین میں سے ہے (بحوالہ عدالت اجتماعی ج اص ۵۴۴ ، اردو ترجمہ ناشر موسۃ الامام المنتظرؑ قم)

ہم تحریر کر آئے ہیں کہ جب جناب فضل بن عباس اور بنی ہاشمؑ سے ایک اور آدمی

حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس حق مہر دینے کیلئے پیسے نہیں ہیں ۔آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں زکات وصول کرنے والے عاملین کے عنوان سے پیسے مہیا کردیں یعنی ہم سے یہ کام لیں اور ہمیں ضرورت کی رقم دیں تاکہ ہم حق مہر ادا کرسکیں۔

تو رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں زکات سے حق مہر دینے کا انکار فرمادیا اور دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ انہیں اپنی بیٹیاں بیاہ دیں اور ساتھ ہی آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے محمیہ سے فرمایا جو کہ آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابی تھے کہ خمس سے ان کا مہر ادا کردیں ۔محمیہ صحابی حضور(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے خمس کی وصولی پر مقرر تھے ۔
قارئین یہ بڑے واضح احکام ہیں جو خمس کے وجوب اور ضروریات دین ہونے کے بارے میں ہمارے لئے اس مسئلے کو روشن اور واضح کررہے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں خمس کے فرض ہونے اور ادا کرنے اور یہ کہ خمس کن چیزوں میں ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

خمس کے بارے اختلافات کا آغاز

جب حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں تمام مسلمان اس فریضے کو سمجھتے بھی تھے اور اسے ادا بھی کرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ فریضہ زکات کے فریضہ کے علاوہ ہے۔

اس کا جواب بڑا واضح ہے کہ خمس کے بارے میں جو بھی تبدیلیاں آئیں وہ حضور(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد آئیں اور خلافت کے دربار سے آئیں انہوں نے اپنے حکومتی مصالح اور مفادات کو دیکھتے ہوئے اس فریضہ میں تبدیلیاں کیں

انہوں نے خمس کے وجوب کا تو انکار نہیں کیا لیکن خمس کے فریضہ میں چند تبدیلیاں لے آئے جیسا کہ تاریخ کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے۔ ہم تبدیلیوں کو قارئین کی راہنمائی کے لیے بیان کر دیتے ہیں۔

فریضہ خمس میں تبدیلیاں

۱۔ پہلی تبدیلی تو یہ لائی گئی کہ خمس کا جو ایک عمومی عنوان تھا اس کو ختم کر کے اسے فقط جنگی غنائم کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا، جبکہ آیت میں جو لفظ غنم استعمال ہوا تھا وہ اس سے عام تر معنی پر صادق آتا تھا عربی لغت کی کتابوں سے بھی واضح ہے کہ غنم سے مراد وہ ہوتا ہے جو کچھ انسان کماتا ہے جو کچھ وہ منفعت حاصل کرتا ہے، کسی بھی ذریعے سے...... اسے غنم سے یاد کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری تبدیلی یہ لائی گئی کہ انہوں نے کہا کہ خمس میں جملہ ہے کہ ''فان للہ خمسہ'' (اللہ کے لیے اس کا خمس ہے) آیت شروع یہاں سے ہو رہی ہے انہوں نے کہا آیت میں ''اللہ کے لیے خمس ہے'' یہ لفظ اللہ تبرکا اور تیمناً استعمال ہوا ہے جس طرح ہم کوئی کام کرتے ہیں تو تبرک کے طور پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرتے ہیں تو یہاں بھی لفظ اللہ جو قرآنی آیت میں آیا ہے یہ تبرک وتیمن کے لیے ہے نہ کہ خمس میں کوئی خاص حصہ اللہ کے نام کا ہے۔

۳۔ تیسری تبدیلی خمس کے فریضہ میں یہ لائی گئی کہ خمس سے جو سہم نبی ہے ''للہ وللرسول'' رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ، تو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ جو تھا وہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال سے ختم ہو گیا ہے اور یہاں پر انہوں نے اس حصہ کو گھوڑے پالنے والوں کی ضروریات...... وہ گھوڑے جو جنگ میں استعمال ہوتے تھے اور جو اسلحے

کے نگہبان تھے اور مسلمانوں کے عمومی مفادات جو ہیں اس حصہ کو ان پر خرچ کیا جائے ،
یہاں پر البتہ یہ دیکھا جائیگا کہ جس میں زیادہ مصلحت ہے اس کو مقدم کریں گے ۔
حوالہ جات الخراج کے صفحہ ۲۲ الاموال کے صفحہ ۲۳۲ ۱ احکام القرآن للبصاص ،
تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۵۹ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ خمس کے ٦ حصے ہوا کرتے تھے ۔ اللہ کا اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا دو حصے یہ تھے ، اور ایک حصہ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے اقرباء کا تھا اور جب رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) رحلت فرما گئے ، تو خلیفہ اول نے خمس کو تین حصوں میں کر دیا اور اس طرح کی روایت جناب عمر سے بھی وارد ہوئی ہے اور بعد کے خلفاء نے بھی اسی فیصلہ کو برقرار رکھا ۔

تفسیر کشاف کے علاوہ تفسیر النسفی جلد ۲ صفحہ ٦١٦ ، المنار جلد ۲ صفحہ ۱۵ شرح النہج للمعتزلی

تفسیر درمنثور میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے وصال کے بعد اختلاف کیا گیا ، کہ خمس میں اللہ کا ، اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا اور قرابت داران رسول (صلی اللہ علیہ و آلــہ و سلــم) کا جو حصہ بنتا ہے ان تمام حصوں کے بارے اختلاف کیا گیا ۔ بعض نے کہا کہ قرابتداروں کا جو حصہ ہے اس سے مراد خلیفہ کے قرابتدار ہیں یہ ان کو دیا جائیگا ۔

اور اسی طرح بعض نے کہا کہ جو نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا حصہ ہے یہ نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے بعد خلیفہ کا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے اصحاب کی رائے اس میں آئی کہ یہ دونوں حصے جو ہیں جہاد کے لیے ...... اسلحہ خانہ کے محافظین کے لیے مخصوص کر دیئے جائیں ۔

بہر حال یہ تیسری تبدیلی تھی جو خمس کے فریضے میں لائی گئی ...... درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۹۵ ،

۴ ۔ چوتھی تبدیلی یہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ذی القربیٰ کا حصہ بھی حضور (صلی اللہ علیہ و آلہ و

سلم) کے وصال سے ختم ہو گیا ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اس سے مراد حاکم اور خلیفہ کے اقرباء ہیں۔ نہ کہ نبی پاک (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے اقرباء ہیں۔

۵۔ پانچویں تبدیلی اس میں یہ لائی گئی کہ خمس سارے کا سارا حاکم وقت کے لیے ہے جس طرح وہ چاہے اور جہاں چاہے وہ اس کو خرچ کرے۔

چنانچہ قرطبی نے اسے تفسیر مع الاحکام القرآن میں اس طرح لکھا ہے کہ خمس کی تقسیم کی کیفیت کے بارے میں علماء کے ۶ اقوال ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ علماء اہلسنت کی بات ہو رہی ہے ان اقوال میں پانچواں قول ابوحنفیہ کا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خمس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل، اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ حضور کے وصال سے جو قرابتداری کا عنوان تھا اب وہ ختم ہو گیا ہے کہ جس طرح خود نبی اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا جو حصہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور اللہ کا حصہ جو ہے وہ سرے سے ہے ہی نہیں۔

۶۔ چھٹا قول مالک کا ہے مالک، کہتا ہے جو وقت کا امام ہے اسی کی طرف خمس کا معاملہ پلٹایا جائے گا جیسے وہ چاہے گا یا جس طرح اس کا اجتہاد ہو گا، وہ اسی طرح کرے گا۔ اس کے لیے نہ تو کوئی مقدار معین ہے اور نہ ہی کوئی حد اور قرابت بھی وہ خود طے کرے گا جس کو وہ جتنا مناسب سمجھے گا، دے گا اور باقی وہ مسلمانوں کے مفادات کے لیے خرچ کرے گا۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ چاروں خلفاء نے اس کے مطابق عمل کیا ہے تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۱۱۰ اور تفسیر منات جلد ۱۰ صفحہ ۱۷،

چھٹا قول یہ ہے کہ یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل سے مراد بنی ہاشمؑ کے یتامیٰ و مساکین اور ابن سبیل نہیں بلکہ اس سے مراد سارے یتامی و مساکین اور ابن سبیل ہیں چاہے وہ بنی ہاشمؑ سے ہوں یا ان کے غیر ہوں۔ سب کو یہ حکم شامل ہے۔

بہر حال یہ سب وہ اقوال ہیں جو خمس کے بارے اہلسنت کے علماء نے دیے ہیں۔ یہ اس لیے دے رہے ہیں تاکہ ہمارا قاری اس بات کو سمجھ سکے کہ جس اختلاف کا رونا دقائق اسلام کے سرپرست نے رویا ہے کہ یہ مسئلہ تو صدر اسلام سے اختلافی ہے یہ اختلاف خمس کے وجوب کے بارے نہیں تھا بلکہ اس کی تقسیم کے بارے تھا اور یہ اختلاف اس بارے تھا کہ خمس کن کن چیزوں سے دینا واجب ہے؟

ایک بات ہمارے قاری کے ذہن میں رہے کہ صدر اسلام سے مراد حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا زمانہ لیا جائے تو اس میں یہ حکم اختلافی نہیں تھا حکم بڑا واضح تھا رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس پر خود عمل کیا اور اس وقت اُمت بھی اسی پر عمل پیرا تھی البتہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد جب یہ مسئلہ خلفاء کے ہاتھ میں آیا تو وہ اپنے اپنے اجتہادات کر کے اپنے مفادات کے تحت اس میں تبدیلیاں لے آئے لیکن کہیں بھی خمس کے ضروری دین ہونے کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا جب کہ یہ صاحب خمس کے ضروری دین ہونے کا انکار کر رہے ہیں یعنی جس کا انکار صدر اسلام میں نہیں ہوا آپ نے ابھی دیکھا کہ جتنے بھی اقوال ہیں وہ خمس کی تقسیم کے بارے ہیں خمس کے واجب ہونے یا ضروری دین ہونے کے بارے یہ اقوال نہیں ہیں۔

اس بات کو ہم یہیں پر ختم کرتے ہیں اور خمس کے فریضے کے ساتھ کس طرح کا کھیل کھیلا گیا اور اس فریضے کو کم اہمیت کس نے قرار دیا اور کب دیا گیا؟ اور کون کون اس کے ذمہ دار ہیں؟ اس بات کو ہم چھوڑتے ہیں۔

اس جگہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قرابت داروں کو خمس نہ دینے کا سب سے پہلا اقدام خلافت کے دور میں ہوا۔

ایک قابل توجہ نکتہ

ہم اوپر پڑھ آئے ہیں کہ خلافت کے شروع ہوتے ہی فریضہ خمس کی ادائیگی کے بارے اور اس کے کتنے حصے ہیں اختلاف شروع ہو گئے اور انہوں نے اپنے سیاسی مصلحتوں کے تحت تبدیلیاں کیں ہمارے مجتہدین کے فتاویٰ جو کہ احادیث صحیحیہ کی روشنی میں دیے گئے ہیں یہ ہے کہ اللہ کا حصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ ذوی القربیٰ کا حصہ۔ ان تین حصوں کو سہم امامؑ کہا جاتا ہے اور اس حصہ کا خاتمہ بھی شروع خلافت میں کر دیا گیا۔ جس کے بارے آج کے دور میں بعض حضرات یہ کہہ کر سابقہ حکمرانوں کے فیصلہ کی تائید کر رہے ہیں (دانستہ یا نادانستہ) کہ اس دور میں سہم امامؑ ساقط ہے فقط مال سادات ادا کرنا ہے۔

بہرحال ہمارے مراجع تقلید نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں فریضہ خمس کی کو نہ فقط مذہب شیعہ کی ضروریات سے قرار دیا ہے بلکہ اسے ضروری دین بھی لکھا ہے اور خمس کے دو حصے بیان کئے ہیں ایک حصہ مال امامؑ ہے اور دوسرا حصہ مال سادات ہے اور ہر دو کا ادا کرنا واجب ہے کوئی ایک حصہ بھی کیس بھی صورت میں ساقط نہیں ہے جس کے بارے تفصیلات بعد کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

صحیح بخاری میں خمس کے بارے بیان

صحیح بخاری کے پارہ نمبر ۱۲ کتاب الجہاد والسیر کے صفحہ ۵۹ پر ہے باب ''فرض الخمس''......جس میں حدیث بیان کی گئی ہے کہ حضرت علی (علیہ السلام) کو جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہؐ نے اونٹنیاں عطا فرمائیں خود یہ عنوان بتا رہا ہے کہ اہل سنت کے ہاں خمس کا فریضہ زکات کے فریضہ کے علاوہ ہے۔ اسی پارہ کے صفحہ ٦٦ پر ہے

٥ ضبعی کہتا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے سنا کہ انہوں نے فرمایا ......

قدم وفد عبدالقیس فقالوایا رسول اللہ ان ھذا الحی من ربیعة بیننا وبینك کفار مضر فلسنا نصل الیك الافی الشھر الحرام فمرنا بامر ناخذ منه وندعوالیه من ورائنا قال امر کم باربع وانھکم عن اربع الایمان باللہ شھادة ان لا اله الا اللہ وعقد بیده...... واقام الصلواة وایتاء الزکوة وصیام رمضان وأن تؤدوا لله خمس ماغنمتم وانھاکم عن الدباء والنقیر والحنتم والمزفت۔

ترجمہ: عبدالقیس کا ایک وفد آیا اور انہوں نے آ کر کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ہماری بستی جو ربیعہ سے متعلق ہے ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان مضر قبائل کے کافر ہیں ان کی وجہ سے ہم آپ کے پاس نہیں آ سکتے مگر ایسے مہینے میں جس میں جنگ کرنا حرام ہوتی ہے پس آپ ہمیں ایسے حکم نامہ دے دیں کہ جسے ہم لے لیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی طرف آپ کے پیغام کو لے جائیں...... حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں آپ کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں کے چھوڑنے کا حکم دیتا ہوں...... شہادت توحید ایمان کی گواہی کے بعد وہ چار اعمال جن کے کرنے کا حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا وہ یہ ہیں۔

۱۔ نماز قائم کرو ۲۔ زکات ادا کرو ۳۔ رمضان کے روزے رکھو۔ ۴۔ جو کچھ تم کماؤ اس سے اللہ کے لیے خمس ادا کرو۔

تبصرہ:

اس حدیث میں واضح ہے کہ زکات اور فریضہ ہے اور خمس اور فریضہ ہے ان دونوں فریضوں کو آپس میں گڈمڈ نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات تمام اسلامی فرقوں میں تسلیم شدہ ہے جیسا کہ بعد والی بحثوں میں آپ مزید تفاصیل پڑھو گے۔

تفسیر نمونہ

تفسیر نمونہ سے خمس کی اہمیت

مشہور شیعہ تفسیر، تفسیر نمونہ جسے بزرگ علماء کرام اور آیات عظام کی ایک جماعت نے تحریر کیا ہے جس کا اردو میں ترجمہ پاکستان میں دستیاب ہے ہم خمس کے سلسلے میں ان کی مکمل تحریر یہاں پر دے رہے ہیں۔ یقیناً قارئین کرام کے لیے اس مضبوط اور مستحکم تحریر سے اسلام میں خمس کی اہمیت واضح اور روشن ہوگی۔

آیت خمس میں ذی القربیٰ سے مراد

''ذی القربیٰ'' سے کیا مراد ہے: اس آیت میں ''ذی القربیٰ'' سے مراد نہ تو سب لوگوں کے رشتہ دار ہیں اور نہ ہی رسول اللہؐ کے سب رشتہ دار بلکہ آئمہ اہل بیت (علیہم السلام) مراد ہیں۔ اس امر کی دلیل وہ متواتر روایات ہیں جو اہل بیت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طرق سے نقل ہوئی ہیں۔

کتب اہل سنت میں بھی اسی طرف اشارے ہیں۔

اس بناء پر وہ لوگ کہ جو خمس کے ایک حصے کو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تمام رشتہ داروں سے متعلق قرار دیتے ہیں انہیں اس سوال کا سامنا کرنا پڑے گا کہ یہ کیسا امتیاز ہے جو اسلام نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رشتہ داروں سے متعلق روا رکھا ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام نسل، قوم اور قبیلہ سے بالاتر ہے۔ لیکن اگر اسے ائمہ اہل بیت (علیہم السلام) سے مخصوص سمجھیں تو اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اور اسلامی حکومت کے رہبر و رہنما تھے اور ہیں تو خمس کا ایک حصہ ان

سے مختص کیے جانے کی علت واضح ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں خدا کا حصہ، پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا حصہ اور ذی القربیٰ کا حصہ تینوں حصے حکومت اسلامی کے قائد ورہبر سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی سادہ زندگی کا اس سے انتظام کرتا ہے باقی مختلف مخارج کہ جو رہبری اُمت کا لازمہ ہیں کے لیے صرف کرتا ہے۔ یعنی حقیقت میں یہ حصہ معاشرے اور عوام کی ضرورت کے لیے ہے۔

بعض مفسرین اہل سنت ''ذی القربیٰ'' پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے تمام رشتہ داروں کو سمجھتے ہیں۔ مثلاً المنار کا مؤلف بھی اسی بات کا قائل ہے لہذا وہ مذکورہ اعتراض کے جواب میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی اسلامی حکومت کے لیے تشریفات اور تکلفات کا قائل ہوا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم وقبیلہ کو مال کے ذریعے اپنے گرد جمع رکھا۔ واضح ہے کہ اس قسم کی منطق کسی طرح بھی ایک عالمی اسلامی انسانی اور قوم و قبیلہ کے امتیازات سے پاک حکومت سے مناسبت نہیں رکھتی۔

آیت خمس میں یتامیٰ ومساکین وابن السبیل سے مراد

''یتامیٰ ومساکین وابن السبیل'' سے یہاں کیا مراد ہے: کیا اس سے مراد صرف بنی ہاشمؑ اور سادات، کے یتیم، مسکین اور مسافر ہیں؟ (یا پورا امت کے یتامیٰ ومساکین وابناء سبیل مراد ہیں؟) اگرچہ ظاہر آیت تو مطلق ہے اور اس میں کوئی قید دکھائی نہیں دیتی۔ اس سلسلے میں ہم جو اسے (سادات کے لیے) منحصر قرار دیتے ہیں تو اس کی دلیل وہ بہت سی روایات ہیں جو طرق اہل بیت (علیہم السلام) میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن میں بہت سے احکام بطور مطلق آئے ہیں لیکن ان کی ''شرائط و قیود''

''سنت'' کے وسیلے سے بیان ہوئی ہیں اور یہ بات زیر بحث آیت میں ہی منحصر نہیں جو تعجب کیا جائے۔

علاوہ ازیں اگر ہم دیکھیں کہ بنی ہاشم کے حاجت مندوں کے لیے زکات مسلمہ طور پر حرام ہے تو چاہے کہ کسی دوسرے ذریعے سے ان کی احتیاجات پوری کی جائیں یہی امر اس کا قرینہ ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں بنی ہاشم کے حاجت مندوں کے لیے مخصوص حکم ہے۔

لہذا احادیث میں ہم پڑھتے ہیں کہ امام جعفر صادق(علیہ السلام) فرماتے ہیں ۔

جب خدا تعالیٰ نے ہم پر زکات حرام فرمائی تو ہمارے لیے خمس مقرر فرمایا یہی وجہ ہے کہ زکات ہم پر حرام ہے اور خمس حلال ہے۔

وسائل الشیعہ ج ۲ بحث خمس ، وسائل الشیعہ ج ۲ بحث خمس

آیت خمس میں غنیمت سے مراد

کیا ''غنائم'' سے مراد فقط جنگی مال غنیمت ہے؟ دوسرا اہم موضوع جس پر اس آیت کے حوالے سے تحقیق کیا جانا چاہیے اور درحقیقت جس میں ایک اچھی بحث متمرکز ہے، یہ ہے کہ لفظ غنیمت جو زیر نظر آیت میں آیا ہے کیا فقط جنگی مال غنیمت کے بارے میں ہے یا اس کے مفہوم میں ہر طرح کی آمدن شامل ہے۔

پہلی صورت میں آیت فقط جنگی غنائم کے خمس کے بارے میں بیان کر رہی ہے اور دیگر امور میں خمس کے بارے میں ہمیں صحیح و معتبر سنت اور روایات سے استفادہ کرنا چاہیے اور اس بات میں کوئی امر مانع نہیں کہ قرآن نے جہاد کے مسائل کے ذیل میں خمس کے ایک حصے کی طرف اشارہ کیا ہے اور دوسرے حصے کے بارے میں سنت سے

وضاحت ہوئی ہے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہر روز کی پنجگانہ نماز کا صریحاً ذکر ہے اور اسی طرح واجب نمازوں میں سے طواف کی نمازوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن نماز آیات جس پر شیعہ سنی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا۔ اور کوئی یہ نہیں کہتا کہ نماز آیات کا چونکہ قرآن میں ذکر نہیں اور اس کا تذکرہ فقط سنت پیغمبرؐ میں آیا ہے لہذا اس پر عمل نہیں کیا جانا چاہیے۔

اسی طرح قرآن میں بعض غسلوں کی طرف اشارہ ہوا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا ان سے صرف نظر کرلیا جائے۔ یہ ایسی منطق ہے جسے کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا۔

لہذا اس امر میں کوئی اشکال نہیں کہ قرآن خمس کے مواقع میں سے صرف ایک کی طرف اشارہ کرے اور باقی کو سنت پر چھوڑ دے۔ فقہ اسلام میں ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

غنیمت کا لغت عربی میں معنی

لیکن اس کے باوجود ہمیں دیکھنا چاہیے کہ لفظ غنیمت لغت میں اور عرف میں کیا معنی دیتا ہے۔ کیا واقعاً یہ لفظ جنگی غنائم میں منحصر ہے یا ہر قسم کی آمدن اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ جو کچھ لغت کی کتب سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس لفظ کی اصل جنگ کے حوالے سے نہیں اور نہ یہ اس چیز ہی کو کہتے ہیں جو دشمن سے ہاتھ لگے بلکہ ہر قسم کی درآمد اور وصولی کو غنیمت کہتے ہیں۔ بطور شاہد ہم چند ایک ایسی مشہور لغت کی کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو علماء اور ادباء عرب کی مورد استناد ہیں۔

والغنم الفوز بالشی من غیر مشقة......... والغنم، الغنیمة والمنعنم الفی.........

وفی الحدیث الرهن لمن رهنه له غنمه وعلیه غرمه، غنمه زیادته ونمآئه وفاضل قیمته.......... وغنم الشی فازبه..........

"غـنم" یعنی مشقت اور زحمت کے بغیر کسی چیز پر دسترس حاصل کرنا نیز ''غنم''، غنیمت اور مغنم فییٔ کے معنی میں ہیں (فییٔ بھی لغت میں ایسی چیزوں کے معنی میں ہے جو زحمت اور تکلیف اُٹھائے بغیر انسان تک پہنچ جائیں) اور حدیث میں آیا ہے کہ ''رھن'' اس کے لیے ہے جس نے اسے اپنے پاس رہن رکھا ہے، غنیمت اور اس کے منافع اس کے لیے ہیں اور اس کا نقصان بھی اسی کے لیے ہوگا۔ نیز ''غنم'' زیادتی، نمو اور قیمت میں اضافہ کے معنی میں ہے اور فلاں چیز کو غنیمت کے طور پر لیا یعنی اس تک دسترس حاصل کی۔

والغنم الفوز بالشی بلا مشقة

غنیمت اس چیز کو کہتے جس پر انسان بغیر مشقت کے دسترس حاصل کرے کتاب ''قاموس''، میں بھی ''غنیمت'' اسی مذکورہ معنی میں ذکر ہوا ہے۔

''غنیمت''، ''غنم'' کی اصل سے گوسفند کے معنی سے لیا گیا ہے۔

راغب مزید کہتا ہے:

ثم استعملوافی کل مظفور به من جهة العدی وغیره

بعد ازاں یہ لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہونے لگا جو دشمن سے یا غیر دشمن سے حاصل کی جائے۔

یہاں تک کہ جن لوگوں نے ''غنیمت'' کے معانی میں سے ایک معنی ''جنگی غنائم'' بیان کیا ہے وہ بھی اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اس کا اصلی معنی ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے جو ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو انسان بغیر مشقت کے حاصل کرے۔

عام استعمال میں بھی ''غنیمت''، ''غرامت'' کے مقابلے میں ذکر ہوتا ہے۔ تو جس طرح

غرامت کا معنی وسیع ہے اور ہر قسم کے تاوان اور ادائیگی پر محیط ہے اسی طرح غنیمت بھی وسیع معنی رکھتا ہے اور ہر ایسی درآمد اور وصولی پر محیط ہے جو قابل ملاحظہ ہو۔ نہج البلاغہ میں بہت سے مواقع پر یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے خطبہ ۷۶ میں ہے:

اغتنم المھل

مہلتوں اور مواقع کو غنیمت سمجھو۔

خطبہ ۱۲۰ میں ہے:

مناخذھا الحق وغنم

جو شخص دین خدا پر عمل کرے گا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے اور فائدے اُٹھائے گا۔

خطبہ ۵۳ میں حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) مالک اشتر سے فرماتے ہیں۔

ولا تکونن علیھم سبعاضاریاتغتنم اکلھم

مصر کے لوگوں کے لیے درندے کی طرح نہ ہو جانا کہ انہیں کھا جانا اپنے لیے غنیمت اور درآمد سمجھنے لگو۔

خطبہ ۴۵ میں عثمان بن حنیف سے فرماتے ہیں۔

فواللہ ماکنزت من دنیاکم تبراً ولا ادخرت من غنآئمھا وفرا

خدا کی قسم میں نے تمہارے سونے سے ذخیرہ اکٹھا نہیں کیا اور اس کے غنائم اور درآمدات سے زیادہ مال جمع نہیں کی۔ نیز کلمات قصار کے جملہ ۳۳۱ میں آپ (علیہ السلام) فرماتے ہیں:

ان اللہ جعل الطاعۃ غنیمۃ الاکیاس

خدا نے اطاعت کو عقلمندوں کے لیے غنیمت اور فائدہ قرار دیا ہے۔

خطبہ ۱۴۱ میں ہے:

واغتنم من استقرضك فی حال غناك

اگر کوئی شخص تیری تونگری کی حالت میں تجھ سے قرض چاہے تو اسے غنیمت سمجھ۔

اس قسم کی دیگر تعبیریں بہت زیادہ ہیں جو سب کی سب نشاندہی کرتی ہیں کہ لفظ غنیمت جنگی غنائم میں منحصر نہیں ہے۔

غنیمت کے بارے مفسرین اہل سنت کے بیانات

باقی رہے مفسرین......تو بہت سے مفسرین کہ جنہوں نے اس آیت کے بارے میں بحث کی ہے، صراحت کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ ''غنیمت'' اصل میں ایک وسیع معنی رکھتا ہے اور اس میں جنگی غنائم اور ان کے علاوہ غنائم اور کلی طور پر ہر وہ چیز شامل ہے جسے انسان زیادہ مشقت کے بغیر حاصل کر لے۔ یہاں تک کہ جنہوں نے فقہاء اہل سنت کے فتویٰ کی بناء پر آیت کو جنگی غنائم کے ساتھ مخصوص کیا ہے وہ پھر بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اس کے اصلی معنی میں یہ قید موجود نہیں ہے بلکہ انہوں نے ایک اور دلیل کی وجہ سے یہ قید لگائی ہے۔

اہل سنت کے مشہور مفسر قرطبی اپنی تفسیر میں آیت کے ذیل میں یوں رقم طراز ہے:

جان لو کہ (علماء اہل سنت) کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت (واعلموا انما غنمتم) میں غنیمت سے مراد وہ اموال ہیں کہ جو جنگ میں قہر و غلبہ کی وجہ سے لوگوں کو ملیں لیکن توجہ رہے کہ یہ قید جیسا کہ ہم نے کہا ہے اس کے لغوی معنی میں موجود نہیں ہے لیکن عرف شرح میں یہ قید آئی ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ ص ۲۸۴۰)

فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں:

الغنم الفوز بالشی

غنیمت یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے حصول پر کامیاب ہو جائے۔
لغت کے لحاظ سے اس معنی کے ذکر کے بعد کہتے ہیں:
شرعی معنی (فقہاء اہل سنت کے نظریے کے مطابق) وہی جنگی غنائم ہیں۔ (تفسیر فخر الدین رازی جل ۱۵ اص ۱۶۴)
نیز تفسیر المنار میں ایک وسیع معنی ذکر کیا گیا ہے اور اسے جنگی غنائم سے مخصوص نہیں کیا گیا اگر چہ صاحب تفسیر کا عقیدہ ہے کہ مندرجہ بالا آیت کے وسیع معنی کو قید شرعی کی وجہ سے جنگی غنائم ہی میں محدود سمجھنا چاہے۔ (تفسیر المنار جلد ۱۰ اص ۳ تا ۷)
مشہور سنی مفسر آلوسی کی تفسیر روح المعانی میں بھی ہے کہا
غنم اصل میں ہر قسم کے فائدے اور منفعت کے معنی میں ہے (تفسیر روح المعانی جلد ۱۰ اص ۶)

شیعہ مفسرین کا بیان

تفسیر مجمع البیان میں آیت خمس کی تشریح کے موقع پر لکھا گیا ہے:

قال اصحابنآ ان الخمس واجب فی کل فآئدة تحصل للانسان من المکاسب وارباح التجارات، وفی الکنوز والمعادن والغوص وغیر ذٰلك مما هومذکور فی الکتب ویمکن ان یستدل علی ذٰلك بهذدالاٰ یة فان فی عرف اللغة یطلق علی جمیع ذٰلك اسم الغنم والغنیمة (تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ص ۵۴۴، ۵۴۳)

علماء شیعہ کا یہ نظریہ ہے کہ خمس ہر اس فائدے پر واجب ہے جو انسان حاصل کرتا ہے چاہے وہ کسب وتجارت کے طریق سے ہو یا خزانہ اور معدنیات سے یا دریا میں غوطہ کے ذریعے سے اور دیگر وہ امور جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور اس آیت سے بھی اس دعویٰ پر استدلال پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ عرف لغت میں ان تمام چیزوں کو غنیمت کہا

جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان کے مصنف کی طرف غلط نسبت

حیرانگی کی بات ہے کہ ایک خودغرض شخص جو عوام کے افکار میں سم پاشی کے لیے خاص طور پر مامور ہے اس نے خمس کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں سے اس نے تفسیر مجمع البیان کی عبارت میں رسواکنندہ تحریف کی ہے۔ اس کی عبارت کے پہلے حصے کو اس میں غنیمت کی تفسیر کے لیے جنگی غنائم کا ذکر کیا گیا ہے بیان کر دیا گیا ہے لیکن اس توضیح کو جو اس کے لغوی معنی کی عمومیت کے لیے اور آیت کے معنی کے حوالے سے آخر میں کی گئی ہے اسے بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اس عظیم اسلامی مفسر کی طرف ایک جھوٹے مطلب کی نسبت دی گئی ہے۔ گویا اس کے خیال میں تفسیر مجمع البیان صرف اسی کے پاس ہے اور کوئی دوسرا اس کا مطالعہ نہیں کرے گا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس خیانت کا وہ صرف اسی موقع پر مرتکب نہیں ہوا بلکہ دوسرے مواقع پر بھی جو کچھ اس کے فائدے میں تھا اسے لے لیا ہے اور جو اس کے نقصان میں تھا اُسے نظر انداز کر دیا ہے۔

تفسیر المیزان میں بھی علماء لغت کے کلمات کے حوالے سے تصریح کی گئی ہے کہ ''غنیمت'' ہر قسم کے فائدہ کو کہتے ہیں کہ جو تجارت یا کسب و کار یا جنگ کے ذریعے انسان کے ہاتھ لگے اور زیر نظر آیت کا محل نزول اگرچہ جنگی غنائم ہے تاہم ہم جانتے ہیں کہ محل نزول آیت کے مفہوم کی عمومیت کو مخصوص نہیں کر سکتا۔ (المیزان جلد ۹ صفحہ ۸۹)

جو کچھ کہا جا چکا ہے اس تمام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ:

آیت غنیمت ایک وسیع معنی رکھتی ہے اور ہر قسم کی آمدن، فائدے اور منفعت پر محیط ہے کیونکہ اس لفظ کا لغوی معنی عام ہے اور اسے کسی خاص معنی میں محدود کرنے کے لیے کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔

اہل سنت کا کمزور موقف

وہ واحد چیز جس کا بعض اہل سنت مفسرین نے سہارا لیا ہے یہ ہے کہ قبل و بعد کی آیات جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہ امر اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت غنیمت میں بھی جنگی غنائم کی طرف اشارہ ہے جب کہ ہم جانتے ہیں کہ آیتوں کی شان نزول اور سیاق و سباق آیت کی عمومیت کو محدود نہیں کرتے۔ زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ آیت کا مفہوم عمومی ہو جب کہ اس کا محل نزول جنگی غنائم ہوں کہ جو اس کلی حکم کا ایک جزوی مصداق ہیں۔ مثلاً سورہ حشر کی آیت ۷ میں ہے:

مآ اتکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فانتھوا

جو کچھ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لیے لائے اسے قبول کر لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

فرامین پیغمبر (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی پیروی کے لازمی ہونے کے بارے میں یہ آیت ایک عمومی حکم بیان کر رہی ہے حالانکہ اس کا محل نزول ایسے اموال ہیں کہ جو دشمنوں سے بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگیں (اور اصطلاح میں اسے ''فیئ'' کہتے ہیں)

نیز سورہ بقرہ کی آیہ ۲۳۳ میں یہ قانون ایک عمومی صورت میں بیان ہوا ہے:

لا تکلف نفس الا وسعھا۔

کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دی جا سکتی۔

حالانکہ اس آیت کا محل نزول دودھ پلانے والی عورتوں کی اجرت ہے اور نومولود بچے کے باپ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق انہیں اُجرت دے۔ تو کیا ایسے خاص موقع پر آیت کا نازل ہونا اس قانون (جس کی طاقت نہ ہو وہ ذمہ داری نہیں ہے) کی عمومیت کو ختم کر دیتا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت جہاد کی آیات کے ضمن میں آئی ہے لیکن کہتی ہے کہ ہر فائدہ جو تمہیں کسی بھی مقام سے حاصل ہو کہ جس میں ایک جنگی مال غنیمت ہے اس کا خمس ادا کرو۔ خصوصاً لفظ ''ما'' جو موصولہ ہے اور لفظ ''شیٔ'' (کچھ، کوئی چیز) دونوں عام ہیں اور کوئی قید و شرط نہیں رکھتے اس امر کی تائید کرتے ہیں۔

آدھا خمس سادات کے لیے قرار دیے جانے پر اعتراض اور جواب

کیا نصف خمس کا بنی ہاشمؑ کے لیے مخصوص ہونا ترجیح نہیں ہے؟ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کا یہ مالیاتی حکم بیس فیصد اموال پر مشتمل ہے اس میں سے آدھا یعنی دس فیصد سادات اور اولاد پیغمبر (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ ایک قسم کا نسلی اور خاندانی امتیاز ہے اور اس میں یوں رشتہ داری کو ترجیح دی گئی نظر آتی ہے اور یہ بات اسلام کی عدالت اجتماعی اور اس کے عالمی ہونے کی روح کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ ایسی سوچ رکھتے ہیں انہوں نے اس اسلامی حکم کی شرائط اور خصوصیات کا مطالعہ نہیں کیا کیونکہ اس اعتراض کا مکمل جواب خود انہی شرائط میں پوشیدہ ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آدھا خمس جو سادات اور بنی ہاشمؑ سے مربوط ہے وہ ان میں سے صرف حاجت مندوں کو دیا جانا چاہیے وہ بھی ایک سال کی ضروریات کے مطابق اور اس سے زیادہ نہیں۔ اس بناء پر صرف وہی افراد اس سے استفادہ کر سکتے ہیں جو بالکل کام نہیں کر سکتے اور بیمار ہیں یا چھوٹے یتیم بچے ہیں اور یا وہ ہیں جو کسی وجہ سے زندگی کے مخارج کے لحاظ سے تنگی اور سختی سے دو چار ہیں لہذا وہ لوگ جو کام کرنے کی قدرت رکھتے ہیں (بالفعل یا بالقوہ) ان کی ایسی آمدن ہے جو ان کے کاروبار زندگی کو چلا سکے تو وہ خمس کے اس حصے سے ہرگز استفادہ نہیں کر سکتے اور یہ بات جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ سادات خمس لے سکتے ہیں چاہے ان کے گھر کا پرنالا سونے کا ہو دراصل یہ ایک جاہلانہ عوامی بات سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی اور اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سادات اور بنی ہاشمؑ کے فقراء و مساکین حق نہیں رکھتے کہ زکات میں سے کوئی چیز صرف کریں اور اسکی بجائے صرف خمس کے اسی حصہ سے صرف کر سکتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر سہم سادات جو کہ خمس کا آدھا حصہ ہے موجود سادات کی ضروریات سے زیادہ ہو تو اسے بیت المال میں داخل کرنا ہوگا اور اسے دوسرے مخارج میں صرف کیا جائے گا۔ جیسا کہ اگر سہم سادات ان کی کفایت نہ کرے تو بیت المال یا کسی اور مد میں سے ان کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔

مندرجہ بالا تینوں پہلوؤں کی طرف توجہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقت میں مادی لحاظ سے سادات اور غیر سادات میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔

غیر سادات محتاج اپنے سال بھر کے مخارج زکات سے لے سکتے ہیں لیکن وہ خمس سے

محروم ہیں اور سادات میں سے جو محتاج ہیں وہ صرف خمس سے استفادہ کر سکتے ہیں لیکن زکات سے استفادہ کا حق نہیں رکھتے۔

درحقیقت یہاں دو صندوق موجود ہیں۔

۱۔ خمس کا صندوق۔

۲۔ زکات کا صندوق۔

ان دو گروہوں میں سے ہر ایک کا حق ہے کہ ان دو میں سے صرف ایک سے استفادہ کرے وہ بھی مساوی مقدار میں یعنی ایک سال کی ضرورت کے برابر (غور کیجئے گا)۔

لیکن جن لوگوں نے ان شرائط اور خصوصیات میں غور نہیں کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ سادات کے لیے بیت المال سے زیادہ حصہ مقرر کیا گیا ہے یا وہ مخصوص امتیاز سے نوازے گئے ہیں۔

سادات کے لیے خمس سے حصہ قرار دینے کا فلسفہ

صرف ایک سوال سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ اگر ان دو کے درمیان نتیجہ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے تو پھر ایسے مختلف پروگرام کا کیا مقصد ہے؟

ایک مطلب پر توجہ کرنے سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ خمس اور زکات میں ایک اہم فرق ہے اور وہ یہ کہ زکات ایسے مالیات میں سے ہے جو دراصل عام اسلامی معاشرے کے اموال کا جزء شمار ہوتے ہیں لہذا ان کے مصارف بھی عموماً اسی حصہ میں ہوتے ہیں لیکن خمس ایسے مالیت میں سے ہے جو حکومت اسلامی سے مربوط ہیں یعنی اسلامی حکومت چلانے والوں کے مخارج و مصارف اس سے پورے

ہوتے ہیں۔

اس بناء پر سادات کا عمومی اموال (زکات) سے دور ہونا در حقیقت اس لیے ہے کہ اس حصہ سے پیغمبرؐ کے رشتہ داروں کو دور رکھا جائے تا کہ مخالفین کے ہاتھ یہ بہانہ نہ آئے کہ پیغمبرؐ نے اپنے رشتہ داروں کو عمومی اموال پر مسلط کر دیا ہے۔ لیکن دوسری طرف محتاج سادات کا بھی کسی طرح گزارہ ہونا چاہیے تو اس کا اسلامی قوانین میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کے فنڈ سے ان کی ضروریات پوری کر دی جائیں نہ کہ عام لوگوں کے فنڈ سے حقیقت میں خمس نہ صرف یہ کہ سادات کے لیے ایک امتیاز نہیں ہے بلکہ انہیں عام لوگوں کے مفاد سے ایک طرف رکھنے کے لیے اور کسی قسم کے برے گمان کے پیدا ہونے سے بچنے کے لیے بھی ایک اقدام ہے۔

اگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ عبارت آئی ہے: کرامة لهم عن اوساخ الناس تو اس کا مقصد یہ تھا کہ سادات زکات سے جو ایک طرح سے لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے، الگ رہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک طرف تو سادات کو اس ممنوعیت اور محرومیت پر قانع کیا جائے اور دوسری طرف سے لوگوں کو سمجھایا جائے کہ جتنا ہو سکے بیت المال پر بوجھ نہ بنیں اور زکات ایسے لوگوں کے لیے چھوڑ دیں جو شدید ضرورت رکھتے ہیں۔

آیت خمس میں حصہ خدا سے مراد

خدا کے حصے سے کیا مراد ہے؟ ''للہ'' کہہ کر خدا کا [illegible] یان کیا گیا ہے۔ اس طرح سے اصل مسئلہ خمس کی زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے نیز پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اسلامی حکومت کے رہبر و راہنما کی ولایت و حاکمیت کی تاکید و تثبیت کی گئی ہے۔ یعنی

جیسے خدا تعالیٰ نے اپنے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور خود کو اس میں تصرف کا زیادہ حق دار قرار دیا ہے اسی طرح اس نے پیغمبرؐ اور امام معصوم (علیہ السلام) کو بھی ولایت و سرپرستی اور تصرف کا حق دیا ہے ورنہ خدا کا حصہ تو پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہی کے اختیار میں ہوگا اور وہ جن مصارف میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) یا امام (علیہ السلام) مصلحت سمجھیں گے صرف ہوگا اور خدا کو تو کسی حصے کی ضرورت نہیں ہے۔

خمس کی تقسیم اور اس کے مستحقین

اس جگہ فقہی مسائل کی مشہور کتاب تحریر الوسیلہ سے خمس کی تقسیم اور اس کے مستحقین کے متعلق گیارہ مسئلے دے رہے ہیں مزید تفصیلات کے لیے ہر شخص اپنے مرجع تقلید کے فتووں کی کتاب کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ واضح رہے ہمارے مجتہدین نے قرآن وسنت کی روشنی میں خمس کی تقسیم اور اس کے مستحقین کے متعلق مسائل بیان کیے ہیں اور تمام مسائل کے حوالہ جات کو انہوں نے فقہ کے مسائل میں لکھی گئی اپنی استدلالی کتابوں میں درج کیا ہے صاحبان تحقیق ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱

خمس چھ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

پہلا حصہ: اللہ تعالی کے لیے ہے، دوسرا حصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے لیے ہے تیسرا حصہ امام (علیہ السلام) کے لیے ہے۔

اس وقت یہ تینوں حصے حضرت صاحب العصر (عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے لیے ہیں۔

باقی تین حصے ایسے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں کہ جو باپ کی طرف سے

جن کا سلسلہ نسب حضرت عبدالمطلب سے جا ملتا ہو۔

مسئلہ نمبر۲

تمام مستحقین خمس کے لیے ایمان یا جو کچھ ایمان کے حکم میں ہو شرط ہے اور صحیح تر قول کی بنا پر عدالت شرط نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ جو کھلے بندوں گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اسے خمس (حصہ سادات) نہ دیا جائے۔ بلکہ اگر اسے خمس کی ادائیگی گناہ اور سرکشی میں معاونت اور برائی میں اُبھارنے کا سبب ہو اور اس کو خمس کی عدم ادائیگی ان کاموں سے روکنے کا سبب ہو تو اقویٰ کی بنا پر اسے خمس ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مال سادات دیتے وقت مختلف افراد میں ترجیحات کو مدنظر رکھا جائے۔

مسئلہ نمبر۳

اقویٰ یہ کہ یتیموں میں فقیر ہونا شرط ہے لیکن جو مسافر معصیت کے سفر میں نہ ہو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اپنے شہر میں فقیر ہو لیکن جس شہر میں اسے خمس دیا جائے وہاں اسے اس کی ضرورت ہو اگرچہ وہ اپنے شہر میں غنی ہو جیسا کہ زکات میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر۴

اگر اقویٰ نہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ جس کے ذمہ خمس ہو وہ اس شخص کو خمس سے نہ دے جس کا تان نفقہ اس کے ذمہ ہے پس شوہر اپنی زوجہ کو خمس سے نہیں دے سکتا جب کہ یہ مال خمس اس کے نان ونفہ کے لیے ہو لیکن غیر نفقہ کے لیے ایسے شخص کو خمس دینے میں کوئی اشکال نہیں کہ جن کی انہیں احتیاج ہو اور انہیں پورا کرنا خمس دہندہ پر واجب نہ ہو جس طرح اگر کوئی دوسرا شخص اسے خمس دے تو اس میں اشکال نہیں ہے اگرچہ وہ رقم ان کے

نان و نفقہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو ایسی عورت جس کا شوہر تنگدست ہو اسے نان نفقہ کے لیے اس کے شوہر کے علاوہ دوسرا شخص خمس سے امداد دے تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵

جو شخص سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اس کے فقط اس دعویٰ سے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی البتہ اگر وہ اپنے شہر میں سید مشہور و معروف ہو اور کوئی اس کا انکار بھی نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں اس کے سید ہونے کے ثبوت کے لیے اتنا کافی ہے اور جو شخص مجہول الحال ہو لیکن اس کی عدالت ثابت ہو تو اسے خمس کی ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ یقین حاصل نہ ہونے کی صورت میں ایسے شخص کو جس کا عادل ہونا خمس دینے والے کے لیے ثابت ہے وہ اسے یہ کہہ کر خمس دے سکتا ہے کہ تم اس خمس کو مستحق تک پہنچا دو۔ اب وہ مستحق کوئی بھی ہو چاہے لینے والا خود ہی کیوں نہ ہو، لیکن بہتر یہ ہے کہ سیادت کا یقین حاصل کر لینے کے بعد خمس دیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۶

احوط یہ ہے کہ مستحق کو سال بھر کے اخراجات سے زیادہ خمس نہ دیا جائے اگرچہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو جیسا کہ لینے والے کے لیے بھی احتیاط ضرورت سے زیادہ نہ لینا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷

نصف خمس جو مذکورہ تین اصناف کی ملکیت ہے اقویٰ کی بنا پر اس کا معاملہ بھی حاکم

شرع کے اختیار میں ہے پس ضروری ہے کہ خمس دینے والا شخص خمس کو حکم شرع تک پہنچائے یا اس کی اجازت اور اس کے حکم سے خرچ کر لے جیسا کہ دیگر نصف خمس جو مال امامؑ ہے وہ بھی حاکم شرح کے اختیار میں ہے لہذا یا تو اسے حاکم شرع تک پہنچائے تا کہ وہ اس مال کو اپنے نظریے اور فتویٰ کی روشنی میں اس کے مصرف کے جو موارد ہیں اسے ان میں خرچ کر سکے یا پھر حاکم شرع کی اجازت سے اس کا مصرف جو وہ معین کرے اس پر خرچ کرے اسی طرح اپنے مرجع تقلید کے علاوہ کسی اور کو خمس کی ادائیگی میں اشکال ہے مگر یہ کہ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے لینے والے کا مصرف اسی مورد میں ہو جو اس کے مرجع تقلید کے نزدیک اس کا مصرف ہے یا اس کے نظریہ کے مطابق وہ عمل کرے۔

مسئلہ نمبر ۸

اقویٰ کی بنا پر خمس کو دوسرے شہر میں منتقل کرنا جائز ہے بلکہ بسا اوقات بعض ترجیحات کے پیش نظر ایسا کرنے میں بہتری ہو تو اس صورت میں اسی شہر میں جس میں خمس نکالنا والا موجود ہے مستحق کے موجود ہونے کے باوجود بھی ایسا کیا جا سکتا ہے اگر چہ خمس کی ایک شہر سے دوسرے کی طرف منتقلی کی صورت میں اگر خمس کی رقم میں راستے میں یا جس شہر میں اسے منتقل کیا گیا ہے تلف ہو جائے تو منتقل کرنے والا شخص ضامن ہو گا اس کے برخلاف اگر شہر میں کوئی مستحق نہ ملے تو اس پر کوئی ضمانت نہیں ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب مجتہد کی اجازت یا حکم سے ایسا کیا جائے کیونکہ اس صورت میں اس پر کوئی ضمانت نہیں جو خمس دوسرے شہر منتقل کر رہا ہے یہ اس میں ہے جب خود شہر میں مستحق موجود ہو اگر شہر میں مستحق موودنہ ہو اور بعد از اں بھی اس کے ملنے کی کوئی توقع نہ ہو یا مرجع تقلید اسے منتقل کرنے کا حکم دے تو خمس نکالنے والے پر دوسرے شہر میں خمس کو

منتقل کرنا واجب ہے اگر کسی نے دوسرے شہر میں کسی سے کچھ مال لینا ہو اور حاکم شرع کی اجازت سے اسے عوض خمس حساب کرے تو یہ نقل خمس نہیں ہے۔ بلکہ خمس دوسری جگہ سے دے دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹

اگر مجتہد جامع شرائط اس شہر میں نہ رہتا ہو کہ جس میں خمس نکالا گیا ہے تو سہم امام (علیہ السلام) اسے منتقل کرنا لازم ہے جب کہ اس سے اجازت لے کر اپنے شہر میں خرچ کرے بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ اگر مجتہد اس کے اپنے شہر میں ہی موجود ہو تو بھی خمس کو منتقل کرنا جائز ہے لیکن منتقل کرنے والا ضامن ہوگا مگر یہ کہ منتقل کرنا اس پر لازم ہو بلکہ بہتر اور احوط یہ ہے کہ اگر دوسرے شہر میں کوئی افضل شخص ہے یا بعض ترجیحات خمس لینے کے حوالے سے اس میں موجود ہیں تو اس شہر کی طرف خمس کو منتقل کرے اور اس صورت میں جب خمس نکالنے والا شخص جس مجتہد کی تقلید کرتا ہے وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے تو خمس کا منتقل کرنا اس پر لازم ہے مگر یہ کہ مجتہد اسے اجازت دے دے کہ وہ خمس کو اپنے شہر میں صرف کرلے یا خمس نکالنے والے کے اپنے شہر کا جو مجتہد ہے اس کی نظر میں خمس کا مصرف اس کے اپنے مرجع تقلید کے نظریہ کے موافق ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۰

جو شخص نکالنا چاہتا ہے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ خمس دوسرے مال سے ادا کردے اگرچہ وہ اجناس میں سے ہی کیوں نہ ہو لیکن احتیاط یہ ہے کہ ایسا مجتہد کی اجازت سے کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

جیسا کہ سہم امام (علیہ السلام) کو قرضہ سے حساب کرنا بھی حاکم شرع کی نظر پر موقوف ہے۔

اگر خمس دینے والے نے مستحق سید سے قرضہ لینا ہو تو حاکم شرع کی اجازت سے وہ ایسا کرسکتا ہے۔

ضروری نوٹ

آج کے دور میں مومنین کرام جن مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں خمس (ہر دو حصے) ادا کرنے میں وہ ان کے فتاویٰ کے مطابق خمس کی ادائیگی کیں۔

...... اے لوگو! علیؑ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کرو اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو

حضرت رسول اکرمؐ

...... علیؑ کی ولایت کے اقرار سے خدا تم سے راضی ہو جائے گا اور اجر عظیم عطا فرمائے گا

حضرت نبی کریمؐ

...... اے ابو طالبؑ کے فرزند آپؑ کو مبارک ہو کہ آپؑ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے

اصحاب رسولؐ

علامہ علی نقیؒ (المعروف علامہ نقنؒ) کا خمس کے بارے بیان

لغت میں غنم کے معنی فائدہ کے ہیں اور اس لیے مالی فائدہ جو حاصل ہو، وہ ماغنمتم کا مصداق ہوتا ہے لیکن چوں کہ عموماً جہاد کے سلسلہ میں کفار کی شکست کے بعد جو اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، وہ مال غنیمت کہلاتے ہیں، اس لیے عام مفسرین نے اس ماغنمتم کو انہی اموال غنیمت کے معنی میں لیا ہے۔ فقہائے شیعہ اس کے دائرہ کو اس کے لغوی معنی کی وسعت کے مطابق تعلیمات اہل بیتؑ کی روشنی میں حاوی کرتے ہیں بہت سی قسم کے اموال پر جیسے دفینے اور معادن اور منافع اموال تجارت اور غیر مسلمین سے جو مال کسی ایسے ذریعہ سے حاصل ہو جو عام انسانی قوانین کے ماتحت جرم نہیں ہے لیکن شریعت اسلام اسے ممنوع قرار دیتی ہے تفصیل اس کی کتب فقیہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بہرحال ماغنمتم کے جو بھی حدود ہوں، یہ تو صاف نص قرآن سے ظاہر ہے کہ علاوہ زکات کے ایک فریضہ مالی خمس کا ہے اور یہ اتنا معزز حق ہے کہ اس کے حق داروں میں سب سے پہلے اللہ کا نام ہے اور اس کے بعد رسولؐ کا اور اس کے بعد ذوی القربیٰ کا۔

شکر ہے کہ یہاں بہت سے مفسرین اہل سنت بھی اس سے متفق ہیں کہ اس سے خود مسلمانوں کے قرابت دار مراد نہیں ہیں بلکہ قرابت دارانِ رسولؐ مراد ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہی:

''یعنی خویشاوندانِ پیغمبر را کہ بنی ہاشم و بنی مطلب اند'' (فتح الرحمٰن)

تفسیر جلالین میں بھی ایسا ہی ہے

''قرابۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی ہاشم والمطلب''

بس اس بارے میں بھی دونوں فرقوں کے نقطہ نظر میں اتنا فرق ہے کہ یہاں چوں کہ ذی القربیٰ بصورت جمع نہیں، بلکہ ذی القربیٰ بصورت واحد ہے جسکا مفہوم نکلتا ہے ایک شخص خاص جو رسولؐ سے امتیازی رشتہ رکھتا ہے، اس لیے شیعہ تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد امام ہے اور چوں کہ وہی بعد رسولؐ نمایندہ خدا اور رسولؐ بھی ہے، اس لیے حق اللہ، حق الرسولؐ اور حق ذی القربیٰ، ان تینوں کا مجموعہ جو خمس کا نصف حصہ ہوتا ہے، وہ ''سہم امام'' کہلاتا ہے۔

پھر آخر میں جو ''الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل'' کے الفاظ قرآن مجید میں ہیں، اگرچہ بلاقید ہیں مگر ہمارے یہاں احادیث کی بنا پر یہ قید ثابت ہوئی ہے کہ ان میں سادات ہونے کی شرط ہے اور اس لیے ان تینوں کے مجموعہ کو ''سہم سادات'' کہا جاتا ہے۔

لیکن یہ کوئی غیر متوقع بات نہ ہوتی کہ حصوں کی تعیین میں یا تقسیم کے طریقہ میں شیعہ اور سنی میں اختلاف ہو جاتا جیسا کہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

''چہار خمس مسلمانانرا باید داد و یک خمس در بیت المال نہادہ بر پنج حصہ یا سہ حصہ قسمت باید کرد علی اختلاف المذہب'' (فتح الرحمٰن)

جو فقہ اہل بیت (علیہم السلام) کے خلاف ہے مگر اندوہناک سانحہ تو یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت کے باقی ہوتے ہوئے جمہور اہل سنت کے یہاں خمس کا فریضہ ہی ساقط کر دیا گی اور ہمیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اس حکم کے آخر میں یہ تہدیدی الفاظ کہ ''اگر ایمان رکھتے ہو اللہ پر'' اسی مستقبل کو دیکھتے ہوئے رکھے گئے تھے کہ باوجود دعوائے اسلام و ایمان کے مسلمانوں کی اکثریت اس حکم پر خط نسخ کھینچ دے گی۔

(تفسیر فصل الخطاب ج ۳ ص ۴۲۳، ۴۲۴)

حضرت عبدالمطلبؑ کے زمانہ میں خمس

خمس کے بارے میں ہمارے سابقہ علماء نے بھرپور کاوش اور محنت سے کام کیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بات کو اجاگر کیا جائے تاکہ عمومی سطح پہ لوگ اس طرف متوجہ ہو کر اس فریضہ کو ادا کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔
فریضہ خمس کے بارے میں علماء کرام نے جتنی تحقیق فرمائی ہے اس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے ہم خمس کے بارے نایاب اور نادر حوالے آپ کی نذر کر رہے ہیں۔
علامہ مفتی جعفر حسینؒ ...... سیرت امیر المومنین (علیہ السلام) میں لکھتے ہیں کہ علامہ مجلسیؒ اور دوسرے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''عبدالمطلب علیہ السلام نے زمانہ قبل اسلام میں ایسی پانچ چیزوں کا اجراء کیا جنہیں اسلام نے جوں کا توں باقی و برقرار رکھا۔
ا۔ انہوں نے باپ کی بیویوں کو اولاد پر حرام کیا اور خداوند عالم نے اسے برقرار رکھتے ہوئے
''ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم '' (جن عورتوں سے تمہارے باپ داداؤں نے نکاح کیا ہو تم ان سے نکاح نہ کرو)
انہوں نے خزانہ کے دستیاب ہونے پر اس کا پانچواں حصہ الگ کر کے فقراء ومساکین پر تقسیم کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
واعلموا انما غنتم من شیئی فان للہ خمسہ (تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو مال تمہیں بطور غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے)

انہوں نے چاہ زمزم کھودا تو اسے سقایۃ الحاج سے تعبیر کیا اور قدرت نے فرمایا ''اجعلتم سقایۃ الحاج''

انہوں نے قتل کی دیت سو اونٹ قرار دی اور اسلام نے اسی تعداد کو برقرار رکھا۔

قریش کے ہاں طواف کے چکروں کی تعداد مقرر نہ تھی۔ آپ (علیہ السلام) نے طواف کے سات چکر قرار دیئے اور اسلام نے بھی اسے برقرار رکھتے ہوئے طواف کے سات چکر معین کئے۔

❁...... قائم (عج) کی غیبت کے بارے میں تھوڑتے لوگ ایمان پر رہ جائیں گے۔

حضرت امام حسینؑ

❁...... اللہ میرا انتقام بھی تم سے اسی طرح لے گا جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہ ہوگا

حضرت امام حسینؑ

❁...... سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو ان کو بھی دے جن کو ان سے کوئی امید نہ ہو۔

حضرت امام حسینؑ

❁...... جو کسی مومن کی بے چینی کو دور کرے گا اللہ اس کی دنیا و آخرت کی بے چینی ختم کرے گا

حضرت امام حسینؑ

❁...... دنیا کی رغبت غم اور پریشانی میں اضافہ کرتی ہے..... حضرت امام حسینؑ

حضرت ابراہیمؑ اور خمس

علامہ مجلسی مندرجہ بالا حدیث نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذیل میں لکھا ہے کہ عبدالمطلبؑ نے ان امور کا اجرا الہام خداوندی سے کیا...... یا یہ کہ یہ چیزیں ملت ابراہیمی میں موجود تھیں اور قریش نے انہیں پس پشت ڈال دیا تھا اور آپ (علیہ السلام) نے از سرنو جاری کیا۔

حضرت عبدالمطلب (علیہ السلام) کا خزانہ کے اموال سے خمس نکالنے کا واقعہ زبان زد عام تھا اور حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کے خمس نکالنے کا حوالہ دینا ان لوگوں کے باطل خیال کا جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ خمس فقط جنگی غنائم سے ہے۔ یا خمس زکات مفروضہ کی قسم سے ہے۔ صاحبان بصیرت کے لیے اس مختصر حوالہ میں بہت سارے سوالات کا جواب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ خمس کے فریضہ کا اجراء حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے ہو چکا تھا اور حضرت عبدالمطلبؑ اپنے دور میں اس فریضہ کا دوبارہ احیاء فرمایا اور اسلام میں اسے مزید تفصیلات کے ساتھ جاری کیا گیا۔

حضور پاکؐ اور خمس

ہم اس جگہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ سے خاتم الاوصیاء حضرت ولی العصر کے زمانہ تک خمس کے بارے میں جو کچھ عملی اقدامات اٹھائے جاتے رہے انکا ترتیب وار تذکرہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ خمس شروع اسلام سے لے کر وارث زمانہؑ حضرت امام مہدی (علیہ السلام) کی غیبت کبریٰ کے دور تک انتہائی اہم مالی فریضہ کے عنوان سے متعارف رہا اور کبھی بھی اس فریضہ کو وارثان شریعت نے نظرانداز نہیں کیا اور نہ ہی ان کے صحیح پیروکاروں نے اس فریضہ کی ادائیگی سے پس و پیش کی۔

سنۃ الوفود میں پیغمبر اکرمؐ کے مختلف قبائل اور افراد کے نام خطوط

جب اسلام جزیرۃ عرب کے باہر تک پھیل گیا تو ۸ ہجری کے بعد سے مختلف علاقوں اور قبائل سے وفود کی شکل میں افراد نے مدینہ منورہ میں حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضری دینا شروع کی حضور پاکؐ نے انہیں مختلف اوقات میں جو خطوط جاری فرمائے ان میں خمس کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ ہے اس لیے ہم اس جگہ ان خطوط کو ترتیب وار دے رہے ہیں اور خطوط کے ضمن میں خمس کے حوالے سے تشریحی بیانات بھی شامل ہیں۔

خط نمبر ا

یہ خط قبیلہ عبدالقیس کے نام ہے۔

ان کا ایک وفد ۹ ھ کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آتا ہے ۹ ھ کو ''سنۃ الوفود'' (یعنی وفود کا سال) کہا جاتا ہے اس وفد میں الاشج ایک مشہور شخص تھا جس کا اصل نام

منذر بن حارث تھا۔

حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسی منذر سے کہا کہ تم میں دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن دو خصلتوں کو اللہ اور اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پسند کرتے ہیں (حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان الفاظ سے اس شخص کی تعریف فرمائی)

ا۔ ایک صفت بردباری۔

۲۔ دوسری صفت جلد بازی سے پرہیز کرنا ہے تحمل مزاجی۔

اس قبیلے میں جارود بن خشن بھی تھا جو عبدالقیس قبیلے کا سردار تھا اور مسلسل اس کے پاس یہ سرداری آرہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبیلے کے لئے جو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ ؐ کی جانب سے عبدالقیس قبیلے کی طرف اور جو ان کے اطراف میں رہتے ہیں بحرین اور بحرین کے اطراف کے جو علاقے ہیں۔

اب ہم اس خط کی طرف آتے ہیں۔

عبدالقیس کا وفد جب آیا تو اس وفد نے حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ ہمارے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان مضر قبیلے کے مشرکین ہیں اور ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک ہر وقت نہیں پہنچ سکتے مگر حرمت والے مہینوں میں کہ جن میں جنگ و جدال حرام ہوتا ہے آپ ہمیں اسلام کے بارے میں خلاصہ کے طور پر کچھ ہدایات دے دیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم دوزخ کے عذاب سے بچ سکیں اور جنت میں داخل ہو سکیں۔ اور انہی فرمودات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم دوسرے لوگوں کو دعوت اسلام بھی دے سکیں۔

حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں آپ کو چار باتوں کا

حکم دیتا ہوں کہ

۱۔ اللہ پر ایمان لے آؤ اور جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ گواہی دو کہ۔۔۔۔۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہؐ

۲۔ نماز قائم کرو۔

۳۔ زکات ادا کرو۔

۴۔ اور غنائم سے خمس ادا کرو۔

تبصرہ

آپ توجہ کریں کہ اس فرمان میں زکوٰت کو علیٰحدہ ذکر کیا ہے اور خمس کو علیحدہ بیان کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں الگ الگ فریضے ہیں اور پھر اسے ایمان کے حصوں سے قرار دیا ہے نیز اس تحریر میں غنائم سے جنگی غنیمت مراد نہیں لے سکتے کیونکہ اوپر وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے اور ہمارے درمیان مشرکین ہیں کہ جن سے ہم لڑ نہیں سکتے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچنا بھی ہمارے لیے مشکل ہے۔ اگر وہ اپنی تحریر میں اپنی مجبوری بیان کر رہے ہیں اور اگر حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے یہ فرمار ہے ہوتے کہ جنگ لڑ کر جو جنگی مال تمہارے پاس آئے تو اس سے آپ خمس نکالیں جب کہ ایسا نہیں کہا گیا نیز اگر اس خط میں لفظ غنیمت سے مراد جنگی مال غنیمت ہوتا تو پھر اس خط میں جہاد کی بھی ساتھ بات کی جاتی لیکن یہاں تو جہاد کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہاں غنائم سے مراد لغوی معنی لیا گیا جس معنی کو اس دور کے عرب سمجھتے تھے۔

ہمارے آئمہ علیہم السلام نے آیت خمس میں ''غنمتم'' سے مراد ''کسبتم'' لیا ہے کہ جو کچھ تم حاصل کرو، جو کچھ تم کماؤ یا جو منفعت تمہیں حاصل ہو جس قسم کا مالی فائدہ حاصل کرو تو اس

خط میں بھی وہی معنی مراد لیا گیا ہے۔
غنائم سے خمس ادا کرو یعنی جو کچھ تمہارے پاس مالی فوائد حاصل ہوں ان سے خمس ادا کرو۔حوالہ جات کیلئے ملاحظہ کریں۔
ا۔صحیح بخاری جلد ا کے مختلف صفحات پر خمس کے بارے میں یہ بات آئی ہے صحیح مسلم جلد اص ۳۵ تا ۳۶۔سنن نسائی جلد۲ص ۳۳۳۔مسند احمد جلد اص ۲۲۸ جلد ۵ص ۳۳۶ جلد ۳ص ۳۱۸ سنن ابو داؤد جلد۳ص ۳۳۰ جلد۴ص ۲۱۹ ترمذی باب الایمان اور باب اموال میں بھی ہے اور فتح باری کی جلد اص ۱۲۰ کنز العمال جلد اص ۱۹۔۲۰ سنن نسائی۔
اور اس طرح صحیح مسلم صفحہ ۳۶ حدیث نمبر ۲۳ میں ہے۔حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ خمس ادا کرو اس مال سے جو تم سے بچے، اس طرح مرتضیٰ عاملی کی کتاب صحیح من سیرت نبی الاعظمؐ ...... میں ان روایات کو درج کیا گیا ہے جلد۳ص ۳۰۸۔

شرائطِ امان جلی و نبیؐ

خط نمبر ۲:

بنوالبکاء کا ایک وفد آیا یہ قبیلہ بنی عامر کی ایک شاخ ہے اور بنی عامر۔عدنانیہ قبیلے کی شاخ ہے ان میں فجیع بن عبداللہ جوان کا سردار تھا وہ بھی اس وفد میں موجود تھا ان کی طرف حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ تحریر بھیجی۔
کہ یہ تحریر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں فجیع کے لئے اور جو اس کی رعایا اور پیرو ہیں۔
فرمایا...... جو اسلام قبول کرے اس پر واجب ہے کہ وہ ...... نماز قائم کرے ...... زکات ،، ، اللہ کی اطاعت کرے، اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے اور غنیمت

سے یعنی جو مال اس کی کمائی سے بچے اس سے اللہ کے لئے خمس دے اور اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد کرے اور مشرکین کو چھوڑ دے تو وہ شخص اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہے۔

اس حدیث میں بات ہو رہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں کون ہے؟ تو جہاں زکات کا ذکر نماز کے فوراً بعد آیا ہے ... اللہ کی اطاعت۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اور پھر جو کچھ اس نے کمایا ہے اس سے خمس ادا کرے...... کا بیان ہوا ہے۔ پس خمس کا فریضہ زکات کے علاوہ ہے اور خمس ہر قسمی منفعت سے ہے۔

بنی زہیر قبیلے کے نام

خط نمبر۳:

بنی زہیر قبیلے کا حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں وفد آیا اور اس وفد کا سربراہ نمر [نمیر] بن تولب تھا اور بنی زہیر قبیلہ عکل کی ایک خاص شاخ کا نام ہے اور یہ ایک بہت بڑے قبیلہ مضر سے ہیں ان کی طرف آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خط تحریر فرمایا کہ یہ خط بنی زہیر کے لئے ہے جو عکلیین سے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے خط ہے بنی زہیر بن اقیش کے لئے جو کہ عکل کی ایک شاخ ہے کہ بہ تحقیق کہ اگر وہ گواہی دیں کہ

۱۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہؐ۔

۲۔ اور مشرکین سے دور ہوں۔

۳۔ خمس کا اقرار کریں غنائم سے اور یہ اقرار کریں کہ سہم نبیؐ اور نبی کے جانشین کا حصہ

دیں گے یعنی نبیؑ کے وصی کا حصہ دیں گے تو وہ اللہ اور اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہیں۔

حوالہ جات کیلئے دیکھیں طبقات ابن سعد جلد ۱، اسد الغابہ جلد ۴، الاصابہ جلد ۴، طبقات ابن سعد جلد ۱، کنز العمال جلد ۲، سنن ابی داؤد، سنن بیہقی، مسند احمد، جمھرۃ رسائل العرب، صبح الاعشی الاغان، نصب الرایۃ للزیلعی، سنن نسائی۔

ہمارے قارئین یہ حوالے دیکھ لیں اس کے باوجود اگر کوئی شخص کہے کہ تاریخ اسلام خمس کے حوالوں سے خالی پڑی ہے تو یہ اس شخص کی ناواقفیت پر دلیل ہے جبکہ ہر ایک تحریر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے...... آپ ابھی مزید حوالے بھی دیکھیں گے۔

پس خمس کے بیان سے تاریخ اسلام خالی نہیں بلکہ حوالوں سے بھری پڑی ہے اب اگر کسی بصیرت کے اندھے کو سورج نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا تو قصور نہیں ہے

دعوت اسلام کیلئے ضروری امور

مالک بن احمر کے نام خط

خط نمبر ۴:

جب حضرت نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تبوک کی طرف تشریف لے گئے جو کہ ۹ ھ کا واقعہ ہے اس بات کو مالک بن احمر نے سنا تو وہ آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسلام قبول کیا اور آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے اسلام کو قبول فرمایا اور اس نے آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درخواست کی کہ آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک تحریر لکھ دیں جس کو وہ اپنی قوم کے درمیان دعوتِ اسلام کے طور پر پیش کرے آپ(صلی

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک تحریر لکھی جو چمڑے پر تھی جو چمڑہ چار انگشت عرض اور ایک بالشت طول کا تھا یہ مالک بیٹا احم جزامی کا...... جو جزام بن عدی...... کہلان قبیلے کی شاخ ہے...... اس کے لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ تحریر فرمایا...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب محمد رسول اللہؐ کی طرف سے مالک بن احم کے لئے اور ان کے لئے ہے جو اسلام قبول کر رہے ہیں۔ امان ہے ان کے لئے......

- جو نماز قائم کریں۔
- جو زکات ادا کریں۔
- جو مسلمانوں کی پیروی کریں۔
- جو مشرکین کو چھوڑ دیں۔
- جو اپنے مال سے خمس ادا کریں۔
- جو قرض داروں کا حصہ دیں۔

اس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اور حصے بھی بتائے...... تو وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہیں۔

اب دیکھیں نماز کا علیحدہ ذکر آرہا ہے، زکات کا علیحدہ ذکر ہو رہا ہے اور خمس کا علیحدہ ذکر ہے یہ حدیث بڑی وضاحت کر رہی ہے۔

صیفی بن عامر کے نام خط

خط نمبر ۵:

صیفی بن عامر کا وفد حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا۔ وہ بنی ثعلبہ قبیلے کا سردار ہے۔

حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے یہ تحریر لکھ کر دی۔

کہ جو ان میں سے اسلام لے آئے

وہ...... نماز قائم کرے

زکات دے۔

اور اپنے مال سے خمس ادا کرے

اور نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ ادا کرے اور نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصی کا حصہ ادا کرے

تو وہ اللہ اور اس کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہے۔

حارث بن زہیر کے نام

خط نمبر ٦:

حارث بن زہیر بن اقیس العکلی کا وفد حضرت رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا تو آپؐ نے اس قبیلے کے لئے یہ تحریر لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... یہ خط محمد رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہے بنی قیس بن اقیس قبیلے کے لئے ...... اما بعد ...... پس اگر تم نماز قائم کرو گے ......

زکات ادا کرو گے ......

اللہ کا سہم ادا کرو گے ......

اللہ کے منتخب کا سہم ادا کرو گے تو تم سب اللہ کی امان میں ہو۔

یمنی مسلمانوں کے نام خط

خط نمبر ۷:

یہ تحریر حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یمن والوں کے لئے تحریر فرمائی جب یمن والوں کو حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کی خبر ملی تو ان کے وفود حضرت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لئے یہ تحریر لکھی۔

ان لوگوں کے بارے میں جو اسلام لائے ...... ان کے اموال کے بارے میں ...... ان کی زمینوں کے بارے میں ...... ان کی زراعت کے بارے میں، ان کی معدنیات کے بارے میں ......

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یمن کی طرف اپنے نمائندے اور کارندے بھیجے جو جا کے ان کو اسلام کے قوانین اور اسلام کے طریقہ کار کے بارے میں بتائیں اور ان سے صدقات وصول کریں اور جو نصرانیت، یہودیت اور مجوسیت پر برقرار ہیں تو ان سے جزیہ لیں۔ خطوط تو بہت سارے ہیں ...... ان میں عمرو بن حزم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک نمائندے تھے جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو اس کے ہاتھ یہ تحریر بھیجی۔

عمرو بن حزم کے ذریعہ یمنیوں کی طرف خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... یہ بیان اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے، اے لوگو! جو ایمان لے آئے ہو جو تم نے عہد و پیمان باندھا ہے اس کو پورا کرو

(سورہ مائدہ کی آیت ۱) یہ عہد ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کہ نبیؐ ہیں اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں یہ عہد نامہ عمرو بن حزم کے لئے ہے جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں یمن کی طرف بھیجا۔

فرمایا میں تمہیں اللہ کے تمام کاموں میں تقویٰ کا حکم دیتا ہوں......

اور یہ حکم دیتا ہوں کہ ان کی کمائی سے اللہ کا خمس ان سے وصول کرو......

اور اللہ نے مومنین پر جو صدقہ فرض کیا ہے (یہاں صدقہ سے مراد زکاتہے) وہ اس طرح وصول کرو کہ ان کی ان زمینوں میں سے دسواں لو...... جو آسمان سے بارش کے ذریعے سیراب ہوں (بارانی زمین کا دسواں ہے) اور آبی زمین کا بیسیواں ہے وہ زمین جسے خود سینچا جائے۔

آپ دیکھیں کہ اس خط میں خمس کا علیحدہ ذکر ہے اور زکات کا علیحدہ ذکر ہے۔ اور زراعت کی زمینوں سے کتنی زکات وصول کرنا ہے اس کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے بارانی زمینوں پر سے کتنی زکات ہے اس کا بھی ذکر ہے۔

یمنی مسلمانوں کے نام ایک اور خط

خط نمبر ۸ :

حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عمرو بن جزم کو یمن والوں کی طرف بھیجا کہ ان کو دین کے احکام سکھائیں تو اس میں یہ ایک اور خط ہے اس میں بہت سے مسائل درج ہیں حج کے بارے میں ہے، قرآن کے بارے میں ہے، طہارت کے بارے میں مسائل ہیں اور پھر انہیں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لکھا ہے کہ خمس ادا کریں اور زکات کی علیحدہ تفصیل موجود ہے۔

معاذ بن جبل کے ذریعہ یمنی مسلمانوں کے نام بھیجا گیا خط

خط نمبر ۹ :

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں معاذ بن جبل کا ذکر کیا ہے کہ آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں یمن کی طرف بھیجا اس میں یہ خط تحریر تھا کہ ...... یہ خط ہے محمد رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ...... جو یمن والوں کے لئے ...... کہ میں اللہ کی حمد بجالاتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور ہمارا نمائندہ آپ کی طرف روم سے ہوکر آرہا ہے یہ جب پہنچے تو یہ تمہارے بارے میں آپ کو بتائے گا ...... اس خط میں دین اسلام کے احکام سے متعلق بڑی تفصیلات درج ہیں ...... اس کے ایک حصہ میں ہے اگر آپ نیک کام کرو گے، اللہ کی اطاعت کرو گے۔

غنائم اور اپنے اموال سے اللہ کا خمس دو گے ...... اللہ کے نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ دو گے، اللہ کے صفی کا حصہ دو گے ......

لفظ صفی جگہ جگہ آیا ہے ہر جگہ نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے بعد صفی لکھتے ہیں یعنی اللہ کا انتخاب ...... ظاہر ہے کہ اس لفظ سے مراد معصوم(علیہم السلام) ہیں اور مومنین پر جو صدقہ واجب ہے اس صدقہ سے مراد زکات ہے۔

حمیری قبیلہ کے نام خط

خط نمبر ۱۰ :

اس طرح قبیلہ حمیر کا ایک وفد آیا تو ان کی طرف آنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ...... کی طرف سے جو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں ان کی طرف سے خط ہے حارث بن عبدا الکلال کے لئے ۔ نعیم بن عبدا لکلال اور نعمان قیل ذی ایمن اور ہمدان اور مغافر کے لئے ...... اتنے سارے نام ہیں اس خط میں ......

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دی ہے ۔

اگر تم نیک کام کرو گے ،

اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو گے ،

نماز قائم کرو گے ،

زکات ادا کرو گے ۔

اللہ کا خمس ادا کرو گے ...... اللہ کا ۔ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اور صفی کا خمس دو گے ...... تو تمہارے لئے امان ہے جنت جاؤ گے ۔

(یہاں قربیٰ کو صفی کے نام سے یاد کیا گیا ہے) اس تحریر میں بھی آپ دیکھیں خمس کا علیحدہ ذکر ہے زکات کا علیحدہ ذکر ہے ۔

اگر کوئی اس جگہ سوال کرے کہ خمس کے بارے ہمارے ہاں بھی اس قسم کی روایات ہیں ؟ تو جواباً عرض ہے خمس کے بارے ہمارے ہاں روایات کثرت سے موجود ہیں اس بارے فروغ کافی وسائل الشیعہ ، بحار الانوار ، تہذیب الاحکام ۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۔ الاستبصار وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے ۔ اور الصحیح من سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تالیف مرتضیٰ عاملی اور مکاتیب الرسول تالیف آقای ری شہری میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریروں اور خمس کے متعلق تفصیلی فرمودات کو دیکھ سکتے ہیں یہ سب کتابیں خمس سے متعلق روایات سے بھری پڑی ہیں ......

خمس ہر چیز سے دینا فرض ہے

خط نمبر ۱۱

اب تک جن خطوط کے حوالے دیے گئے ہیں وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وفود کے نمائندوں کے نام سے لکھے تھے اب چند ایسے خطوط کا بھی ذکر ہو جائے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازخود تحریر کئے ہیں۔ نہ یہ کہ وفد آیا ہو اور اس کے انچارج کے نام خط دیا ہو،

جھیسنہ قبیلہ کے نام خط

مجموعۃ الوثائق السیاسیہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جہنیہ قبیلے کے لئے خط تحریر فرمایا......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... یہ خط اللہ کی جانب سے ہے جو عزیز اور غالب ہے اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان پر اس کا یہ خط جاری ہوا ہے...... اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ صادق ہے اور حق لایا ہے اور ...... کتاب ناطق لایا ہے یہ خط عمرو بن مرہ کو دے کر بھیج رہے ہیں جہنیہ قبیلے کے لئے ...... جو کہ زید کا بیٹا ہے کہ آپ کے لئے معدنیات ہیں، وادیاں ہیں اور اس کے اوپر والے حصے ہیں، پہاڑوں کے دامن ہیں اور ان کی چوٹیاں ہیں، زراعت کی زمینیں ہیں، کھیتی باڑی ہے، وہاں کے آبی ذخائر ہیں ...... پانی کو آپ استعمال کریں اور پیئیں، ان سب کو آپ اپنے استعمال میں لائیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ لوگ اس سب سے خمس ادا کریں ......

تبصرہ:

آپ دیکھیں یہاں پر وادیوں سے، معدنیات سے اور جتنے جنگلات ہیں ان کی آمد سے، کھیتی باڑی ہے، آبی ذخائر سے، سب کے بارے آپ(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) فرماتے ہیں کہ ان سب کو آپ لوگ استعمال کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ خمس ادا کریں۔

جبکہ زکات کا علیحدہ تذکرہ ہے اور خمس کا علیحدہ تذکرہ اور خمس کے بارے غیر مشروط اور مطلق کہا گیا ہے۔ یعنی خمس ہر چیز سے دینا ہے یہ خدا کا قانون ہے اس کے رسولؐ نے ہم تک پہنچایا ہے اگر کسی کو اس پر اعتراض ہو تو وہ پکا کافر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں خمس کا ایک تصور موجود تھا، جتنے عناوین اسی خط میں ذکر ہوئے ہیں یہ سب کے سب درآمد کے ذرائع ہیں اور عام طور پر اقتصادی بنیاد کو فراہم کرنے والے عناصر ہیں۔ البتہ ان عناوین کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے ...... ان سب کی درآمد اور یافت سے خرچ کرنے کی اجازت ہے ان سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کھا پی سکتے ہیں۔ لیکن ان کیلئے خمس دینا ضروری ہے۔ سب کے استعمال کے حلال ہونے کو خمس دینے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے یہ تحریر بہت ہی واضح ہے۔

اسلام کے صحیح ہونے کا معیار

بنی جوین الطائبین کے نام خط۔

خط نمبر ۱۲

ایک اور خط ملاحظہ کریں یہ خط بنی جوائین الطائیین کے نام ہے۔ (طائی قبیلے کو بنی جو ائین کہا گیا ہے)۔

اس میں فرماتے ہیں کہ یہ خط ان کے لیے ہے

جو اللہ پر ایمان لے آئے ہیں

نماز قائم کرتے ہیں، زکات دیتے ہیں

مشرکین کو چھوڑ تے ہیں

اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی اطاعت کرتے ہیں

اور جو کچھ ان کی کمائی ہے اس سے اللہ کا خمس ادا کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خمس دیتے ہیں

ایسا کرنے والوں کا اسلام درست اور صحیح ہے، ان کے لیے اللہ کی امان ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبد اللہ (علیہم السلام) ...... کی امان ہے۔ اس تحریر میں اسلام کے صحیح ہونے کا معیار جہاں پر اور امور کو قرار دیا گیا ہے وہاں پر خمس کی ادائیگی بھی ہے اور زکات کو علیحدہ طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

خمس کی ادائیگی نجات کا ذریعہ ہے

جنادہ ازدی کے نام خط

خط نمبر ۱۳

اسی طرح ایک اور خط جنادہ ازدی اور اس کی قوم کے نام ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

جنادہ اور اس کی قوم کے لیے ہے اور جو اس کے تابع ہیں

کہ جنہوں نے نماز قائم کی

جنہوں نے زکات ادا کی

اللہ کی اطاعت کی

اور اپنے اموال سے اللہ کا خمس دیا، نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ دیا

اور مشرکین کو چھوڑ دیا

تو ان کے لیے اللہ اور محمدؐ بن عبداللہ کا ذمہ ہے کہ ان کیلئے نجات ہے۔

دیکھیں اس خط میں ان کے لیے نجات کا ذمہ لیا گیا ہے اور نجات کا ذمہ بھی حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لیا ہے جہاں پر اور احکام پر عمل کرنے کا کہا گیا ہے وہاں پر خمس کی ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

اسی طرح ان کے علاوہ سولہ خطوط اور ہیں بلکہ ان خطوط کی تعداد سولہ سے بھی زیادہ ہے ان خطوط کو مختلف قبائل کے سرداروں کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھے ان سب خطوط میں خمس کے واجب ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہم اس جگہ انہی خطوط پر اکتفاء کرتے ہیں اور ذیل میں ایسے قبائل کے نام درج کر رہے ہیں جن کی طرف حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ازخود خط روانہ فرمائے۔ یا ان کے مطالبہ پر انہیں تحریر عطا فرمائی ان قبائل کے نام اس جگہ درج کرتے ہیں۔

مزید قبائل کے نام جنہیں حضور پاکؐ نے خطوط روانہ فرمائے

قبیلہ بکا، قبیلہ بنی زہیر، قبیلہ بنی معاویہ، قبیلہ بنی حرقا، قبیلہ بنی قیل، قبیلہ بنی قیس، قبیلہ بنی جرمز اور اس کی قوم، قبیلہ قیس، قبیلہ مالک بن احمر، قبیلہ صیفی بن عامر، قبیلہ شیخ بنی ثعلبہ، قبیلہ الفجیع اور اس کے تابعین قبیلہ نھشل بن مالک جو بنی عامر اور جھینیہ بن زید قبائل کے سردار ہیں، حمیر سرداروں کے نام خط، یمن والوں کے نام خط، عمان کے بادشاہ

کے نام خطوط ......

حوالے کے لیے گزشتہ کتابوں کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے...... نثر الدر المکنون ...... اھدل کی، نہایت العرب، صحیح من سیرت النبی، اسد الغابہ، الاصابہ، طبقات ابن سعد، طبقات کبریٰ، میں ابن عساکر نے، ابی داؤد، سنن بیہقی، سنن احمد ......

خلاصہ یہ ہے کہ جو ان سب حوالہ جات کو پڑھنا چاہے وہ آیت اللہ حسین نوری کی کتاب الخمس کو پڑھ سکتا ہے...... اصل متن جن کتابوں میں موجود ہیں ان کتابوں کو بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور یہ سب عبارت دیکھے جا سکتے ہیں ......

اس دور میں تقریباً بنیادی حوالہ جات والی تمام کتابیں میسر ہیں۔

حیرت ہے: لیکن میں اس بات پر حیران بھی ہوں اور پریشان بھی ...... کہ ایسا شخص جو خود کو مجتہد کہتا ہے اور اپنے برابر کا کسی کو عالم و محقق نہیں سمجھتا وہ ان تمام حقائق سے اس قدر چشم پوشی کیوں کر رہا ہے اور ان پر پردہ کیوں ڈالنا چاہتا ہے؟ جیسا کہ ہم اس کتاب کے حصہ دوئم میں درج کریں گے کہ ان کا اس بارے بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں خمس کا ذکر تک نہیں ...... میں فقط اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جناب ...... یہ اتنے سارے خطوط ہیں، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ خطوط ان لوگوں کو لکھ رہے ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور وہ آپؐ سے نجات اور امان پانے کے لیے دستور العمل مانگتے ہیں اور حضور پاکؐ انہیں جو دستور العمل عطا فرماتے ہیں ان سب خطوط میں خمس ادا کرنے کی خصوصی تاکید فرماتے ہیں اس سب کے باوجود ایسی بات کرنا باعث حیرت ہے۔ لگتا ہے کہ انہوں نے یا تو یہ سب کچھ پڑھا ہی نہیں ہے یا پڑھا ہے اور وہ ان حوالہ جات کو درست نہیں سمجھتے ...... بہرحال اُن کا یہ جملہ تو قطعاً درست نہیں کہ تاریخ اسلام میں خمس

کے بارے کوئی ذکر نہیں ہے......

ان خطوط میں غنائم جنگی کی بات نہیں ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور پاکؐ نے ان خطوط میں لفظ غنم اور غنیمت استعمال کیا ہے تو کیا اس سے جنگی غنائم مراد نہیں لیے جا سکتے۔

اختصار کے ساتھ جواباً عرض ہے کہ باب جہاد میں درج ہے کہ کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت خود حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دے سکتے ہیں یا ان کا جانشین برحق اجازت دے سکتا ہے مکتب شیعہ میں جنگ کا حکم کوئی اور دے ہی نہیں سکتا دفاع کا حکم دے سکتا ہے جیسا کہ رہبر انقلاب امام خمینیؒ نے کیا ہے۔ اور پھر خود حاکم معصوم جب جنگ کا حکم دیں گے تو جو اموال جنگ کے بعد مال غنیمت میں آئیں گے۔ ان میں سے کچھ چیزیں ہوتی ہیں جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و امام معصوم علیہم السلام کے لیے مخصوص ہوتی ہیں انکی تفصیلات فقہی کتب میں موجود ہیں وہ علیحدہ کرنے کے بعد باقی اموال سے پانچواں حصہ نکال کے باقی مال فوجیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے......

جبکہ یہ جتنے خطوط ہیں انکا تو جنگ سے تعلق ہی نہیں اس میں کہیں جہاد کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔ کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے یہ کہہ رہے ہوں کہ آپ نے جنگ بھی لڑنی ہے اور جو اموال مال غنیمت میں آئیں ان سے خمس دینا ہے۔ بات تو یہ ہو رہی ہے کہ وہ لوگ خود رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر یہ پوچھ رہے ہیں ...... یعنی ان لوگوں نے سوال یہ ہے کیا تھا کہ ہم کیا عمل کریں کہ جنت میں جائیں؟

ہم کیا کریں کہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان مل سکے۔

ہم کیا کریں کہ ہمارے سب اعمال اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سپرد ہو

جائیں؟

اس کے لیے حضرت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہیں خطوط لکھ رہے ہیں اور خمس کی ادائیگی کا کہہ رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس غنیمت سے مراد وہی ہے جو معصومین علیہم السلام فرمارہے ہیں ہمیں یا کسی اور کو اس کے معانی بدلنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حضور پاکؐ کے خطوط میں جنگی غنائم سے خمس مراد نہیں

یہ سب خطوط حضرت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مہر شدہ ہیں اور ان کی سندیت مسلم ہے''مکاتیب الرسول'' میں ان خطوط کی پوری تفصیل درج ہے۔

یہ خطوط زیادہ تر جزیرۃ العرب، یمن، شام، عمان، بحرین اور ان سے متعلقہ علاقوں کی طرف بھیجے ہیں جن کے وفود آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آتے تھے یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو براہ راست خطوط بھیجے۔ یہ اس دور کی بات ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد عام طور پر بہت تھوڑی تھی۔ بعض مسلمان گروہ تو طاقت کے حوالے سے بھی کمزور تھے بھلا وہ کیسے کسی کے ساتھ جنگ لڑ سکتے تھے۔ بلکہ وہ تو خود آکر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے راستہ میں مشرکین ہیں جس کی وجہ سے ہم فقط ان مہینوں میں آپ کے پاس آسکتے ہیں جن میں جنگ کرنا حرام ہے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی ناطاقتی کا بخوبی علم تھا۔ ان سے پھر کیسے غنائم جنگی کا خمس مانگ رہے ہیں؟...... بہرحال ان تمام خطوط میں خمس دینے کا جو حکم ہے وہ عام کمائی سے اور منفعت سے خمس دینے کا حکم ہے بلکہ ان خطوط میں جنگی غنائم کا نہ تو احتمال دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی صاحب علم نے ایسا احتمال دیا ہے۔

اگر کوئی بضد ہو اور کہے کہ یہاں غنیمت سے مراد غنائم جنگی ہیں تو جب قبیلہ

عبد القیس والے آئے اور دیگر وفود والوں نے جو یہ لکھا کہ ہمارے نزدیک تو مضر قبائل کے مشرکین ہیں اور ہم آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ یعنی اتنے کمزور ہیں کہ ہماری آپ تک رسائی نہیں تو آپ ہمیں اسلامی احکام کا خلاصہ دے دیں جن پر ہم عمل کر کے جنت میں داخل ہوسکیں۔ اور جنگی طرف ہم لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں ایسے افراد کے لیے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جہاں زکات دینے کا حکم دیا وہاں خمس دینے کا بھی فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ جس قوم کی طرف خط لکھا جارہا ہے وہ اپنے علاقے سے باہر ہی نہیں نکل سکتے فقط حرمت والے مہینے میں باہر نکل سکتے ہیں...... مشرکین کے ڈر سے...... ظاہر ہے کہ جب ان سے خمس مانگا جارہا ہے۔ تو وہ خمس جنگی غنائم کا تو نہیں مانگا جارہا ان کے اموال کا مانگا جارہا ہے تو یہاں غنائم سے مراد اس کا لغوی معنی مراد ہے نہ کہ جنگی غنیمت والا معنی......

انفرادی فرائض اور اجتماعی فرائض کا فرق

پھر ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ان خطوط میں جو بات ذکر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان، اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان۔

نماز کی ادائیگی، زکات اور خمس کی ادائیگی یہ تمام فرائض...... انفرادی فرائض ہیں...... اجتماعی فرائض سے نہیں ہیں یعنی یہ وہ فرائض ہیں جن کی انجام دہی کیلئے اسلام نے تمام مسلمانوں کو فردا فردا دعوت دی ہے انہیں کہا جارہا ہے کہ خمس بھی دو یعنی جب خمس کو ان فرائض سے قرار دیا جارہا ہے جو انفرادی فرائض ہیں اور ہر فرد سے اس کا مطالبہ ہورہا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ ہر فرد پر جب شرائط ہوں گی تو ان پر زکات دینا واجب ہوتی ہے اسی طرح جب شرائط موجود ہوں گی تو ان پر خمس دینا بھی واجب ہوتا

ہے جبکہ اس جگہ اگر جنگی غنائم سے خمس دینا مراد لیں تو اس کا تعلق ایک اجتماعی فریضہ سے بنتا ہے وہ تو نبیؐ یا امامؑ کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ جنگی غنائم سے خمس وصول کریں یا ان کے نمائندے کی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ وہ ان کی نیابت میں خمس وصول کریں، وہ خمس تو افراد پر یا سپاہیوں پر دینا واجب نہیں ہوتا...... میدان جنگ میں نبیؐ یا امامؑ کے حکم سے سپہ سالار جنگ لڑ رہا ہوتا ہے، وہ تو جہاد کے فرائض سے ہے جو اجتماعی فریضہ ہے وہ تو انفرادی فریضہ ہے ہی نہیں۔ اگر غنائم جنگی سے خمس ہوتا تو پھر یہاں پر خمس کی جگہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر کیا جاتا نہ کہ خمس ادا کرنے کا۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اپنی کتب میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خطوط کو نقل کیا ہے...... مثلاً جو خطوط حمیر کے بادشاہ کو لکھے گئے...... جس کو بیہقی نے اپنی سنن میں، ابن عساکر نے اپنی تہذیب میں اور ابو عبید نے الاموال میں اور علاؤالدین نے کنز العمال میں اور حاکم نے مستدرک میں درج کیا ہے۔ ان خطوط میں ایک یہ خط ہے جو بڑا منفرد خط ہے اور بہت قابل توجہ ہے......

حضور پاکؐ کی جانب سے خمس کی وصولی کی رسید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)...... جو اللہ کے نبی ہیں...... ان کا یہ خط ہے شرجیل بن عبد کلال کے نام حارث بن عبد کلال اور قیل ذی اعین، معافر، ھمدان کے نام ہے۔

امابعد...... آپ کا نمائندہ جو آیا وہ واپس لوٹ رہا ہے...... آپ نے غنائم سے اللہ کا جو خمس دیا ہے اور جو مومنین پر زراعت میں سے دسواں دینا فرض ہے جو بارانی ہو اور بیسواں دینا جو کہ خود سے سیراب کیا جائے...... اسے آپ نے ادا کیا ہے۔ یعنی آپ کا

خمس بھی وصول ہو گیا ہے اور زکات بھی جو آپ کے غلات سے دسواں یا بیسواں بنتی تھی وہ بھی وصول ہو گئی ہے۔

تو آپ دیکھیں حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خط میں تحریر فرما رہے ہیں کہ آپ کا نمائندہ واپس آرہا ہے اور آپ نے غنائم کا خمس دے دیا ہے ...... سوال یہ ہے انہوں نے کون سی جنگ لڑی تھی کہ انہوں نے غنائم سے خمس دیا ہو اتنی واضح حدیث کہ جس میں رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ تم نے غنائم سے خمس دیا ہے ...... اگر خمس جنگی غنائم سے ہوتا تو جتنی جنگیں اس دوران ہوئی ہیں وہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئی ہیں حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں وہ سب جنگیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم سے ہوئی ہیں اور اس وقت جو خمس جنگی غنائم سے تھا وہ آپ کے اپنے ہاتھ میں تھا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا وہ لوگ جو یمن والے ہیں یا دوسرے قبائل سے ہیں انہوں نے تو جنگیں لڑی ہی نہیں ہیں اور پھر اس خط میں تو حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما رہے ہیں کہ جو آپ نے غنائم سے خمس دیا ہے ...... اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو گی کہ اس جگہ غنائم سے لغوی معنی مراد لیا گیا ہے ...... یعنی آپ نے اپنے اموال سے جو خمس بھیجا ہے وہ مل گیا ہے ...... کیونکہ وہاں جنگ نہیں ہوئی بلکہ بغیر جنگ کے وہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت میں آگئے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے۔

جب آپ نے یمن میں عمرو بن حزم کو بھیجا اور انہوں نے یمن والوں سے خمس وصول کر کے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں بھیجا تو وہ خمس کس چیز کا تھا؟ جنگ تو انہوں نے لڑی ہی نہیں تھی تا کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ جنگی غنائم کا خمس تھا ...... ظاہر ہے انہوں نے یمن والوں کے اموال منفعت اور ارباح مکاسب سے خمس وصول کر کے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ بہر حال یہ انتہائی واضح ہے اور اس کی کوئی دوسری توجیہ نہیں ہو سکتی۔

اس سب کچھ کے باوجود اگر کوئی اس قسم کے واضحات کی بھی تاویل و توجیہہ کرتا ہے تو اس کے بارے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

آیت اللہ جواد تبریزی کا فرمان

البتہ اس جگہ میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ الشیخ جواد تبریزی کا جملہ ہی دہرا سکتا ہوں کہ جب سال ۲۰۰۰ء عیسوی میں بندہ نے قم مقدسہ میں ان کی خدمت میں ماہنامہ دقائق اسلام کے سرپرست کی طرف سے قوانین الشریعہ میں دیے گئے لمحہ فکر یہ میں خمس کے متعلق عبارت کا ترجمہ فارسی میں کر کے سنایا تو انہوں نے یہ سن کر فرمایا۔

''معلوم میشود ایشاں درس ناخوانده است یا مریض است خالِف تُعرف و قرآن و حدیث رابلد نیست''

ایسے لگتا ہے کہ اس شخص نے قرآن وحدیث کو پڑھا ہی نہیں ہے...... یا یہ شخص بیمار ہے اور عربی محاورہ کے مطابق ''مخالفت کرو شہرت پاؤ'' اور ایسا شخص قرآن وحدیث سے ناواقف ہے۔

خمس کی وصولی کی رسید کا ماجرا

اس خط میں اگر ہم یہ کہیں کہ حمیر قبیلے والوں کے پاس حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے خمس کی وصولی کی رسید بھیجی جا رہی ہے تو ایسا کہنا بے جا نہ ہو گا بلکہ درست ہو گا...... رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کا خمس ادا کر دیا اور جو زکات بھی دی ہے۔ وہ بھی وصول ہو گئی جبکہ دقائق اسلام کے سرپرست فرماتے ہیں کہ شاید یہاں خمس سے بھی زکات مراد ہو..... آپ بتائیں ان خطوط میں خمس کا ذکر علیحدہ ہے، زکات کا ذکر علیحدہ ہے، تو پھر خمس سے زکات کہاں مراد

ہے؟ اور کیونکہ مراد لے سکتے ہیں زکات ایک علیحدہ مضمون ہے اور خمس ایک علیحدہ مضمون ہے۔ ہر دو کے الگ الگ احکام ہیں ایک کو دوسرے کے ساتھ گڈ مڈ نہیں کر سکتے۔

خمس کی ادائیگی سے نجات اخروی ہے

ان خطوط کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ خمس کی ادائیگی حضرت نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نزدیک نجات اخروی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ جو لوگ حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنت جانے کے لئے اسلام کا لائحہ عمل مانگ رہے ہیں اور اس لائحہ عمل میں حضرت نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خمس کی واجب ادائیگی کا ذکر فرما رہے ہیں ...... اور ان لوگوں کو شکریہ کی رسید بھی دے رہے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ انہیں نجات اخروی کا وثیقہ دے رہے ہیں۔

حوالہ جات

(تنقیح المقال جلد ا ص ۱۰۸۔ سنن کبری۔ تہذیب ابن عساکر۔ شرح زرقانی۔ مکاتیب الرسول، الصحیح من سیرت النبی وغیرہ میں ذکر ہوا ہے)

نبی اکرمؐ کا خمس کے لیے عاملین مقرر کرنا

حضور نبی کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس طرح زکات جمع کرنے کے لئے عاملین کو بھیجتے تھے اسی طرح خمس وصول کرنے کے لئے آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عاملین بھیجتے تھے

ہم اس سے پہلے یہ بحث کر چکے ہیں کہ حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مختلف افراد اور قبائل کے نام خطوط بھیجے، اور ان خطوط میں تحریر فرمایا کہ...... خمس دو...... یہ سب کچھ ہم

بیان کر چکے ہیں،

کچھ خطوط آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان لوگوں کو بھی لکھے جنہوں نے آپ کے پاس خمس بھیجا تو آپ نے جواباً انہیں نجات کی ضمانت دی اور لکھا کہ آپ کی طرف سے خمس وصول ہو گیا ہے۔

اب تیسرے نکتہ کی طرف آتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکات کے لئے عاملین بھیجے تو کیا خمس کے لئے بھی عاملین بھیجے؟! اب ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں

زکات کا وجوب

جب اسلام پھیل گیا اور حضرت نبی کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۳ کے حوالے سے اللہ جل جلالہ کی طرف سے یہ فرمان ملا۔

''اے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ان کے مال سے صدقہ وصول کرو اور ان کو پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو...... یہی وہ آیت ہے جس سے معروف معنی میں علماء کرام زکات کے فریضہ کو ثابت کرتے ہیں ورنہ اقیموا الصلوٰۃ ...... وا تو الزکات ...... میں لفظ زکات جو عام طور پر قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد اصطلاحی زکات نہیں بلکہ اس سے مراد اسلام کا مالی نظام ہے۔ اللہ کی طرف سے معین کردہ مالی فرائض وحقوق ہیں۔

زکات کے متعلق اسلامی کتب میں یہ بات درج ہے کہ حضور نبی کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زکات وصول کرتے تھے اور بہت سارے عاملین جو زکات لینے کے لئے جاتے تھے ان کے نام، ان کے القاب، ان کے نام یہ سب مشہور ہیں۔

خمس کی وصولی کے کارندوں کا مشہور نہ ہونے کا سبب

لیکن حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کارندے خمس وصول کرنے کے لئے بھیجے ان کے بارے میں یہ خیال کیا گیا کہ آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں ایسا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا اور اگر ایسا واقعہ ہوا ہوتا اور آپؐ نے خمس کی وصولی کے لئے کارندے بھیجے ہوتے تو وہ بھی اسی طرح مشہور ہوتے جس طرح زکات کی وصولی کے لئے کارندے اور عاملین مشہور ہوئے ...... لیکن یہ خیال بے بنیاد ہے اور جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خمس ادا کرنا اور حضرت نبی کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خمس وصول کرنا بھی عام تھا اور آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور کے مسلمان اس پر عمل کرتے تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں تھا کہ ''تم سب یہ بات جان لو...... اے مسلمانو سوائے اس کے نہیں کہ یہ بات ہے کہ جو کچھ بھی تم کماؤ اس میں اللہ کے لئے' اس کمائی کا خمس ہے، اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے خمس ہے، اور ذی القربیٰ کے لئے خمس ہے'' ...... (آخر تک سورہ انفال آیت ۴۱)۔

تاریخ کی کتابوں میں جس طرح صدقات اور واجب زکات وصول کرنے کے لئے کارندوں کے نام درج کئے گئے ہیں تو اسی طرح تاریخ میں خمس وصول کرنے والے کارندوں کے نام بھی درج کئے گئے ہیں اگر چہ خمس کی وصولی کے کارندوں کی تعداد زکات وصول کرنے والے کارندوں کی بہ نسبت کم ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حجاز مقدس کے باسیوں کی ثروت تین قسم کے جانوروں پر مشتمل تھی بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ اور غلات میں زیادہ تر کھجور تھی' زراعت بہت کم تھی گندم، جو، انگور جن سے زکات تھی'

ان کی مقدار بھی کم تھی ، تجارت ان دنوں صرف مکہ والوں پر منحصر تھی اور بہت سارے دوسرے قبائل کی تعداد بہت کم تھی جو تجارت کرتے تھے جبکہ خمس کا وجوب ارباح مکاسب سے تھا خمس دینے کی شرط یہ تھی کہ سال کے اخراجات کے بعد جو بچ جائے اس سے خمس دیا جائے اور اسلام کے ابتدائی دور میں یہ شرط عام لوگوں پر لاگو نہیں ہوتی تھی کیونکہ ان کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی ...... اس دور میں لوگوں کو معدنیات کی اتنی زیادہ پہچان نہ تھی اور زمین سے ان کو برآمد کرنا عرب دنیا میں آسان نہ تھا زمین میں دبے ہوئے خزانے سے جو خمس کا مسئلہ ہے اس کا شاذونادر ہی اتفاق ہوتا ہے، اس وجہ سے اس میں خمس لینے کی بات ہی وہاں نہیں تھی ...... لہٰذا خمس کی ادائیگی کا مسئلہ زکات کی طرح نہ تھا ...... جس طرح زکات کے لئے کارندوں کا معین کرنا ضروری تھا خمس کے لیے ایسا کرنا ضروری نہ تھا کیونکہ اس دور میں زیادہ تر مسلمانوں پر زکات کا فریضہ ہی لاگو ہوتا تھا جبکہ خمس ادا کرنے کا فرمان تو جاری ہو چکا تھا جن پر خمس واجب تھا وہ خود بخود اسے ادا کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن کے ذمہ زکات کی وصولی ہو ان ہی کے ذمہ خمس کی وصولی بھی ہو جیسا کہ پیچھے ہم نے ذکر کیا ہے ...... حمیر کے سرداروں کے نام حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو خط بھیجا اس میں لکھا کہ تمہارا قاصد واپس آرہا ہے اور تم نے اللہ کا خمس سال کے خرچ کے بعد جو کچھ ہے وہ دیا ہے اور مومنین پر جو دسواں یا بیسیواں غلات میں فرض تھا وہ بھی تم نے ادا کیا ہے ...... ان کو اطلاع دی جارہی ہے کہ تم نے خمس اور زکات ادا کیا ہے وہ وصول ہو گیا ہے ۔ یہ خط ایک رسید کی مانند ہے اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ جو نمائندے زکات کی وصولی کے لئے جاتے تھے وہ خمس کی وصولی بھی کرتے تھے اس لئے تو حضور اکرم صلی االلہ علیہ وآلہ وسلم ، حمیر کے سرداروں کے جواب میں تحریر فرمارہے ہیں کہ تمہارا خمس بھی پہنچ گیا ہے اور تمہاری

زکوٰۃ بھی پہنچ گئی ہے یعنی دونوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرماتے ہیں اگر خمس ، زکات کی قسم سے ہوتا تو علیحدہ ذکر نہ فرماتے ۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف خمس وصول کرنے کے لئے کارندے موجود تھے لیکن وہ وہاں جاتے تھے جہاں خمس کے موارد تھے ہر جگہ انہیں نہیں بھیجا جاتا تھا اور ایسے موارد اور جگہیں کم تھیں وہ نمائندے ان علاقوں سے خمس وصول کرکے رسول اکرم صلی اﷲ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفاء کی سیاست خمس وصول کرنے کے بارے میں اس طرح نہ تھی جس طرح ان کی سیاست زکات وصول کرنے کے بارے میں تھی

جیسا کہ تفصیلی طور پر مستحقین خمس کے بارے میں خمس کی بحث میں آپ ان کتب میں پڑھ سکتے ہیں جو تحقیقی کتب میں موجود ہے ۔

خلفاء کا عمل اور ان کی سیاست سبب بنی کہ وہ عاملین اور کارندے جو حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خمس وصول کرنے کے لئے بھیجے تھے مورخین نے ان کے ناموں کا علیحدہ ذکر نہیں کیا اور راویوں نے بھی ان کا نام لکھنے میں لاپرواہی کی کیونکہ ایسا کرنے میں خلفاء کی سیاست اور پالیسی سے ٹکراؤ ہوتا تھا اور یہ خلافت صدیوں تک مسلمانوں پر مسلط رہی لیکن اس سب کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ خمس کی وصولی کے لئے کارندوں کا ذکر کتابوں میں موجود ہے ۔ اور خلفا ثلاثہ بھی خمس وصول کرکے بیت المال میں جمع کرتے رہے تھے اور یہ سلسلہ یزید ملعون تک جاری رہا اور اس کے بعد بھی جاری رکھا گیا لیکن اسکا مصرف بدل دیا گیا

ہم اس جگہ اس موقف کی مزید وضاحت کرتے ہیں کیونکہ یہی کہہ دینا کافی نہیں ہے کہہ زکات کے ساتھ خمس وصول کرنے کا ذکر موجود ہے اور یہ کہ زکات وصول کرنے

والوں کے ذمہ ہی خمس وصول کرنا تھا اور اسی طرح ہم ایسے عاملین کا ذکر بھی کر دیتے ہیں جو فقط خمس وصول کرنے کیلئے رسول پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے روانہ فرمائے۔
ہمارا موقف یہ ہے کہ خمس وصول کرنے والوں کو واجب صدقات وزکات وصول کرنے والوں کے ہمراہ بھیجا گیا اس کے لئے چند موارد بیان کرتے ہیں جس میں آپ دیکھیں گے کہ حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خمس کی وصولی کا حکم بھی زکات کی وصولی کے ساتھ ساتھ دیا ہے۔
یہی چند موارد ہمارے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

زکات کی وصولی کے ساتھ خمس کی وصولی کا حکمنامہ

ا۔حضور نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یمن والوں کی طرف عمرو بن حزم کو بھیجا تا کہ وہ ان کو دین کے احکام کی تعلیم دیں، سنت کی تعلیم دیں اور اسلام کی جتنی معلومات ہیں وہ ان کو بتائیں اور ان سے واجب صدقات وصول کریں اور ان سے خمس بھی وصول کریں۔اور اس کے لیے جو تحریر آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لکھی اس میں یہ بات موجود تھی۔

تحریر ملاحظہ ہو

یہ بیان اللہ اور اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہے اور یہ عہد نامہ ہے محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا' جو کہ نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں...... عمرو بن حزم کے لئے ...... جب اسے یمن کی طرف بھیجا گیا...... انہوں نے انہیں حکم دیا کہ اپنے تمام کاموں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہی محسنین میں سے ہیں ...... اور حکم دیا کہ وہ اللہ کا خمس غنائم سے وصول کریں یعنی جو کچھ ان کی کمائی سے اخراجات کے بعد بچ جائے اس سے خمس وصول

کریں...... اور مومنین کے اوپر ان کی زراعت سے جو ان پر واجب ہے وہ بھی ان سے وصول کریں اگر زراعت پانی سے خود سینچی گئی ہے تو ان سے بیسواں لیں اور اگر بارانی ہے تو اس سے دسواں لیں۔

تبصرہ

آپ دیکھیں اس تحریر میں زکات کا علیحدہ حکم دیا ہے اور خمس کا الگ حکم ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ یہ دونوں الگ الگ فریضہ ہیں یہ دو چیزیں ہیں ...... نیز جس نمائندے کو بھیج رہے ہیں اس نمائندے کے ذمے یہ دونوں کام لگا رہے ہیں ...... کہ وہ لوگوں سے خمس بھی وصول کرے یمن کیونکہ زراعتی ملک تھا ان سے زراعت کے حوالے سے زکات کی تفصیل بھی دی ہے کہ کتنی مقدار میں زکات لینا ہے اسی شخص کو زکات کی وصولی کا حکم بھی دیا ہے۔ ہمارے لئے یہی ایک ثبوت ہی کافی ہے کہ زکات کی طرح خمس وصولی کیلئے عامل مقرر تھے اور جس کے ذمہ زکات کی وصولی ہوتی تھی اسی کے ذمہ خمس کی وصولی بھی ہوتی تھی۔

ہم گذشتہ گفتگو میں بھی اس خط کو بیان کر آئے ہیں۔ ہم نے پہلے بھی بتایا ہے کہ اس قسم کے خطوط میں لفظ غنائم تمام ان اموال کو شامل ہے جنہیں انسان کسب و کار کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور اس دور کے لوگ اس سے یہی معنی سمجھتے تھے اس لفظ سے جنگی غنائم مراد نہیں لئے جاتے تھے۔ جہاں سے خمس وصول کرنے کا کہا جا رہا ہے وہاں پر جنگ کا موضوع ہی نہیں ہے۔

حضور پاکؐ کے دونمائیندے ابی اور عنبسہ

نمبر۲۔

حضرت نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سعد ھذیم قبیلہ قضاع اور جزام کی طرف دو نمائندوں کو بھیجا ...... دونوں نمائندوں کے لیے ایک ہی تحریر تھی ...... کہ جس میں صدقہ کے علاوہ دیگر فرائض کی تعلیم بھی دی گئی تھی اور دونوں قبیلے والوں کو حکم دیا کہ وہ ان نمائندوں کو صدقہ واجبہ دیں (صدقہ سے مرادِ وہی واجب زکات ہے) یہ بات بھی قابل غور ہے کہ روایات میں جہاں بھی زکات کی وصولی کا تذکرہ کیا گیا ہے عام طور پر اس کے لیے لفظ زکات کی بجائے لفظ صدقہ استعمال کیا گیا ہے۔

''آپ نے رسول اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خطوط میں دیکھا کہ واجب زکات کو لفظ صدقہ سے یاد کیا ہے''۔ ...... اس خط میں خمس ...... ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا کہ وہ لوگ آپ کے نمائندوں کو خمس بھی دیں اور آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وہ دو نمائندے ابی اور عنبسہ تھے ...... حکم دیا گیا کہ وہ لوگ خمس ان دونوں کے سپرد کریں یا جن کو یہ دونوں ان لوگوں کے پاس بھیجیں وہ لوگ انہیں خمس دیں۔ یہ دونوں آنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نمائندے تھے اور لوگوں سے زکات اور خمس وصول کرتے تھے۔

اس کے حوالے کے لئے طبقات ابن سعد اور مجموعۃ الوثائق السیاسیہ اور مراۃ العقول کا مقدمہ اور صحیح من سیرت النبی اعظمؐ ملاحظہ کریں۔

قارئین کرام یہ دونوں نمائندے حضور کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ سے تھے جن کو سعد ھذیم' قضاع اور حزام قبیلے کی طرف بھیجا گیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کو یمن کے خمس کی ذمہ داری سونپنا

نمبر۳۔

ابن قیم جوزیہ نے اپنی کتاب زاد المعاد فی ھدی خیر العباد میں جو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کارندوں اور نمائندوں کے بارے میں باب تحریر کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو یمن کے لوگوں سے خمس وصول کرنے اور یمن کی عدلیہ کا آپ علیہ السلام کو سربراہ بنا کر بھیجا یعنی یمن کا جتنا خمس بنتا تھا اس کی وصولی کے سربراہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام صلوات اللہ علیہ تھے۔

ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو یمن بھیجنا

اور اسی ابن قیم نے جو حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سرداروں اور حکمرانوں کی طرف خطوط کا جو باب اپنی کتاب میں قائم کیا ہے اس میں تحریر کرتے ہیں کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو جب آپ تبوک سے واپس آرہے تھے...... یمن بھیجا اور بعض میں ہے کہ یہ ربیع الاول ۱۰ھ کا واقعہ ہے ...... یہ کہ دونوں یمن جائیں وہاں پر ان لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں اور وہاں کے لوگ بغیر جنگ کے مسلمان ہو گئے پھر حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے بعد حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) کو یمن میں عدلیہ کا سربراہ اور خمس وصولی کا مسؤل بنا کر بھیجا حضرت علی (علیہ السلام) یمن سے ہی حجۃ الوداع کے موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مکہ میں آکر ملے تھے۔

اب یہاں پر واضح ہے کہ جب یمن والے خود بخود مسلمان ہو گئے وہاں پر کسی کے ساتھ جنگ ہی نہیں ہوئی اور جب جنگ نہیں ہوئی تھی تو پھر خمس کی وصولی کی ذمہ داری حضرت،

امیر المومنین(علیہ السلام)۔ کے سپرد کرنا ...... کیا معنی رکھتا ہے ...... یہ تقرر اس بات کا ثبوت ہے کہ خمس غنائم جنگی سے لینا مراد نہ تھا۔ اور اس بات کا بہت سی کتابوں میں حوالہ موجود ہے جسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ جب حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی(علیہ السلام) کو یمن میں عامل بنا کر بھیجا تو آپ(علیہ السلام) نے وہاں سے خمس وصول کیا۔

معدنیات سے خمس لینا

کتابوں میں درج ہے ایک دفعہ یمن میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس کوئی شخص رکاز یعنی معدنیات سے مال لیکر آیا تو آپ نے اس مال سے خمس لے کر باقی مال اس مالک کو واپس کر دیا (یہ بات خمس ہی کی ہو رہی ہے اور ایک حصہ لے کر چار حصے مالک کو واپس کر دیئے) اور جب حضرت نبی کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بات کی خبر پہنچی کہ آپ (علیہ السلام) کے پاس جو ایسے اموال پہنچے تو آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے خمس لے لیا باقی چار حصے ان کے مالکوں کو دے دیے تو آپ خمس وصولی کے اس طریقہ کار پر خوش ہوئے ...... تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اموال ایسے تھے جن پر زکات نہیں تھی اب خبر نبی پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچی تو آپ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے یعنی مولا علی علیہ السلام نے معدنیات سے خمس وصول کیا اس سے زکات نہیں لی اس پر حضور پاک(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا راضی ہونا اس کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

تبصرہ

صاحبان ایمان کے لئے یہ بات قابل توجہ ہے...... بلکہ لمحہ فکر یہ ہے...... کہ یہ حوالے ہم اہل سنت کی کتابوں کے پڑھ رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام خمس لینے گئے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت نبی کریم(صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) نے یمن میں خمس کی وصولی کا مسئول مقرر کیا اور ہمارے شیعوں کے ہاں تو یہ بات ویسے بھی مسلمات میں سے ہے...... اب اگر کوئی یہ کہے کہ ایسا کوئی واقعہ تاریخ اسلام میں نہیں ملتا اور نہ ہی ایسی کوئی تحریر ملتی ہے جس میں یہ ہو کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خمس کی وصولی اپنے دور میں کی ہو بلکہ تاریخِ اسلام خاموش ہے...... تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایسے شخص کی بات بالکل بے بنیاد ہے۔

یہ سب باتیں اہل سنت کے علماء نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں کہ یمن کے خمس کی وصولی کی ذمہ داری مولا علی (علیہ السلام) پر تھی ...... جب ان کے سامنے یمن کے باشندوں کے اموال لائے گئے تو انہوں نے ان اموال میں سے خمس لے لیا باقی اموال انہیں واپس کر دیئے ...... وہاں تو جنگ تھی ہی نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ انہوں نے غنائم جنگی سے خمس لیا ہوگا ...... پس معلوم ہو گیا کہ خمس منفعت سے ہے' ارباح مکاسب سے ہے' معدنیات سے ہے' ہر قسم کی کمائی اور ہر کسب و کار پر خمس ہے۔

معدنیات کا خمس

اس جگہ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ مولا علی (علیہ السلام) کے پاس کس قسم کے اموال لائے گئے تھے کہ آپ نے ان سے خمس وصول کر لیا اور باقی واپس لوٹا دیے؟

مولا علی (علیہ السلام) کے پاس جو اموال لائے گئے تھے روایت میں اس کے لئے لفظ رکاز استعمال ہوا ہے اب رکاز کا معنی بعض اہل لغت نے معدنیات کیا ہے جیسا کہ بہت ساروں نے یہ ہی قول اختیار کیا ہے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ معدنیات سے متعلق چیزیں آپ کے پاس لائی گئیں ...... آپ (علیہ السلام) نے ان سے خمس وصول کر لیا ...... بہر حال جو بھی تھا ...... اس میں سے مولا علی (علیہ السلام) نے خمس لے لیا اور باقی واپس دے دیا ...... لیکن

مولا علی (علیہ السلام) کو فقط معدنیات کے خمس کے لیے مقرر نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہاں سے مطلق خمس کی وصولی کے لئے مقرر کیا گیا تھا یعنی کسی ایک چیز کا نہیں کہا گیا تھا کہ فلاں مال سے خمس وصول کرو بلکہ سب چیزوں سے خمس وصول کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

جناب محمیہ کا خمس کی وصولی کیلئے تقرر

خمس کی وصولی کے چوتھے عامل اور دفتر خمس کے انچارج

الصحیح من سیرت النبیؐ میں درج ہے کہ قبیلہ بنی زبید سے ایک آدمی تھا جس کا نام محمیہ تھا رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے خمس کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا...... یہ صحیح من سیرت النبیؐ جلد ۳ ص ۳۱۲ پر دیکھا جا سکتا ہے اور کتاب الاموال ابی عبید کی ص ۴۶۱ ...... اور صحیح مسلم جلد ۲ ص ۷۵۴ ص ۱۲۸ ...... محمیہ بن جزء ہے اور یہ شخص بنی اسد سے تھا اور حضور بنی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے خمس کی وصولی کا عامل بنایا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ محمیہ ایک ایسے صحابی ہیں جن کے پاس حضور پاکؐ کے دور میں خمس کا حساب رکھنے کی ذمہ داری بھی تھی چنانچہ آپ نے فضل بن عباس اور اس کے دوسرے ہاشمی ساتھی کے لیے اسی محمیہ کو حکم دیا تھا کہ ان کے حق مہر کے پیسے خمس کی رقم سے دے دیں۔

خمس وصولی کیلئے چار عاملین کے اسمائے گرامی

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی صلوات اللہ علیہ عمرو بن حزم، محمیہ، ابی اور عنبسہ کو، خمس وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی پس یہ چاروں مشہور شخصیات خمس کی وصولی کے عاملین تھے۔

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خمس جنگی غنائم سے لینا مقصود نہیں تھا...... کیونکہ جن علاقوں میں ان عاملین کو خمس وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا وہاں نہ تو جنگ تھی اور نہ ہی جنگی غنائم

موجود تھے کہ ان میں سے خمس وصول کرتے اور باقی چار حصوں کو مجاہدین میں تقسیم کرتے وہاں تو نہ جنگجو تھے، نہ مجاہدین کا وجود تھا......تو یہ سب صرف خمس وصول کرنے کیلئے گئے تو کس سے؟

ظاہر ہے جو کچھ مسلمان کماتے تھے، جو ان کے کاروبار تھے انہیں اموال میں سے خمس وصول کرنا مقصود تھا۔

قارئین محترم ہماری اس ساری تحریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خمس ارباح مکاسب میں سے ہے...... جسکا پاکستان کے بعض صاحبان نے اپنی تحریر میں مذاق اڑایا ہے جس کا ذکر ہم حصہ دوئم میں کریں گے ...... ہم اس جگہ واضح کہتے ہیں کہ خمس کا قانون اللہ نے بنایا ہے حضور نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے پہنچایا ہے اور انہوں نے ہی یہ حکم دیا ہے کہ سال کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کا پانچواں دو......اور یہ حضور نبی کریم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے سے حکم جاری وساری ہے......

اور اس بابت چند مستند حوالوں کا مل جانا ہی بڑی بات ہے کیونکہ ...... حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد دربار خلافت کی طرف سے آپؐ کی احادیث لکھنے پر پابندی تھی ...... عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک کسی نے حدیث نبوی تحریر نہیں کی ......تو اس کے باوجود اتنے سارے حوالے مہیا ہو جانا اور حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خطوط میں اسکا تذکرہ موجود ہونا ہمارے موقف کو تقویت پہنچاتا ہے اور اعترض کرنے والوں کیلئے جواب ہے۔

خمس کوضروریات دین سے خارج سمجھنے والا کافر ہے

اسی تناظر میں ہمارے مراجع تقلید نے فرمایا ہے کہ جو شخص خمس کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتا وہ دین سے خارج ہے کیونکہ ایسا قول حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیان کوٹھکرانے اور اس کے انکار کا موجب بنتا ہے جس فریضہ کو حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایمان کا حصہ قرار دیں، جس چیز کی ادائیگی کو جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنائیں، جس چیز کی ادائیگی کو خدا کے عذاب سے امان حاصل کرنے کا سبب قرار دیں اس کے بارے اگر کوئی یہ کہے کہ وہ حکم واجب نہیں ہے ......تو خدا ہی اس سے پوچھے...... ظاہر ہے ایسا شخص اگر جان بوجھ کر یہ سب کچھ کہہ رہا ہے تو پھر اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور وہ خارج از اسلام ہے۔

زکات کیلئے بنی ہاشمؑ سے عامل مقرر نہ کرنے کا فلسفہ

یہاں ایک اور نقطہ قابل توجہ ہے کہ حضور پاکؐ نے بنی ہاشمؑ سے کسی کو زکات کی وصولی کے لیے عامل مقرر نہیں فرمایا

یہ بات جاذب نظر ہے کہ اس امر کی طرف شیعہ اور سنی کتب میں اشارہ ہوا ہے۔

ایک حدیث میں امام جعفر صادق(علیہ السلام) نے فرمایا ہے۔

بنی ہاشمؑ کا ایک گروہ پیغمبر کی خدمت میں پہنچا اور تقاضا کیا کہ انہیں چوپایوں کی زکات جمع کرنے پر مامور کریں اور کہا کہ یہ حصہ جو خدا نے زکات جمع کرنے والوں کے لیے معین کیا ہے ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

پیغمبر خدا(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے بنی عبد المطلب: زکات نہ میرے لیے حلال ہے اور نہ تمہارے لیے...... لیکن میں تمہیں اس محرومیت کے بدلے شفاعت کا وعدہ کرتا

ہوں ۔تم اس پر جو خداؑ اور رسولؐ نے تمہارے لیے معین کیا ہے راضی رہو (زکات سے سروکار نہ رکھو)

وہ کہنے لگے : ہم راضی ہیں ۔

اس حدیث سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشمؑ اس چیز کو اپنے لیے ایک قسم کی محرومیت سمجھتے تھے اور پیغمبر اسلام(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں اس کے بدلے شفاعت کا وعدہ دیا۔

صحیح مسلم جو اہل سنت کی نہایت مشہور کتاب ہے اس میں سے ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے :

عباس اور ربیعہ بن حارث پیغمبر اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے اور انہوں نے تقاضا کیا کہ ان کے بیٹے یعنی عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس کو جو دونو جوان تھے زکات کی جمع آوری پر مامور کیا جائے تا کہ دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی زکات سے حصہ لے سکیں اور اپنی اپنی شادی کے مصارف اس طرح سے فراہم کر سکیں ۔

پیغمبرؐ نے انہیں اس سے روکا اور حکم دیا کہ کسی اور طریقے سے ان کی شادیوں کے اسباب فراہم کیے جائیں اور محل خمس سے ان کی بیویوں کا حق مہر دیا جائے ۔

اس حدیث سے بھی کہ جس کی تشریح بڑی طویل ہے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اصرار کرتے تھے کہ اپنے رشتہ داروں کو زکات (کہ جو عام لوگوں کا مال تھا) لینے سے دور رکھیں ۔

جو کچھ ہم نے کہا ہے اس سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خمس نہ صرف سادات کے لیے کوئی امتیاز اور خصوصیات شمار نہیں ہوتا بلکہ عمومی مصالح کی حفاظت کے لیے ایک طرح کی محرومی ہے ۔ (تفسیر نمونہ ج ۷ ص ۱۵۲)

تاریخی حوالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی بھی کسی ہاشمیؑ کو زکات کی وصولی پر مقرر نہیں کرتے تھے انہیں صرف خمس کی وصولی پر مقرر کرتے تھے......

صحیح مسلم مسند احمد بن حنبل میں یہ بات لکھی گئی ہے۔ صحیح مسلم نے کتاب زکات کے باب اکاون میں اور مسند احمد بن حنبل نے اور ہماری کتب میں سے وسائل الشیعہ میں اور جہاں پر مستحقین زکات کا ذکر ہے اسے لکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی ہاشمی کو زکات ...... معروف معنیٰ میں ...... کی وصولی کیلئے مقرر نہیں کیا......

تبصرہ

اس جگہ جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جتنے خطوط ہم نے اوپر تحریر کیے ہیں ان سب میں زکات کو بیان کرنے کے لئے حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زیادہ تر لفظ صدقہ اور صدقات کا استعمال کیا ہے اور کہیں کہیں لفظ زکات استعمال کیا ہے...... میرے خیال میں حضور پاک کے زمانے میں آج کے دور کے بعض مدعیان علم وہاں پر موجود ہوتے تو وہ کہتے یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قران مجید میں تو ہر جگہ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکات آیا ہے آپ اپنے خطوط میں لفظ زکات کیوں نہیں لکھ رہے، اکثر مقامات پر لفظ صدقہ کیوں لکھ رہے ہیں؟ اس سے غلط فہی ہوگی صدقہ کا لفظ تو قرآن مجید لفظ زکات ہے میں زیادہ بار نہیں آیا......

حضور پاکؐ کے زیر تصرف اموال

جب حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے دور میں مختلف افراد کو ان کی حیثیت و مقام کے لحاظ سے اموال نقدی کی شکل میں، جنس کی شکل میں، آباد زمینوں کی شکل میں، غیر آباد زمینوں کی شکل میں، عطاء کیئے قارئین کرام کے استفادہ کے لیے ہم اس جگہ ان اموال کے عناوین کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے دست اختیار میں تھے اور انہی اموال سے آپ مسلمانوں کو عطاء وبخشش دیا کرتے تھے اور اپنے ذاتی اخراجات اور اپنے قرابت داری کے مصارف پورا کرتے تھے نیز مسلمانوں کے محتاج اور غریب طبقات کے لیے بھی مناسب اقدامات فرماتے تھے اور واضح رہے جو اموال حضور پاکؐ کے زیر تصرف تھے آپؐ کی رحلت کے بعد وہ اموال آپ کے معصوم جانشینوں کے پاس آ گئے اور آج بھی ایسے اموال کے حقیقی وارث امام زمانہ عج ہیں اور ان کی غیبت کبریٰ کے زمانے میں اگر کہیں پر اسلامی حکومت اپنی شرائط کے ساتھ قائم ہو جائے تو امام زمانہ عج کی نیابت میں ایسے اموال کا اختیار ولی فقیہ کے پاس رہے۔

یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا اور آپ کے نزدیک اموال کی تقسیم کی بنیاد قرآن میں بیان شدہ معیار و ضابطہ پر تھی۔

ان اموال کے عناوین کچھ یوں ہیں

انفال

انفال کے ضمن میں مختلف اموال اس طرح ہیں۔

ا۔ وہ زمینیں جن کے مالکوں نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور وہ وہاں سے چلے گئے (بنی نظیر

کے یہودیوں کی زمینوں کی طرح)

۲۔ وہ زمینیں جن کے مالکوں نے انہیں اپنی مرضی سے مسلمانوں کے سربراہ کے سپرد کردیا (فدک کی طرح)

۳۔ اراضی موات (غیر آباد زمینیں)۔

۴۔ سمندروں کے کنارے۔

۵۔ پہاڑوں کی چوٹیاں۔

۶۔ درے۔

۷۔ جنگلات

۸۔ بادشاہوں کے منتخب اموال جو جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔

۹۔ جو کچھ مسلمانوں کے پیشوا اموال غنیمت میں سے اپنے لیے رکھے۔

۱۰۔ وہ اموال غنیمت جو ان جنگوں کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جو سربراہ مسلمین کی اجازت کے بغیر لڑی گئی ہوں۔

۱۱۔ معدنیات

۱۲۔ اس شخص کی میراث جس کا کوئی وارث نہ ہو۔

۲ ...... غنائم کا خمس

آیت خمس سورہ انفال میں اس کا ذکر ہے اس سے ہر مالی فائدہ مراد ہے جسے کوئی مسلمان حاصل کرتا ہے چاہے وہ جنگ کے ذریعہ ہو یا غیر جنگ کے ذریعہ ہو جس کی تفصیل اس کتاب میں بیان کی گئی ہے یہ اموال خمس کے عنوان سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور امام وقت کے لیے ہیں ان کا مصرف بھی قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

۳......فئی :

وہ اموال جو فئی کے عنوان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں سربراہ حکومت اسلامی کی حیثیت سے آتے تھے وہ ان تمام اموال پر مشتمل ہوتے تھے جو بغیر جنگ مسلمانوں کے ہاتھ لگتے تھے۔ یہ اموال اسلامی معاشرہ میں اعتدال ثروت کے سلسلہ میں اہم کردار انجام دے سکتے تھے کیونکہ زمانہ جاہلیت کی رسم کے خلاف یہ اموال کبھی بھی اقوام وقبائل کے دولت مندوں میں تقسیم نہیں ہوتے تھے بلکہ براہ راست مسلمانوں کے سربراہ اعلیٰ کے اختیار میں ہوتے تھے اور وہ بھی سب سے زیادہ استحقاق کے اصول کو پیش نظر رکھ کر تقسیم کیے جا سکتے تھے جیسا کہ انفال کی بحث میں بیان کیا گیا ہے کہ فئی انفال کا ایک حصہ ہے اور اس کا دوسرا حصہ وہ تمام اموال ہیں جن کا مالک مشخص نہیں ہوتا اس کی تشریح فقہ اسلامی میں ہو چکی ہے اور اس سے متعلق زیادہ موضوعات ہس ی اس طرح الہی نعمتوں کا زیادہ حصہ حکومت اسلامی کے قبضہ میں جاتا اور اس کے بعد ضرورت مندوں کو ملتا۔

۴......عمومی صدقات :

اس عنوان کے تحت بھی آپ کے پس اموال لائے جاتے تھے جن کی تفصیل فقہی کتابوں میں درج ہیں۔

پس حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے مسلمانوں کے لیے جو کچھ دیا جاتا تھا وہ انفال، فئی، غنائم کا خمس اور عمومی صدقات سے ہوتے تھے ان اموال میں سب سے زیادہ اموال فئی کے عنوان میں آتے ہیں۔

تفصیل کے لیے: (تفسیر نمونہ میں سورہ انفال اور سورہ حشر کی تفسیر اور مکاتیب الرسول

ج ۲ ص ۲۷۲ سے ۱۷۵ تک)

حضرت عمر کا حضور پاکؐ سے مطالبہ خمس

حیران کن امر یہ ہے کہ فئی کے عنوان میں آنے والے تمام اموال قرآنی حکم کے تحت حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مخصوص تھے اس میں باقی مسلمانوں کا حصہ نہ تھا اور نہ ہی ان اموال پر غنائم والا حکم تھا کہ ان سے خمس لے لیں اور باقی مسلمانوں کے لیے حلال ہیں لیکن ہم تاریخ میں یہ حوالہ پڑھتے ہیں کہ ان اموال کے بارے میں جناب عمر حضور پاکؐ کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کتب سیرت میں ہے :ان عمر قال یا رسول اللّٰہ الا تخمس ما اصبت فقال رسول اللّٰہ لا اجعل شیأ جعله الله لی دون المسلمین بقوله تعالیٰ ما افاء الله علی رسوله من اهل القربی فلله وللرسول ولذی القربی آخر تك (سورہ حشر آیت ۷)

تحقیق عمر نے کہا یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کو جو کچھ ان اموال سے (اموال فئی) ملا ہے ان سے خمس نہیں نکالتے ہو؟ ......تو رسول اللہؐ نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس مال کو میرے لیے قرار دیا اور مسلمانوں کا اس میں حق قرار نہیں دیا قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ (سورہ حشر آیت ۷) کی روشنی میں اس میں کچھ بھی تبدیلی نہیں کروں گا۔

حوالہ جات

الحلبیہ ج ۲ ص ۲۷۳، کنز العمال ج ۲ ص ۳۰۶، سیرۃ دحلاں ھامش الحلبیہ ج ۲ ص ۱۰۰، ملاحظہ مکاتیب الرسول ج ۲ ص ۵۷۷، بحوالہ الطبقات الکبری ج ۲ ص ۵۸، الطبری ج ۲ ص ۲۲۶، الکامل ج ۲ ص ۶۵، البیضاوی تفسیر سورہ حشر احکام القرآن بلجعاص۔

قابل توجہ نکتہ

جناب عمر کے سوال سے پتہ چلتا ہے کہ خمس کا عنوان عام تھا اور انہوں نے یہ تجویز جو کہ ایک اعتراض کی صورت میں بنتی ہے اس لیے کہ جب خمس نکال لیا جائے گا تو باقی چار حصہ عام مسلمانوں کے لیے ہونگے۔ جب کہ اموال فئی کو اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے رسول(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے لیے اور ان کے اپنے اخراجات کے واسطے اور جہاں وہ چاہیں اور ان کے قرابت داروں کے لیے قرار دیتے ہیں یہ بات اصحاب کو پتہ تھی لیکن اس کے باوجود حضرت عمر نے سوال انکاری کے طور پر آپؑ سے پوچھ لیا اور آپ نے قرآن سے جواب دیا۔

قارئین محترم یہ حوالہ ذکر کرنے کا مقصد فقط اتنا ہے کہ حضور پاک(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے زمانہ میں حضرت عمر کو اعتراض ہے کہ مال فئی سے خمس کیوں نہیں دیا جارہا اور حضور پاکؐ کی رحلت کے بعد جب جناب سیدہ(صلوات اللہ علیہا) نے عمومی اموال سے مطالبہ خمس کیا تو وہاں پر حضرت عمر نے پھر اعتراض کیا کہ اگر خمس آپ کو دے دیا جائے تو مہاجرین و انصار اور باقی مسلمانوں کا کیا بنے گا۔

تو جناب سیدہؑ نے بھی وہی جواب دیا جو حضور پاک(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ فیصلہ قرآن کا ہے اور یہ قرآن مجید میں ہر ایک کے لیے اس کا حصہ مقرر کردیا جائے۔

جناب سیدہؑ، آئمہ معصومین اور فریضہ خمس

زکات کا عمومی مفہوم و معنیٰ

ہم پہلے تحریر کر آئے ہیں کہ لفظ زکات قرآن مجید میں اور احادیث معصومینؑ میں ایک عام معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور لفظ زکات کا استعمال اصطلاحی معنیٰ میں زکات کے لیے جو کہ نو چیزوں میں فرض ہے اس معنی میں ہر جگہ زکات کا استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ خاص معنیٰ بھی اس عمومی معنیٰ کے ضمن میں آیا ہے۔ اسی بات کو اپنے قارئین کے لیے واضح اور روشن کرنے کی خاطر ذیل میں ہم ایسی چند روایات دے رہے ہیں جن میں زکات کا ایک عمومی مفہوم سامنے آتا ہے۔ اس مفہوم کو سامنے رکھ کر قرآن مجید میں جہاں جہاں اقیموا الصلواۃ کے ساتھ واتوالزکاۃ آیا ہے تو اس میں لفظ زکات سے عام معنیٰ مراد لیا گیا ہے اور زکات کے لفظ سے خاص معنیٰ مراد لینے کے لیے ہمیں علیحدہ قرینہ اور دلیل کی ضرورت ہوگی۔ پس وہ لوگ جو خمس کے فریضہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے یہ بات دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ خمس کا تو فقط قرآن مجید میں ایک دفعہ ذکر ہوا ہے۔ اور لفظ زکات بار بار آیا ہے۔ تو یہ ان کے لیے استدلال نہیں بن سکتا۔ روایت میں آیا ہے۔

۱) ہر شے سے زکات دینا واجب ہے۔

۲) تیرے بدن کے اجزاء میں سے ہر جزو کی زکات ہے جس کا ادا کرنا واجب ہے۔

۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان کو جو نعمت عطا کی ہے اس نے ہر نعمت پر زکات فرض کی ہے۔

۴) خدا کی عطا کردہ نعمتوں کی زکات، نیک عمل کرنا اور اچھائی کو انجام دینا ہے۔

۵) انسان کے ہر لمحہ اور ہر لحظہ پر خدا نے زکات فرض کی ہے۔

۶) جس چیز کی زکات دے دی گئی وہ چیز سلب و چھننے سے محفوظ ہو گئی۔

۷) استطاعت و طاقت کی زکات انصاف کرنا ہے۔

۸) خوبصورتی کی زکات پاکدامنی ہے۔

۹) فتح و کامرانی کی زکات احسان اور عفو و درگذر کرنا ہے۔

۱۰) صحت کی زکات اللہ کی اطاعت میں کوشش کرنا ہے۔

۱۱) بہادری کی زکات راہ خدا میں جہاد کرنا ہے۔

۱۲) خوشحالی کی زکات ہمسایوں سے نیک سلوک کرنا ہے۔

۱۳) وسعت دست کی زکات رشتہ داروں سے اچھے تعلقات استوار کرنا ہے۔

۱۴) علم کی زکات مستحقین تک علم کو پہنچانا ہے۔

۱۵) اور صاحب علم ہونے کی زکات اپنے نفس سے جہاد کرنا ہے۔

۱۶) عقل کی زکات جاہلوں کو برداشت کرنا ہے۔

۱۷) جاہ و منصب کی زکات حاجت مند کے لیے سفارشی بننا ہے اور اس کی مشکل کو حل کرنا ہے۔

۱۸) جسم کی زکات عمل ...... کرنا ہے۔

۱۹) آنکھ کی زکات عبرت کے لیے دیکھنا ہے اور شہوات سے آنکھ کو بند رکھنا ہے۔

۲۰) کان کی زکات علم وحکمت سننا ہے۔

۲۱) اور قوت سماعت کی زکات قرآن کو توجہ سے سننا ہے۔

حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں

(التفسیر المبین سورہ النحل آیت ۷۵، البحار ج ۹۶ ص ۷ ج ۷۸ ص ۲۶۸، نہج البلاغہ حکیمانہ کلمات، غرر الحکم)

تبصرہ

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام اور قرآن کی اصطلاح میں زکات کو کس قدر وسیع معنیٰ میں لیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ زکات استعمال ہوا ہے اسے اصطلاحی معنیٰ میں زکاوۃ مراد نہیں لے سکتے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ زکات سے مراد اسلام کے مالی حقوق ہیں اور اس لفظ سے اسلام کا اقتصادی و معاشی پروگرام مراد لیا گیا ہے یعنی ایک طرف اسلام کہہ رہا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور نماز کا ذکر ہے جو معنوی ترقی حاصل کرنے کے لیے تمام عبادتی اعمال میں افضل عمل ہے اور نماز ہی مومن کے لیے معراج ہے اور مومن کا تعلق اپنے خالق اور مالک سے جوڑتی ہے اور ساتھ ہی مومن سے کہا جارہا ہے کہ جہاں پر تم اپنی معنوی ترقی کے لیے نماز جیسی عبادت کو قائم کرو تو وہاں پر اپنی معشیت بھی ٹھیک کرو کیونکہ جس کی معاشی حالات درست نہیں اس کے لیے دین پر باقی رہنا مشکل ہے چنانچہ حدیث میں ہے جس کا روزگار نہیں اس کا دین نہیں۔

زکات کا لفظ ایک اشاراتی لفظ ہے اور اس سے جہاں پر مسلمانوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالی حالات سدھاریں اور اپنے اموال سے جو اللہ تعالیٰ نے حقوق مقرر کیے ہیں انہیں ادا کریں اس طرح ان کا مال کم نہیں ہوگا بلکہ اس میں اضافہ ہوگا اور اس ساتھ ہی یہ بھی سمجھایا جارہا کہ انسان کے پاس مال ہو یا مال کے علاوہ جو بھی اس کے پاس نعمت ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے لہذا اسے اپنے مال سے اللہ کی طرف سے معین شدہ حصہ ادا کرنا چاہے وہ خمس کی بابت ہو یا عام صدقات و خیرات کے حوالے سے ہو یا دیگر مالی واجبات سے ہو یا معروف معنی میں زکات ہو اگرچہ معروف معنیٰ میں

زکات ادا کرنے کے حکم کو قرآن مجید میں اور احایث میں زیادہ تر لفظ صدقہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

صدقہ کی تقسیم

اسی لیے احادیث میں آیا ہے کہ صدقہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک صدقہ واجبہ ہوتا ہے جس سے معروف معنیٰ میں زکات مراد لی جاتی ہے اور دوسرا استحبابی صدقہ ہے......

البتہ واجب صدقے کو زکات اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مال کے بڑھنے کا سبب بنتا ہے۔ اور دیگر مالی واجبات کو بھی زکات اس لیے کہا جاتا ہے کہ مالی حقوق ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور مال میں اضافہ ہوتا ہے اور مال پاک ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مالی حقوق ادا کرنے والے کا اندر بھی پاک ہوتا ہے اور یہ کہ مالی حقوق ادا کرنے سے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔

جناب سیدہ زہرا علیہا السلام کا زمانہ اور خمس

حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحلت کے بعد حکومت وقت نے جناب سیدہ زہرا (صلوات اللہ علیہا) کی جائداد فدک کو بحق سرکار ضبط کرلیا بابا کی وراثت سے بھی آپ کو محروم کیا گیا اسی طرح حکومت وقت نے فئی اور خمس کو آپ (علیہ السلام) سے روک لیا۔ اس بارے جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے دربار خلافت میں جو گفتگو فرمائی اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) حاکم وقت ...... اس کے مشیران کو اس طرح مخاطب ہوئیں جب انہوں نے آپ (علیہ السلام) سے دلیل طلب کی کہ کس رو سے آپ (علیہ السلام) ہم سے فدک ، فئی اور خمس کا مطالبہ فرما رہی ہیں؟

فدک کی ملکیت کے متعلق میرے حق ہونے پر اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ فرمان گواہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ حکم اتار اوٰات القربیٰ حقه " (اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! تم اپنے قریب ترین کو ان کا حق دے دو!) میں اور میری اولاد پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریب ترین تھے پس رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فدک مجھے اور میری اولاد کو ہدیہ کیا اور جب جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ والمسکین وابن السبیل " (سورہ بقرۃ آیت ۱۷۷) تو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یتامیٰ اور مساکین وہ لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) اور ان کی اولاد کے ساتھ زندگی گزاریں گے اور ابن السبیل وہ ہیں جو اہلبیت (علیہم السلام) کے وسیلہ کو اختیار کریں گے۔

جناب عمر نے یہ سن کر اعتراض کرتے ہوئے سوال کیا کہ ....

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خمس ، جنگی غنائم ، کا خمس مملکت کے عمومی اموال فئی سب آپ کیلئے اور آپ کے پیروکاروں کیلئے ہیں ؟

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے فرمایا : بہر حال فدک کی زمینیں اور باغات تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ ان املاک کو میرے اور میری اولاد کو عطیہ کر دیں ۔ یہ املاک میرے پیروکاروں اور شیعوں کے لئے نہیں دیئے گئے باقی رہا خمس تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے پیروکاروں اور شیعوں کے درمیان تقسیم کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند کے اس فرمان کو پڑھا جا سکتا ہے (یعنی خمس کے دو حصے ہیں ، ایک حصہ میری اولاد یعنی سادات کیلئے اور ایک حصہ امام وقت کیلئے ہے جسے وہ باقی شیعوں کے مفادات میں خرچ کرتے ہیں)

جناب سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا کا خلیفہ اول سے مطالبہ خمس

جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا خلیفہ اول سے یوں مخاطب ہوئیں ۔

اے ابوبکر آپ کو پتہ ہے اور آپ اس بات سے واقف ہیں کہ ہم اہل البیت (علیہم السلام) کے حق کو غصب کر لیا گیا ہے ہمارا وہ حق جسے اللہ تعالیٰ نے عمومی اموال میں قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں غنائم اور درآمدات سے جو کچھ ہمارے لیے ذوی القربیٰ کا حق قرار دیا گیا ہے جس کی توضیح سورہ انفال کی آیت ۴۱ میں دی گئی ہے ''واعلموا انما غنمتم من شیئی فان لله خمسه وللرسول و لذی القربیٰ '' یہ پورا حق ہم اہل البیت (علیہم السلام) سے چھین لیا گیا ہے ۔

جناب ابوبکر : بی بی پاک سے یہ سن کر سوال کرتے ہیں کیا میں فدک سارا کا سارا آپؑ کو دے دوں اور یہ آپؑ کا مال ہے ؟

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے جواب دیا:

کیا فدک تیرا مال ہے؟ یا فدک تیرے قرابت داروں کے لیے مخصوص ہے؟

جناب ابوبکر: میں فدک سے جو درآمد ہوگی اسے مسلمانوں کے مصالح و مفادات میں خرچ کروں گا۔

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے جواب میں فرمایا۔

اللہ کا حکم ایسا نہیں ہے اور تمہیں اس بات کا حق نہیں ہے کہ تم شخصی اور نجی اموال کو بحق سرکار ضبط کرلیں اور میں نے اپنے بابا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ جملہ سنا کہ آپ نے فرمایا اے اولاد محمدؐ آپ کے لیے خوشخبری ہو کہ آپ کی بے نیازی اور مالی ضروریات کو پورا کرنے کا حکم پہنچ گیا ہے۔ (یہ اس وقت کی بات ہے جب آیت خمس اور رواتی ذالقربیٰ حقہ والی آیت اتری)

جناب ابوبکر نے جب یہ سنا تو ان کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا تو انہوں نے فدک کی زمینوں کو قومیانے کے بارے میں یہ عذر پیش کیا۔

میرا علم مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس آیت (سورہ انفال آیت ۴۱) سے استنباط کر کے پورا فدک آپ کو واپس لوٹا دوں۔

(حوالہ جات کتاب عوالم ج ۱۱ ص ۴۲۲، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۳۰، الغدیر ج ۷ ص ۱۹۱، فتوح اللبدان ص ۳۸، کشف الغمہ ج ۲ ص ۳۷، صحیح البخاری کتاب الخمس (فضائل اصحاب النبی)، صحیح مسلم کتاب الجھاد ۴۹، ۵۳، الامارہ ۱۹، سنن نسائی کتاب الجھاد ص ۵۲، ۵۳، کتاب الفئی سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۰، نہج الحیوۃ حدیث نمبر ۱۴۲ وحدیث ۱۴۷،)

حضرت عمر کا جناب سیدہؑ کے مطالبہ خمس پر اعتراض

جناب عمر نے یہ سن کر دوبارہ جناب سیدہ (سلام اللہ علیہا) سے سوال کیا!

اگر ایسا ہے تو پھر مہاجرین وانصار اور باقی مسلمانوں کیلئے کون سے اموال بچیں گے؟

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے جواب میں فرمایا! ان مہاجرین وانصار اور باقی اسلام لانے والے لوگوں میں سے جو تو ہمارے پیروکار ہوں گے تو کتاب خدا (قرآن مجید) میں صدقات سے ان کا حق مشخص کر دیا گیا ہے۔ خداوند کریم اور اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) برحق نے عمومی اموال کی اس طریقہ پر تقسیم کو پسند فرمایا ہے۔ عمومی اموال سے بہرہ مند ہونے کا معیار اور ضابطہ خداوند اور اہلبیت (علیہم السلام) کی دوستی اور اطاعت ہے۔ خداوند اور اہلبیت (علیہم السلام) سے دشمنی اور بغض وعداوت ان اموال سے استفادہ کرنے کا معیار نہیں ہے۔ آگاہ رہو ہر وہ شخص جو ہم سے دشمنی کرے تو اس نے خداوند سے دشمنی کی اور جس کسی نے ہماری مخالفت کی تو اس نے خداوند کی مخالفت کی اور جس کسی نے خداوند کی مخالفت اور دشمنی کی تو وہ دنیا اور آخرت میں اللہ کے سخت ترین عذاب میں ہوگا۔

جناب عمر نے بی بی پاک (صلوات اللہ علیہا) کا یہ جواب سنا تو اس نے بات کو دوسرا رخ دینے کیلئے یہ سوال اٹھایا کہ جو کچھ آپ (صلوات اللہ علیہا) فرما رہی ہیں اس کے لئے دلیل اور ثبوت لے آئیں۔

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے اس کے جواب میں یوں فرمایا!

حیرانگی کی بات ہے! آپ کو جابر بن عبداللہ انصاری اور جویر بن عبداللہ قبول ہیں اور ان کی بات کی تم تصدیق کرتے ہو اور جو وہ کہیں ان سے قبول کر لیتے ہو، اور ان

سے ثبوت نہیں مانگتے ہو یعنی وہ آپ سے اگر یہ کہیں کہ انہوں نے فلاں بات رسول پاک سے سنی ہے تو تمہیں بغیر ثبوت مانگے ان کی بات قبول ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مجھ سے میری بات کی دلیل وسند مانگ رہے ہو؟ .... میری دلیل اور سند اور میرے بیان کا ثبوت خود قرآن مجید ہے۔

(بحوالہ بحارالانوار ج ۸، صفحہ ۱۰۵ طبع قدیم جلد ۲۸ صفحہ ۳۰۲ طبع جدید، مستدرک المسائل ج ۷۔ صفحہ ۲۹۱، کشکول سید حیدر علی آملی صفحہ ۲۰۳)

اہل بیت علیہم السلام کا اقتصادی محاصرہ

مسلمانوں کو اہل بیت (علیہم السلام) سے علیحدہ رکھنے کے لیے کارکنان سقیفہ نے اہل بیت (علیہم السلام) کے اقتصادی محاصرے کا منصوبہ تیار کیا۔

حضرت عمر نے خلیفہ مسلمین کو یہ مشورہ دیا کہ تم حضرت علی (علیہ السلام) اور ان کے خاندان کو خمس، فئی اور فدک سے محروم کر دو جب حضرت علی (علیہ السلام) کے پیروؤں کو اس کا پتہ چلے گا تو وہ حضرت علی (علیہ السلام) کو چھوڑ کر دنیاوی لالچ میں تیرے پاس چلے آئیں گے اور اس طرح اسلامی حکومت مضبوط ہو گی۔ (بحوالہ بحار لانوار جلد ۸ تظلم الزآص ۱۶۰)

فدک سے مراد اور مطالبہ خمس

غزوہ خیبر کے بعد اللہ تعالیٰ نے فدک اور ام القری کی وادیاں اپنے حبیب کو عطا فرمائیں اور قرآنی الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اسے خالص رسول اللہ کا مال قرار دیا گیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وات ذالقربی حقہ (رشتہ دار کو اس کا حق دو) کی آیت مجیدہ نازل فرمائی رسورسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے حکم خداوندی کے تحت حضرت زہرا (صلوات اللہ علیہا) کو بلا کر فدک ہبہ کر دیا...... چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی حیات

طیبہ میں ہی فدک کا انتظام و انصرام حضرت امیر المومنین(علیہ السلام) اور حضرت زہرا(صلوات اللہ علیہا) کے پاس تھا جیسا کہ حضرت امیر المومنین(علیہ السلام) نے اپنے ایک مکتوب میں اس کا اظہار کیا ہے۔

بلی قد کانت فی اید ینا فدك

جی ہاں فدک ہمارے تصرف میں ہوا کرتا تھا

جب حضرت رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات ہوئی حکومت وقت نے فدک کی زمینوں کو بحق سرکار ضبط کرلیا اور اس طرح اہل البیت(علیہم السلام) کو اس کے تصرف سے محروم کر دیا حضرت سیدہ زہرا(صلوات اللہ علیہا) نے فدک واگذار کرانے کے لیے برسر اقتدار افراد کے پاس قاصد روانہ کئے۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی پھر حضرت سیدہ زہرا(صلوات اللہ علیہا) نے دیکھا کہ اگر میں نے میراث وہبہ کا مطالبہ نہ کیا تو امت کی تمام بیٹیاں قیامت تک حق میراث سے محروم ہو جائیں گی۔ اسی لیے آپؑ بہ نفس نفیس مسجد نبوی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تشریف لائیں اور میراث، ہبہ اور خمس کا دعویٰ کیا خلیفہ نے آپ(صلوات اللہ علیہا) کی ایک نہ سنی پھر آپ(صلوات اللہ علیہا) نے اپنے والد کا لکھا ہوا ہبہ نامہ پیش کیا جسے پھاڑ دیا گیا چنانچہ حضرت زہراؑ غضب ناک ہو کر واپس تشریف لائیں اور فدک کو بحق سرکار ضبط کرنے والوں سے آخر دم تک کلام نہ فرمایا۔

حوالہ جات ملاحظہ ہوں: (صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۸، ج ۵ ص ۱۷۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲، ج ۳ ص ۱۵۳، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴ تا ۱۴ ج ۲ ص ۳۵۳، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۸۶، تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۸۵، تفسیر کبیر ج ۲۹ ص ۲۸۳، سنن ابی داؤد باب وصایا رسول، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۳۴۰، معجم البلدان مادہ فدک ص ۴۶، صواعق محرقہ ص ۱۲۱ الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۲۱)

جنابِ سیدہؑ کے دربار خلافت سے مطالبات

جنابِ سیدہ کونین(صلوات اللہ علیہا) نے دربارِ خلافت میں جا کر تین مطالبے کئے ......

پہلا مطالبہ...... فدک کی جائداد کی واپسی کا تھا۔

دوسرا مطالبہ...... اپنے بابا کی وراثت لینے کا تھا۔

تیسرا مطالبہ...... خمس وصول کرنے کا تھا۔

اگر بی بی پاک(صلوات اللہ علیہا) خمس کو واجب نہ جانتی ہوتیں اور خمس کو ضروریات دین سے نہ سمجھتی ہوتیں اور خمس کو زکات سے علیحدہ فریضہ نہ سمجھتیں تو آپ کبھی بھی آ کر مطالبہ نہ فرماتیں کہ خمس مجھے دیا جائے البتہ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ مسلمانوں کے خلفاء نے یہ خمس حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیؑ سے کیوں روکا؟ یا انہوں نے سہم اللہ یا سہم نبیؐ کو مسلمانوں کے دیگر مفادات میں کیوں خرچ کیا؟ یا سہم ذالقربیٰ کو بھی مصالح مسلمین پر خرچ کیا تو ایسا ٹھیک کیا یا نہیں کیا؟ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے اور ہماری تحقیقی کتابوں میں یہ بحثیں موجود ہیں۔ وہاں سے دیکھ لیں۔

فریضہ خمس میں سب سے پہلے لائی جانے والی تبدیلیاں

ہم یہاں پر فقط یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ سلسلہ اور اس فریضہ کی ادائیگی میں جو تبدیلیاں لائی گئیں وہ خلافت کے دور میں لائی گئیں اور جنابِ سیدہ کونین(صلوات اللہ علیہا) نے بڑی شد و مد کے ساتھ اور بڑے موثر اور مضبوط دلائل کے ساتھ خمس کا باقاعدہ مطالبہ کیا اور ان دلائل میں سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۱ کو بھی پڑھا اور فرمایا کہ یہ قرابت داروں کا باقاعدہ حق ہے اور یہ بھی کہ میں اس وقت سب سے زیادہ اس کی حق دار ہوں۔

پاک بی بی(صلوات اللہ علیہا) کا یہ عمل دقائق اسلام کے سرپرست کا جواب ہے جو یہ کہتے ہیں ''کہ ان کی بات کو تقویت ملتی ہے کہ جو کہتے ہیں ہوسکتا ہے خمس بھی زکات کا ایک حصہ ہو اور زکات سے جدا فریضہ نہ ہو'' ...... اسی طرح یہ بھی واضح ہوگیا کہ فریضہ خمس بھی اتنی اہمیت رکھتا ہے جتنا زکات اہمیت رکھتی ہے۔ اگر اس فریضہ کی اہمیت نہ ہوتی اور یہ کوئی معمولی فریضہ ہوتا تو خلفاء اس کی ادائیگی بند نہ کرتے اور اس میں ضروری تبدیلیاں بھی نہ لاتے اور پھر جناب سیدہ(صلوات اللہ علیہا) پورے شدومد کے ساتھ دربار میں جاکر خمس کی وصولی کا مطالبہ نہ کرتیں۔ جو تحقیق پسند ہیں اور حقائق کو جاننا چاہتے ہیں ان کے لیے میں اہلسنت کی کتابوں کے حوالے دے دیتا ہوں وہاں اس موضوع کو دیکھ سکتے ہیں کہ جناب سیدہ کونین(صلوات اللہ علیہا) نے خمس کا باقاعدہ مطالبہ کیا اور لطف کی بات ہے کہ پاک بی بی(صلوات اللہ علیہا) نے جب خمس کا مطالبہ کیا تو اس میں تمام اموال مراد لئے وہ اموال انسان جن کا مالک ہوتا ہے...... ان سب سے خمس کی ادائیگی کا مطالبہ تھا نہ کہ غنائم جنگی سے خمس کا مطالبہ تھا اور خلفاء بھی آپ کے مطالبہ سے یہی کچھ سمجھتے تھے اسی لیے حضرت عمر نے سوال اٹھایا تھا اگر خمس آپ کو دے دیا تو مہاجرین وانصار اور باقی مسلمانوں کا کیا بنے گا۔

جنگی غنائم سے خمس کا مطالبہ

آگے چل کر پاک بی بی(صلوات اللہ علیہا) نے چوتھا مطالبہ پھر ایک بار کر دیا کہ اگر تم لوگ خمس کو فقط غنائم جنگی سے سمجھتے ہو تو اس دور میں جو جنگیں ہو رہی ہیں اس کا جو خمس بنتا ہے وہ ہمیں دے دیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب پہلا مطالبہ نہیں مانا جاتا تو پھر پاک بی بی(صلوات اللہ علیہا) نے علی فرض تنزل یعنی بقول آپ کے یعنی خلفاء جو کہتے تھے کہ غنائم جنگی میں خمس ہے تو پھر تم اس کا ہمیں حصہ دو...... لیکن وہ حصہ بھی نہ دیا گیا، بہرحال اس

کی تفاصیل آپ درج ذیل کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

حوالہ جات: (تفسیر طبرسی جلد ۱۰ صفحہ ۴، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳، سنن بیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۴۲، سنن بیہقی کی جلد ۶ کے صفحہ ۳۰۳، مجمع الزاوائد جلد ۵ صفحہ ۳۴۱ اور اسی طرح صحیح ابی داؤد جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ اور تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۱۵۹، اور ابی داؤد جلد ۳ صفحہ ۱۴۶ اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند کی جلد ایک صفحہ ۳۲۰ میں اور نسفی نے میں)

اور کتاب خراج میں ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے خمس روکا وہ خلیفہ اول ہی تھے کتاب خراج کے صفحہ اٹھارہ پر صحیح مسلم جلد ۳ کتاب جہاد میں ہے۔

اور کتاب وسائل الشیعہ جلد ۶ صفحہ ۳۵۹ میں اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس بارے خلیفہ مسلمین نے اپنے رفقاء سے باقاعدہ مشاورت کی اور مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ خمس حضرت علی (علیہ السلام) کو نہ دیا جائے کیونکہ اگر خمس ان کے پاس جاتا رہا تو اس سے ان کی مالی پوزیشن مستحکم ہوگی اور لوگ ان کی طرف مائل ہوں گے اور یہ بات ''بقول ان کے'' اسلامی حکومت کی کمزوری کا سبب بنے گی۔

بہر حال ابن ابی الحدید نے اس بحث کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے آپ نہج البلاغہ میں بھی شرح ابی الحدید میں دیکھ سکتے ہیں تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۲۶۷ اور صحیح بخاری کی جلد ۵ صفحہ ۷۷ صحیح مسلم کی جلد ۳ صفحہ ۳۸۰ حدیث ۱۷۵۹ اور مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ اور صفحہ ۳۷۶ اور تفسیر البرھان جلد ۴ صفحہ ۱۵۵۔ ان سب میں یہ بات درج ہے۔

جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) نے باقاعدہ خمس کا مطالبہ کیا اور یہ خمس جو ہے آپ کو نہیں دیا گیا سنن بیہقی میں ابو طفیل سے نقل کیا ہے کہ جب جناب سیدہ (صلوات اللہ علیہا) خلیفہ مسلمین کے پاس دربار میں تشریف لے گئیں اور کہا کہ خمس کیوں نہیں دیتے ہو؟ تو خلیفہ مسلمین نے رسول

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پڑھ کر سنائی کہ اس وجہ سے میں خمس آپ کو نہیں دیتا
سنن بیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۰۳ پر ہے
اس بات کو ذکر کیا گیا ہے تفسیر برھان کی جلد ۴ صفحہ ۱۸۷ میں
اور دلائل الصدق میں شیخ محمد حسن مظفر نے بڑی تفصیل سے اس کو بیان کیا ہے کہ جناب سیدہ کونین (صلوات اللہ علیہا) نے خمس کا باقاعدہ مطالبہ کیا لیکن خمس آپ کو نہیں دیا گیا۔

- کوئی علم ایسا نہیں جس کو خدا نے مجھے اور میں نے علیؑ کو منتقل نہ کیا ہو............ حضرت نبی کریمؐ (خطبہ غدیر)
- میرے بعد علیؑ سب لوگوں سے افضل ہے جو ان کی مخالفت کرے وہ ملعون ہے یہ جبرئیلؑ نے اللہ کی طرف سے کہا ہے........... حضرت نبی کریمؐ
- علیؑ کے دشمن کی خدا توبہ قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی مغفرت کرے گا........... حضرت نبی کریمؐ (خطبہ غدیر)
- علیؑ میرے بعد مولا اور امامؑ ہیں ان کے بعد امامت ان کی صلب سے میرے بیٹوں میں قیامت تک رہے گی.......... حضرت نبی کریمؐ
- تمہارے لئے قرآن کی تفسیر صرف وہ کرے گا جس کا ہاتھ میں پکڑنے والا ہوں .... حضرت نبی کریمؐ (خطبہ غدیر)

حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور امام علی زین العابدینؑ کا زمانہ اور خمس

انتہائی کرب وتنہائی کا دور

مالک بن نویرہ کے قتل کے محرکات پر اگر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو اس کے قتل کرنے کے پس منظر میں صرف اس کا یہ قول ملتا ہے کہ اس نے حاکم وقت کے بارے فقط اتنا ہی کہا تھا کہ ہم اسے خلیفہ برحق تسلیم نہیں کرتے اور اسے ساتھیوں سمیت منکرین زکات کا الزام دے کر قتل کر دیا جاتا ہے، انہیں مرتدین میں شمار کر کے ان کے اموال کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے اس کی ناموس کو اپنے لیے حلال قرار دے دیا جاتا ہے۔ جس کی تفصیل سیرت و تاریخ و عقائد کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے ہم اس جگہ یہ بحث نہیں کرر ہے کہ کیا ہونا چاہیے تھا اور کیا نہ ہونا چاہیے تھا ہم فقط اس وقت کے ماحول اور حالات کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں کہ مادہ پرستی اور ہوا وہوس کے اس دور میں اگر شیعیان اہل بیت(علیہم السلام) سے کھلے بندوں خمس وصول کیا جاتا اور وہ حکمرانوں کے کارندوں کے مد مقابل آتے تو یہ یقینی بات ہے کہ ان کو تہہ تیغ کرنے میں قطعاً تساہل نہ برتا جاتا کیونکہ اس چھینا جھپٹی نفسا نفسی اور خود غرضی کے دور میں حکمران ...... شیعیان اہل بیت(علیہم السلام) کو قتل کرنے کے لیے معمولی سے معمولی بہانے کی تلاش میں رہتے تھے اور ایسے کسی بھی موقع کو قطعاً ضائع نہ ہونے دیتے تھے ...... پھر یہ عنوان ہی ایسا تھا کہ دربار خلافت سے یہ موقف اختیار کیا جارکھا تھا کہ حکومت درحکومت حضرت علی(علیہ السلام) نے بنا رکھی ہے اور اس طرح اسلامی حکومت کو کمزور کرنے اور اس حکومت کے خلاف بغاوت کا الزام ایسے شیعوں پر لگا دیا جاتا ...... دوسری طرف شیعہ یہ سمجھتے تھے کہ خمس اسلام کے اہم واجبات سے ہے اس کا تارک خدا اور رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آئمہ اہل بیت(علیہم السلام) کا مجرم ہے اور خمس دیئے بغیر جہاں پر اخروی نجات نہیں ہوگی وہاں پر نسلیں خمس ادا

نہ کر کے پاکیزہ رزق سے محروم ہو جائیں گی کیونکہ غصبی مال سے تیار کردہ لباس میں کوئی عمل بھی درست نہیں...... اسی طرح غصبی مال سے تیار شدہ غذا کا استعمال بھی حرام...... ان حالات میں شیعوں کی پریشانی بجا تھی کہ وہ کیا کریں؟ دوسری طرف آئمہ اہل البیت(علیہم السلام) جو کہ حضرت رسول اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحیح جانشین، ترجمان وحی الٰہی اور حجج اللہ تھے اور ان کا بیان اسلام کے قوانین کے لیے سند کا درجہ رکھتا تھا وہ اپنے شیعوں پر مہربان بھی تھے ان کی حفاظت بھی چاہتے تھے چنانچہ ان حالات میں ہم حضرت علی(علیہ السلام)، حضرت امام حسن(علیہ السلام)، حضرت امام حسین(علیہ السلام)، حضرت امام زین العابدین(علیہ السلام) کے زمانوں میں دیکھتے ہیں کہ مرکز رشد و ہدایت، ترجمان وحی ائمہ اہل البیت(علیہم السلام) سے اپنے شیعوں کے لیے اس قسم کے بیانات جاری ہوتے ہیں کہ انہیں خمس کے اموال میں تصرف کرنے کی اجازت دی جاتی ہے اور ساتھ ہی بیان کر دیا جاتا ہے کہ یہ خصوصی آرڈی نینس ان کی نسلوں کو پاکیزہ اور طاہر ہونے کے لیے جاری کیا جا رہا ہے۔

تو یہاں...... مطلق اور ہر حوالے سے خمس کے فریضہ کا خاتمہ یا اس کی معافی کی بات نہیں ہے...... ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں کہ حکمرانوں کے دربار سے جو اموال...... خمس کے عنوان سے آپ کے پاس بھیجے جاتے تھے آپ انہیں وصول کر لیتے ہیں اور حکمرانوں کو واپس نہیں کرتے تھے۔ جیسے خلیفہ دوئم کے زمانہ میں جب ان کے فرزند عبداللہ نے اعتراض کیا کہ حکومت کی طرف سے حسن(علیہ السلام) اور حسین(علیہ السلام) کے لیے دس دس ہزار درہم وظیفہ دیا جاتا ہے جب کہ خلیفہ کے بیٹے کو ایک ہزار درہم وظیفہ ملتا ہے تو اس جگہ خلیفہ وقت حسنین شریفین(علیہم السلام) کی سیادت اور آل رسولؐ ہونے کو معیار قرار دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خس کے عنوان سے خزانہ سے یہ معمولی سی رقم حسنینؑ کے

پاس بھیجتے ہیں اور آپؑ اسے قبول کر کے اپنے حقدار ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) نے نہج البلاغہ کے جس خطبہ میں اپنے دور کے حالات پر روشنی ڈالی ہے...... اسلامی احکام میں جو انحراف رونما ہو چکا تھا...... اس کو تبدیلی کرنے کے لیے آپ کے لیے حالات سازگار نہ تھے آپ ان کا بھی تذکرہ فرماتے ہیں اس میں آپ نے فریضہ خمس کی بابت بھی بیان فرمایا ہے......

اسی طرح حضرت امام حسن (علیہ السلام) نے معاویہ کے ساتھ جنگ بندی کا جو معاہدہ کیا ان شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ابجر (اھواز اور اس کے اطراف) کے علاقہ کی تمام در آمد آپ کے لیے مخصوص ہوگی جب کہ دیگر علاقوں کی آمدن یا ان کی زکات کی بات بھی کر سکتے تھے...... لیکن آپ (علیہ السلام) نے ایسی سرزمین کی بات کی جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے سپرد ہوئی تھی اور اموال فئی سے تھی آپؑ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپؑ اپنے شیعوں پر زکات کے استعمال کرنے کے روانہ تھے چہ جائیکہ آپؑ سادات بنی ہاشمؑ کے لیے ایسے اموال استعمال کرتے...... پھر معاویہ کی طرف سے جو سالانہ اموال آپؑ کے پاس بھیجے جاتے تھے جن کا تذکرہ تواریخ میں موجود ہے...... آپ کا ان اموال کو وصول کرنا بتا رہا ہے کہ وہ اموال خمس سے تھے اور آپؑ ان اموال کو اپنا حق سمجھ کر وصول کرتے تھے۔

اسی تناظر میں حضرت امام حسین (علیہ السلام) کے اس اقدام کو دیکھا جائے جب آپؑ نے مکہ سے عراق کی جانب روانگی کے وقت منزل تنعیم پر یمن کے قافلہ سے تمام اموال وصول کر لیے کیونکہ وہ یمن کا سالانہ خمس تھا۔ جو یزید لعن کے پاس شام کی طرف لیجایا جا رہا تھا۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ جابر حکمرانوں نے جعلی احادیث وضع کرنے کے لیے باقاعدہ

ادارے بنا رکھے تھے جہاں وہ اپنی مرضی کی تاریخ مرتب اور تیار کروار ہے تھے ایسے حکمران اپنی ہر برائی کے جواز کے لیے احادیث تیار کروار ہے تھے...... اور خانوادہ تطہیر (صلوات اللہ علیہا) کے کارناموں اوراس کی اسلامی خدمات پر پردہ ڈالنے کی پالیسی پر انتہائی عیاری سے کام ہورہا تھا...... اور یہی تاریخ عوام کے اذہان میں ثبت ہورہی تھی۔

ظالم و جابر اور دشمنان اہل بیت (علیہم السلام) حکمرانوں نے اپنے اپنے ادوار میں اس انداز میں عوام کو خوفزدہ کر رکھا تھا کہ کوئی شخص بھی خاندان تطہیرؑ کی حمایت کا عملی طور پر کوئی اقدام بھی نہ کرسکتا تھا جس ماحول اور زمانہ میں اپنا نام ''علی'' رکھے جانے پر لوگ حاکم وقت سے کفارہ دینے کا پوچھیں...... کیا اس ماحول میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ خمس کی ادائیگی کے بارے میں اعلان کر کے کوئی با قاعدہ اقدام اٹھایا جاسکتا...... اور خمس کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرنے والے واقعات اور ائمہ معصومین (علیہم السلام) کے ارشادات جو غاصبان خمس کے خلاف جاری ہوتے رہے کیا ان کا با قاعدہ تذکرہ تاریخ میں رقم ہونے اور محفوظ رہنے کا سوچا بھی جاسکتا ہے...... بلکہ حکمرانوں نے اپنی اپنی حکومتی اور سیاسی مصلحتوں کے تحت خمس کے بارے میں جو پالیسی مرتب کی اور اس فریضہ خمس میں جس قسم کی تبدیلیاں حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد لائی گئیں...... ان کو درست ثابت کرنے کے لیے حکمرانوں کی طرف سے اقدامات ہوتے رہے اور ساتھ ہی سادہ لوح مسلمانوں کو یہ بھی تاثر دیا جاتا رہا کہ ہم فریضہ خمس کے انکاری نہیں ہیں۔

ترمیمات کے بعد جن چار چیزوں سے خمس عوام سے لیا جارہا تھا اس کو اربا عِ خمس کا نام دیا گیا خود حکومت ان اموال سے خمس لیتی ہے اور اس کا مصرف بھی کررہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس فریضہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) اور حضرت امام

جعفر صادق(علیہ السلام) اوران کے بعد کے آئمہ (علیہم السلام) نے زیادہ روشنی ڈالی اور حالات کے سازگار ہو جانے کی وجہ سے خمس کا باقاعدہ نظام بھی وضع فرمایا...... اور جب بھی حکمرانوں کی طرف سے کسی قسم کی سختی کا یا مشکل کا سامنا کرنا پڑا تو ایسے حالات میں پھر شیعوں کے لیے خصوصی حکمنامہ جاری کر کے انہیں پیش آمدہ مشکل سے محفوظ رکھا گیا اور اگر کوئی محقق پوری محنت سے تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے اور حضرت نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد سے لے کر حضرت امام زمانہ(علیہ السلام) کی غیبت کبریٰ تک احادیث وروایات، فقہی احکام جو صادر ہوتے رہے اور شرعی احکام میں جو تبدیلیاں لائی جاتی رہیں ...... اور آئمہ اہل بیت(علیہم السلام) نے اس سارے عرصہ میں کس طرح اسلام کی حفاظت فرمائی اور حقائق کو امت مسلمہ تک پہنچانے کے لیے جو اقدامات اٹھائے ان سب کے عمیق جائزہ اور تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ خمس کا فریضہ ہمیشہ اہم رہا ہے اور اس فریضہ کی اہمیت کو اُجاگر کرنے اور امت مسلمہ کو اس کی افادیت سے آگہی دینے میں کسی قسم کی ڈھیل نہیں دی گئی۔

حضرت علی(علیہ السلام) اور حضرت عباسؑ کا مطالبہ خمس

حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے فرمایا: ہم اس آیت (سورہ انفال آیت ۴۱ آیت خمس) کی روشنی میں جب سے یہ آیت نازل ہوئی برابر خمس وصول کرتے رہے جس آیت کے شروع میں خمس دینے کی تعلیم دی گئی اور جس کے آخر میں رسول اللہؐ کی نافرمانی ومخالفت سے روکا گیا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ (خلیفہ دوم) حضرت عمر کے پاس علاقہ شوش اور جندی شاپور کا خمس آن پہنچا (یہ خمس ایران کے علاقوں سے آیا) میں مسلمانوں کی ایک جماعت اور حضرت عباس اس وقت وہاں پر موجود تھے۔

حضرت عمر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ خمس کے اموال مسلسل آپ کے پاس آتے رہے ہیں اور آپ انہیں وصول کرتے رہے ہو اس قدر اموال تمہارے پاس خمس سے آئے ہیں کہ اب آپ کو ان اموال کی چنداں ضرورت نہیں رہی دوسرے مسلمان محتاج اور فقیر ہیں تم اپنے حق کو اس مال سے ہمارے لیے قرضہ دے دو اور جیسے ہی مسلمانوں کے لیے پہلی غنیمت پہنچے گی خداوند آپ کے اس قرضہ کو ادا کر دے گا۔

حضرت علی (علیہ السلام) فرماتے ہیں میں اسکی یہ بات سنکر خاموش ہو گیا کیونکہ ہمیں معلوم تھا کہ اگر ہم خمس لینے کا اصرار کریں گے تو وہی جواب ہم ان سے سنیں گے جو ہم نے میراث پیغمبرؐ کے مطالبہ کے وقت ان سے سنا تھا کیونکہ میراث کا مسئلہ تو خمس سے بالاتر تھا کہ اس وقت خلیفہ وقت نے وراثت کے مسئلہ کا سرے سے انکار ہی کر دیا تھا اس جگہ بھی ممکن تھا کہ ہمارے اصرار پر وہ اصل خمس کا ہی انکار نہ کر دیں لیکن حضرت عباس نے اسے جواب دیا۔

حضرت عباسؓ نے خلیفہ کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا اے عمر ایک ثابت شدہ حق اور قانون کے بارے میں خلل مت ڈالو اور اس میں رخنہ اندازی نہ کرو خداوند نے ہمارے لیے اس حق کو میراث کے قانون سے زیادہ محکم اور مضبوط طریقہ سے ہمارے لیے ثابت کیا ہے (قرآن میں)

حضرت عمر نے جواب میں کہا ٹھیک ہے لیکن آپ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے حق میں نرمی اپنائیں اور ان پر مہربان ہوں یعنی خمس کا مطالبہ نہ کریں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں جب بحث طول پکڑنے لگی تو خلیفہ نے مجھے واسطہ بنایا کہ میں حضرت عباسؓ سے کہوں کہ وہ اس بارے خاموشی اختیار کر لیں۔

حضرت علی (علیہ السلام) فرماتے ہیں اس بات کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے خمس کو غصب کر لیا

لیکن بہت ہی زیرکانہ اور سیاسی چال سے اس نے یہ اقدام اٹھایا...... خدا کی قسم جب تک وہ زندہ رہا اس کے پاس ایسا مال نہ آیا کہ وہ جس سے ہمارا حق خمس ادا کرتا اور اس فیصلہ کے بعد ہم مسلمانوں سے خمس وصول نہ کر سکے یعنی یہ ساری گفتگو اور قرض کے طور پر اموال خمس کو استعمال کرنے کی بات خمس غصب کرنے کا ایک بہانہ تھا جسے اس نے اختیار کیا۔

خمس کا قانون اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ اور ان کی اولاد کی عزت و آبرو کی خاطر وضع کیا۔

حضرت علی(علیہ السلام) فرماتے ہیں خداوند نے زکات کو پیغمبر اکرمؐ پر حرام قرار دی ہے اس کے بدلہ میں خمس کا حصہ ان کے لیے مخصوص کر دیا اسی طرح زکات کو فقط آپ کے اہل البیتؑ پر حرام قرار دیا آپ کی باقی قوم وقبیلہ کے لیے زکات کو حرام قرار نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے خمس کو آپ کے اہل البیتؑ سے جتنے افراد تھے سب کے لیے قرار دیا چاہے وہ چھوٹے تھے یا بڑے، مرد تھے یا خواتین، جو اس زمانہ میں موجود تھے یا غیر موجود، یہ خمس ان سب کے فقراء کے لیے قرار دیا گیا ان کو خمس کا یہ حصہ اس لیے دیا گیا کہ وہ رسول اللہؐ کے قرابت دار تھے ان کی قرابت داری خمس لینے کا سبب بنی اور یہ ایسا عنوان ہے جو قیامت تک کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتا۔

حضرت علی(علیہ السلام) فرماتے ہیں

خدا کی حمد ہے کہ اس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہم سے قرار دیا ہے اور ہمیں ان سے قرار دیا ہے حضرت رسول اللہؐ نے خمس ہمارے غیر کو نہیں دیا بلکہ خمس کو فقط ہمارے لیے قرار دیا گیا یا ہمارے موالیوں اور ہمارا ساتھ دینے والوں کے لیے قرار دیا گیا ہے کہ ہمارے

موالی خود ہم سے ہیں (ظاہر ہے امام معصومؑ آدھے خمس کو اپنے موالیوں کے مفادات میں خرچ فرما سکتے ہیں جیسا کہ جناب سیدہؑ کا بیان گذر چکا ہے کہ اموال کی تقسیم کا معیار خداوند کے ہاں ہم سے محبت اور ہمارے ساتھ دشمنی ہے...... جو ہمارے ہیں وہ خدا کے ہیں اور خداوند نے قرآن مجید میں ہمارے چاہنے والوں کے لیے حصے مقرر کر دیے ہیں)...... جس طرح حضور پاکؐ اپنے مخصوص حصہ سے ایسے افراد کو مال دیتے تھے جن کے ساتھ آپؐ کے معاہدات تھے اللہ تعالیٰ نے وہ اموال جن کا تعلق انفال سے ہے ان میں خمس کے بعد جو چار حصے بچتے ہیں ان کا مصرف اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو خمس کے حوالے سے دستور دیا ہے اسے واضح بیان سے سب مسلمانوں کے لیے روشن کر دیا ہے اس دستور کو وحی کے ذریعہ اتارا گیا ہے اور نبی پاکؐ نے اسی دستور پر عمل کیا ہے اور اسے اپنی اُمت تک پہنچایا ہے۔

حضرت علی(علیہ السلام) آخر میں فرماتے ہیں۔

پس جو شخص اللہ کے کلام میں تحریف کرے یا اللہ کی کلام کو سننے اور سمجھنے کے بعد خدا کے بتائے گئے قانون میں تبدیلی کرے۔ تو اس نے اس قانون میں تبدیلی کا گناہ اپنی گردن پر لیا ہے اور قیامت کے دن اس کا دشمن اللہ تعالیٰ ہو گا۔

تبصرہ

اس بیان سے چند مطالب واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ خلافت اول اور خلافت دوم کے کچھ دور تک خمس مولا علی(علیہ السلام) کے پاس آتا رہا ہے۔ اور آپ باقاعدگی سے خمس وصول کرتے تھے۔

۲۔ خلیفہ دوم کے پاس جب ایران سے خمس کے اموال آتے ہیں تو وہ ان کی کثرت کو

دیکھ کر خمس کو بطور قرض مولا علی علیہ السلام سے مسلمانوں کے لیے استعمال کی اجازت مانگتا ہے۔

۳۔ مولا علی(علیہ السلام) نے خلیفہ کو خمس کے استعمال کی اجازت نہیں دی۔

۴۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے خلیفہ کے اس اقدام پر سخت ناراضگی و برہمی کا اظہار کیا اور اسے خدا کے قانون میں تبدیلی اور رخنہ اندازی قرار دیا۔

۵۔ حضرت علی(علیہ السلام) نے خاموش احتجاج کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں خمس کے فریضہ کا بالکل انکار نہ کر دیا جائے یعنی مولا علی(علیہ السلام) اپنی خاموشی کے ذریعہ فریضہ خمس کے قانون کو باقی رکھے جانے میں کردار ادا کیا اور خلفاء کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ کلی طور پر فریضہ خمس کا انکار کر دیں۔ اگر چہ خمس کو ان کے اصلی وارثان سے روک دیا گیا۔

۶۔ فریضہ خمس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ اور ان کے اہل البیت(علیہم السلام) کے لیے زکات کے بدلہ میں قرار دیا ہے۔ اور یہ انہیں عزت و کرامت بخشنے کے لیے کیا۔

۷۔ زکات لینے کو فقط پیغمبر اور آپ کے اہل البیتؑ (وارثان آیت تطہیر، مصداق آیت مباہلہ و آیت مودت) پر حرام قرار دیا ہے۔

۸۔ خمس پیغمبرؐ کے اہل البیت(علیہ السلام) اور ان کی اولاد (سادات) کے لیے ہے اور یہ قرابت کا عنوان خمس وصول کرنے میں شامل ہے اس عنوان نے قیامت تک باقی رہنا ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

۹۔ خمس کا قانون تبدیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی خمس کسی پر معاف ہے اور کسی کو اجازت لیے بغیر خمس استعمال کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔

۱۰۔ خلیفہ کا خمس کے اموال کو استعمال کرنے کے لیے حضرت علی(علیہ السلام) سے اجازت طلب کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اصحاب پیغمبر اور اس دور کے مسلمان فریضہ خمس

سے پوری طرح آگاہ تھے اور اس بات سے بھی واقف تھے کہ یہ اموال کن کا حق ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ مالکان خمس کی اجازت کے بغیر خمس کے اموال میں تصرف نہیں کیا جا سکتا اسی لیے خلیفہ دوم نے مسلمانوں کی غربت کا بہانہ بنا کر خمس کے اموال کو بطور قرضہ استعمال کرنے کی باقاعدہ اجازت طلب کی۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے سامنے خمس کے اموال کو استعمال کرنے کا جواز پیش کر سکے۔

۱۱۔خمس قیامت تک آنیوالے سادات کے واسطے ہے البتہ ان کا مستحق ہونا شرط ہے۔

۱۲۔خمس کے قانون میں تحریف کرنا، اس کے معانی تبدیل کرنا، اسے زکات کی قسم سے قرار دینا، اسے محدود کرنا، اس کی وسعت کا انکار کرنا، اس قانون پر اعتراض کرنا، اس قانون میں ترمیم کے لیے سوچنا اور اس فریضہ کے متعلق کسی قسم کا اجتہاد کرنا جو اس کے اصل کے بارے ہو اور یہ کہنا کہ خمس کے قانون سے ذات پات کی بو آتی ہے اور اسی قسم کے دیگر اعتراضات تو یہ سب کچھ خداوند کے قانون کی مخالفت ہے اور قیامت کے دن ایسے شخص کا دشمن خود خدا ہوگا۔ حوالہ کے لیے دیکھیں (تحف العقول ص ۴۰۰ سے ۴۰۲ تک، بخاری شریف پارہ نمبر ۱۲ کتاب الجہاد والسیر)

حضرت علی (علیہ السلام) سے خمس کی روایت

۱۔امام صادق (علیہ السلام) نے اپنے بابا سے اور انہوں نے اپنے آباء سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص امیر المومنین (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میں نے مال کمایا ہے حلال اور حرام کی پرواہ نہیں کی۔ جہاں سے مال ملا، جیسا ملا کمایا ہے۔ اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں ...... میں نہیں جانتا کہ اس میں حلال مال کی مقدار کتنی ہے اور حرام کی مقدار کتنی ہے میرے لیے یہ سارا مال مخلوط اور گڈمڈ ہوگیا ہے اب میں کیا کروں تو

حضرت امیر المومنین(علیہ السلام) نے فرمایا کہ اس سے خمس دو۔ یعنی حضرت علی(علیہ السلام) نے اس کے جواب میں فرمایا تم اپنے مال کا خمس نکال دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کے مال سے خمس ادا کرنے پر راضی ہوا ہے اور اس کا باقی سارا مال اس پر حلال ہے۔

یہ حدیث بڑی واضح ہے کہ خمس ہر قسمی اموال سے لیا جاتا تھا اور لوگوں کو خمس کے معنی کا بھی پتہ تھا اور اس روایت میں حلال مال حرام مال سے مخلوط ہو جائے تو اس میں سے خمس دینا چاہیے اس کا تذکرہ موجود ہے اگر خمس فقط جنگی غنائم سے ہوتا تو مولا علی(علیہ السلام) ایسا حکم صادر نہ فرماتے۔

۲۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین(علیہ السلام) نے دعائے صنمی قریش میں یہ فرمایا ہے کہ خدا ان پر لعنت کرے جو خمس کو حلال قرار دیتے ہیں یعنی خمس ادا نہیں کرتے، اس جملے سے بھی خمس کی اہمیت واضح اور روشن ہوتی ہے۔

فدک مختلف ہاتھوں میں

ہم جناب سیدہ(صلوات اللہ علیہا) کی طرف سے حکومت وقت سے فدک کی واپسی ک مطالبہ کرنا اور خلفاء سے آپ کی گفتگو اور فدک کے ساتھ ساتھ خمس کی بات کر آئے ہیں ذیل میں ہم فقط ایک فہرست دیتے ہیں کہ فدک کی زمینیں کس حاکم وخلیفہ کے دور میں کس کے پاس رہیں۔ اس سے آپ خمس اور حق اہل بیت(علیہم السلام) کے ثبوت پر استدلال کر سکتے ہیں اسی تناظر میں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خمس اور حق اہل البیت(علیہ السلام) انتہائی اہم فریضہ تھا اور حکومتی اقتصادی پالیسیاں اس حق کی بحث سرکار ضبطی اور کبھی اہل البیت(علیہ السلام) کو واپسی کے گرد گھومتی رہیں اور حکومتیں اضطراری کیفیتوں کا شکار ہوتے ہوئے اپنے اپنے ادارہ میں فدک کو اولاد فاطمہ(صلوات اللہ علیہا) کو واپس کرنے پر مصر

نظر آتی ہیں۔

☆ خلافت اول ودوم میں فدک بحق سرکار ضبط رہا

☆ خلافت سوئم میں انہوں نے اپنے برادر نسبتی مروان بن حکم کے اختیار میں دے دیا۔

☆ عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے دور اقتدار تک فدک کا رقبہ بنی مروان کے پاس رہا

☆ جب جناب عمر بن عبدالعزیز بن مروان کا زمانہ آتا ہے تو انہوں نے فدک بنی مروان سے واپس لے کر اولاد سیدہ زہرا(صلوات اللہ علیہا) کو دے دیا۔

☆ یزید بن عبدالملک بن مروان نے فدک اولاد زہرا(صلوات اللہ علیہا) سے واپس لے کر پھر بنی مروان کے حوالے کر دیا۔

☆ ابولعباس سفاح عباسی (پہلے عباسی خلیفہ) کے دور اقتدار میں فدک اولاد سیدہ زہرا (صلوات اللہ علیہا) کے حوالہ کر دیا گیا۔

☆ ابوجعفر منصور دوانیقی نے فدک پھر واپس لے کر بحق سرکار ضبط کر لیا۔

☆ مہد بن منصور نے فدک ایک دفعہ پھر اولاد زہراعلیھا السلام کو دے دیا۔

☆ موسی بن مہدی اور اس کے بھائیوں نے فدک اولاد زہرا(صلوات اللہ علیہا) سے چھین لیا۔

☆ ۲۱۰ھ مامون الرشید عباسی نے فدک جناب سیدہ زہرا(صلوات اللہ علیہا) کی اولاد کو دے دیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے نزدیک فدک کا حدود اربعہ

ہارون الرشید کا فدک کے بارے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بضد ہو کر اس کی حدود کا دریافت کرنا اور پھر امام معصوم (علیہ السلام) کی طرف اس کی حدود کو اس وقت کی پوری اسلامی مملکت کی حدود بتانا اس بات پر دلیل ہے کہ اگر فدک اہل بیت (علیہم السلام) کے پاس رہنا اور عمومی اموال میں جو حق اہل البیت (علیہ السلام) تھا اس پر عمل کیا جاتا اور فریضہ خمس کو اہل البیت (علیہ السلام) سے روکا نہ جاتا تو اسلامی حکومت اہل البیت (علیہ السلام) کے پاس رہتی۔

☆ متوکل عباسی کے دور میں فدک کو ایک بار پھر غصب کر لیا جاتا ہے۔

یہ تو فدک کی سرزمین کے بارے تھا اگر آپ تاریخ اسلام کا دقت سے مطالعہ کریں تو آپ کو کونے کھدرے میں ایسے واقعات مل جائیں گے کہ کس کس حاکم وقت نے کس امامؑ اور اولاد فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) میں کن کن کو مال خمس سے امدادات دیں بہرحال یہ سب خمس کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں کہ خمس ہر دور میں جاری و ساری رہا البتہ حکمرانوں نے اپنے اپنے مقاصد کے تحت اس میں تبدیلیاں کیں۔ اور اس کے مصرف کرنے میں اپنی طرف سے اقدامات جو مصلحت حکومت تھی انجام دیے ایسے حالات میں ائمہ معصومین (علیہم السلام) نے اپنے شیعوں سے خمس کی وصولی کے لیے جو بیانات دیے ہیں ان سب کو ان ائمہ (علیہم السلام) کے دور کے حکمرانوں کی اقتصادی پالیسیوں کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔

حوالہ جات ملاحظہ ہوں

(فتوح البلدان ج ۱ ص ۳۹، ۴۱ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۳۲۳ معجم البلدان ج ۲ ص ۳۴۴ عقد الفرر ج ۲ ص ۳۲۳ تاریخ ابن کثیر ج ۹ ص ۲۲۰ شرح ابن ابی الحدید

ج ۴ ص ۱۰۳ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۱،۱۲ تاریخ ابو الفدا ج ۱ ص ۱۶۸ المعارف ص ۸۴ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱)

آسمانوں میں اذان

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے اپنی ''امالی'' میں اپنے واسطہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت بیان فرمائی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ''بتحقیق ہم ہی پہلے وہ اہل البیت علیہم السلام ہیں جن کے ناموں کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا اور وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمالیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک اذان دینے والے کو حکم دیا کہ وہ اس طرح زمینوں اور آسمانوں میں بلند آواز سے اعلان کرے۔ پس منادی (مؤذن نے اس طرح آواز دی

۱۔ اشھدان لا الہ الا اللّٰہ تین مرتبہ

۲۔ اشھد ان محمد رسول اللّٰہ تین مرتبہ

۳۔ اشھدأن علیا امیرالمومنین حقاً تین مرتبہ

امالی شیخ صدوق ص ۴۰ ۷ (۵۴ مجلس نمبر ۸۸)

حضرت امام حسین علیہ السلام اور وصولی خمس کا اقدام

جنگی غنائم کے علاوہ دوسرے موارد سے اہل بیت (علیہم السلام) کی مخالف حکومتیں بھی خمس وصولی کرتی رہی ہیں اور یہ سلسلہ حضرت سید الانبیاءؐ کے زمانہ میں عام مسلمانوں میں رائج ہو چکا تھا آپ کی رحلت کے بعد فریضہ خمس میں حکمرانوں کی طرف سے بعض ترمیمات کے ساتھ وصولی خمس کا باقاعدہ سلسلہ جاری رہا مال خمس بھی زکات وعشر اور صدقات کے ساتھ ساتھ باقاعدہ وصول کیا جاتا تھا اور ان کو اخماس اربعہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ بات تاریخ میں موجود ہے۔

ساٹھ ہجری کا واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں یمن کا حاکم بجیر بن زیادہ حمیری تھا اور وہ اہل یمن سے خمس کے اموال وصول کر کے ہر سال ایام حج کے قریب فرعون شام کے پاس شام بھیجتا تھا اس کے کارندے پہلے حج کرتے تھے اور اس کے بعد ان اموال کو لے کر شام چلے جاتے تھے۔

جس وقت حضرت امام حسین (علیہ السلام) مکہ سے کربلا کی طرف عازم سفر تھے اس سال یمن کے قافلے کا سربراہ بجیر بن زیادہ (ایسانِ) حمیری کا بھائی یسار بن زیادہ حمیری تھا اور حاکم یمن کا بیٹا اسحاق بن بجیر حمیری بھی اس کے ہمراہ تھا۔

جب مکہ سے باہر منزل تنعیم پر حضرت امام حسین (علیہ السلام) پہنچے تو آپؑ کی ملاقات اس یمنی قافلے سے ہوئی جو اپنے ہمراہ اموال خمس رکھتے تھے اور ان کا پروگرام یہ تھا کہ وہ حج کرنے کے بعد ان اموال کو حاکم شام ملعون کے پاس لے جائیں حضرت امام حسین (علیہ السلام) نے قافلے والوں کو متوجہ کیا کہ یہ اموال خمس کے ہیں اور قرآن اور حدیث کی رو

سے خمس کے اموال کا مالک اس وقت میں خود ہوں لہذا ان اموال کو ہمارے حوالے کرو اور نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو کرایہ دار ان اموال کو اپنے اونٹوں پر لاد کر لا رہے ہیں اگر وہ ہمارے ساتھ کوفہ تک ہم سفر ہوں تو ہم انہیں ان کا پورا پورا کرایہ دیں گے اور جو یہاں سے حج کے لیے جانا چاہتے ہیں یا واپس یمن جانا چاہتے ہیں تو یمن سے منزل تنعیم تک اجو ان کا کرایہ بنتا ہے وہ ہم انہیں ادا کرتے ہیں چنانچہ یمنی کاروان کے سربراہ نے وہ سارے اموال فرزند رسولؐ کے سپرد کر دیے ان اموال میں قیمتی پارچہ جات سونے چاندی کی صورت میں نقدی قیمتی خیمہ جات اور خوشبودار قیمتی پودے قیمتی پتھر ہیرے اور جواہرات وغیرہ شامل تھے۔

حضرت امام حسین(علیہ السلام) نے خمس کی وصولی کا اقدام فرما کر عملی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے اقدام فرمایا اس قافلے کے کچھ لوگ حضرت امام حسین(علیہ السلام) کے ہمراہ ہو گئے اور کچھ لوگ اپنا کرایہ وصول کر کے وہیں سے انہوں نے اپنا راہ لی۔

اس واقعہ کو اموی گماشتوں نے اس عنوان سے شہرت دی کہ ہمارے قافلے کو لوٹ لیا گیا ہے حالانکہ امام حسین(علیہ السلام) نے اپنا حق خمس قافلے والوں سے وصول کر کے مسلمانوں کے نام یہ پیغام دیا کہ خمس حق خدا، حق رسولؐ اور حق آل رسولؐ ہے اور جس کے وارث اس زمانے میں فرزند رسولؐ حضرت امام حسین(علیہ السلام) تھے۔...... امام حسین(علیہ السلام) کا یہ اقدام ان حضرات کے اعتراض کا جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام باقرؑ اور امام جعفر صادق(علیہ السلام) کے زمانہ تک خمس کی وصولی کا آئمہ معصومینؑ کی طرف سے اقدام نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فریضہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنا آج تاثر دیا جا رہا ہے۔

قارئین پر یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ اہل بیتؑ مخالف حکمرانوں نے اپنے گماشتوں اور

تنخواہ داروں کے ذریعہ کوشش کی کہ تاریخ میں ایسے واقعات ریکارڈ پر نہ آئیں کہ جس سے خمس جیسے اہم فریضہ کی اہمیت عام مسلمانوں کے لیے روشن اور واضح ہو اس کے باوجود اس قسم کے واقعہ کا تاریخ میں آ جانا جہاں پر تائید ایزدی ہے وہاں پر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ محمد و آل محمد (صلوات اللہ علیہم) کا جو حق اُمت کے اموال میں فریضہ خمس کے عنوان سے قرار دیا ہے یہ مٹنے نہ پائے۔

حوالہ جات کے لیے ملاحظہ فرمائیں، (تاریخ طبری ۲۹۶/۳، الارشاد، مقتل الخوارزمی ۲۲۰/۱، کامل فی التاریخ ۲۹۶/۲، الارشاد ۲۱۹، ۳۰، میثر الاحزان ۴۲، بحارالانوار ۳۶۷/۴۴، الاعیان الشیعہ ۴۹۵/۱، کلمات امام حسینؑ ۳۳۵)

- عقل اسی وقت کامل ہوگی جب حق کی پیروی ہو...... حضرت امام حسینؑ
- عزاداروں کے آنسو میری والدہ گرامی مرہم کے طور پر میرے زخموں پر لگاتی ہیں...... حضرت امام حسینؑ
- جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو خبردار اس پر ظلم نہ کرنا...... حضرت امام حسینؑ
- ہمارا قائمؑ انبیاء کا ذخیرہ لے کر ظہور کرے گا...... حضرت امام حسینؑ
- خوف خدا سے رونا آتش جہنم سے نجات کا باعث ہے...... حضرت امام حسینؑ
- میرے لیے شہادت کی جگہ معیّن ہو چکی ہے اور میں وہاں جا کر رہوں گا...... حضرت امام حسین

امام علی زین العابدین علیہ السلام کا زمانہ اور خمس

آپؑ کی زندگی کا بیشتر حصہ اموی اور مروانی حکمرانوں کی زیرنگرانی گذرا انگشت شمار افراد تھے جو آپ کے شیعیوں سے شمارہ ہوتے تھے آپ نے اپنے زمانہ میں دعاء و مناجات کے ذریعہ اسلامی حقائق اور دینی معارف کی اشاعت فرمائی آپ نے رسالہ الحقوق میں انسان کے بدنی اعضاء سے لے کر معاشرہ میں ہر حیثیت اور عنوان کے مالک شخصیت کے حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں پر آپ کا مال جو حق بنتا ہے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

آپ کی زندگی خمس کی بابت زیادہ تفاصیل تو میسر نہیں آسکیں البتہ یہ واقعہ سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ جناب مختار ثقفی نے اموال خمس جب آپ کے لیے بھیجے تو ان اموال سے آپ نے اولاد عقیل کے ویران شدہ گھروں کی تعمیر کروائی جنہیں بنی امیہ کے کارندوں نے مسمار کروادیا تھا (غایۃ الاختصار ص ۱۶۰)

حضرت محمد حنفیہ اور وصولی خمس

تاریخ کی کتابوں میں یہ بات درج ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے مولا علی (علیہ السلام) کے فرزند حضرت محمدؒ المعروف ابن حنفیہ کو سولہ اور ہاشمیوں کے ساتھ ایک غار میں قید کر رکھا تھا حضرت مختار کے کمانڈو دستوں نے مکہ پہنچ کر بغیر خون خرابا کئے ان کو قید سے آزاد کرایا اور حضرت محمد اپنے ساتھیوں سمیت شعب علیؑ میں رہائش رکھی آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں اور ہاشمی بھی موجود تھے جناب مختار نے کوفہ سے خمس کی رقم آپ کے پاس بھیجی جس سے آپ نے شعب علیؑ میں موجود اولاد زہرا (صلوات اللہ علیہ) کی ضروریات کو پورا کیا...... اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں کے ہاں بالعموم اور شیعیان علیؑ کے ہاں بالخصوص خمس ادا کرنے کا رواج موجود تھا۔

اقتباس از زیارت عاشورا

اللھم العن اول ظالم ظلم حق محمد و آل محمد و آخر تابع له علی ذاك اللھم العن العصابة التی جاھدت الحسینؑ وشایعت و بایعت و تابعت علی قلنله والعنھم جمیعاً

امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا زمانۂ خمس

امام محمد باقر علیہ السلام سے خمس کے بارے روایات

ا۔ایک حدیث میں آیا ہے کسی ایک کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ خمس سے کچھ اپنے لیے خرید کرے مگر یہ کہ وہ ہمارا حق ہم تک پہنچائے۔یعنی جب تک مال خمس ادا نہ کیا جائے کسی چیز کا خرید کرنا جائز نہیں ہے

۲۔محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ سونے، چاندی ،تانبے،لوھا،سکہ کی معدنیات سے خمس ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں ان سب پر خمس ہے۔

۳۔آپ علیہ السلام نے فرمایا جو جنگ کلمہ لا الہ الا اللہ پر لڑی جائے اور اس سے جو مال غنیمت حاصل ہو اس پر ہمارے لیے خمس ہے۔

۴۔امام محمد باقر(علیہ السلام) نے فرمایا کہ جو یتیم کا مال کھا جائے وہ آتش جہنم میں جائے گا پھر فرمایا وہ یتیم ہم ہیں امام(علیہ السلام) اس جگہ فرماتے ہیں کہ خمس ہمارا حق ہے جو ہمارے حق کو نہ دے وہ ہم پر ظلم کرنے والا ہے۔

ان احادیث میں خمس کی اہمیت کا بڑا واضح بیان ہے تفصیل کے لیے کتب اربعہ بحار الانوار وسائل الشیعہ کا مطالعہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) کا دور

اس جگہ ہم امام (علیہ السلام) سے عبداللہ بن سنان نے جو خمس کے بارے میں روایت بیان کی ہے اسے پورا درج کرتے ہیں کیونکہ اس روایت سے خمس کی اہمیت پر مکمل روشنی پڑتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا

کل امرء غنم او اکتسب، الخمس مما اصاب لسیدة صلوات الله علیها ولمن یلی امرها من بعدها من ذریتها الحجج علی الناس فذلك لهم خاصة یضعونه حیث شاؤوا و حرم علیهم الصدقة حتی الخیاط یخیط قمیصاً بخمسة دوانیق فلنا منه دانق الامن احللناه من شیعتنا تطیب لهم الولادة انه لیس من شیء عند الله یوم القیامة اعظم من الزنا انه لیقوم صاحب الخمس فیقول یارب سل هؤلاء بما ابیحوا۔

ہر آدمی جب کماتا ہے جو کماتا ہے اور نفع حاصل کرتا ہے اس میں ملکہ عالمین (صلوات اللہ علیہا) کا اور ان کی ذریت طاہرہ کا جو لوگوں پر حجت خدا ہیں انکا حق ہے خمس واجب ہے جو ان ذوات مقدسہ علیہ الصلوات والسلام ص کے ساتھ مخصوص ہے یہ جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں چونکہ ان پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے حتی کہ اگر کوئی درزی ایک قیمص پانچ دانق کی اجرت میں سیتا ہے تو اس اجرت میں ایک دانق ہمارا حق ہے [دانق ایک سکہ تھا جو ایک درہم کا چھٹا حصہ یعنی تقریباً چار پیسے سے کچھ زیادہ کی قیمت کا تھا]

جیسا کہ تفسیر برہان میں حکیم موذن بن عبس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام

جعفر صادق(علیہ السلام) سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو انھوں نے فرمایاھی واللہ الا فادۃ لیوماً بیومٍ خدا کی قسم یہاں غنیمت سے مراد ڈیلی ملنے والا فائدہ ہے۔

اسی طرح سماعہ بن مہران نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام سے روایت کی ہے فرمایا

الخمس فی کل ما افاد الناس من قلیل اوکثیر خمس ہراس چیز میں ہے جولوگوں کو فائدہ دے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔

جناب عبداللہ بن سنان کی روایت سے اخذ شدہ مطالب

جب ہم دقت سے اس روایت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے چند نکات سامنے آتے ہیں۔

(1) کل امرء غنم او اکتسب الخمس اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس ہر چیز پر ہے انسان کی جو بھی کمائی ہو اس پر خمس لاگو ہوتا ہے

(2) مما اصاب لسیدۃ صلوات اللہ علیھا اس فقرے ثابت ہوتا ہے کہ خمس اصل ملکہ عالمین صلوات اللہ علیھا کا حق ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں فرمایا گیا ہے یہ انکے حق مہر میں شامل ہے

(3) ولمن یلی امرھا من بعدھا من ذریتھا الحجج علی الناس اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ مال خمس ہر زمانے کے امام(علیہ السلام) تک پہنچانا چاہیے اس کے اصل مالک وہ ہیں ان کی غیبت کے زمانہ میں خمس ان کے نمائندگان کے تصرف میں ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔

(4) فذلك لھم خاصۃ یضعونہ حیث شاؤوا اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے ہر

زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام خمس پر کلی تصرف رکھتے ہیں وہ جہاں جی چاہے خرچ کر سکتے ہیں۔

(5) حرم علیهم الصدقة اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف سادات کا حق ہے اور یہ دوسروں پر اس طرح حرام ہے جسطرح سادات پر صدقہ حرام ہے

(6) حتی الخیاط یخیط قمیصاً بخمسة دوانیق فلنا منه دانق اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس بچت پر نہیں ہے بلکہ کل آمدنی پر جسکی مثال دیکر فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی درزی پانچ دانق [پیسے] میں قمیص سیتا ہے تو اس میں سے پانچواں دانق خمس کا ہے۔ اس لیے بعض فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ خمس بچت سے نہیں بلکہ اصل مال سے دینا ہو گا۔

(7) الا من احللناه من شیعتنا تطیب لهم الولادة انه اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس کی ادائگی سے نسب ونسل پاکیزہ ہو جاتی ہے اور اگر خمس ادا نہ کیا جائے تو نسل ونسب میں نجاست ورجاست آجاتی ہے

(8) لیس من شیء عند الله یوم القیامة اعظم من الزنا انه لیقوم صاحب الخمس فیقول یارب سل هؤلاء بما ابیحوا...... اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی باز پرس بھی ہونا ہے اور اللہ جل جلالہ کی روز عدل میں مالکان خمس کھڑے ہو کر خمس کا کیس دائر کرتے ہوئے اپنی اپیل ان الفاظ میں پیش کریں گے کہ اے عادل حقیقی ذرا اس اُمت سے دریافت کیا جائے کہ انھوں نے خمس کو اپنے اوپر کیسے جائز قرار دیا اور ان سے یہ بھی پوچھا جائے کہ انھوں نے نکاح کا حق مہر کس مال سے دیا؟ اگر اس مال سے خمس ادا نہیں ہوا تھا تو ان کا نکاح باطل ہے کیونکہ دوسرے کے مال سے مہر ادا کرنے سے نکاح باطل ہوتا ہے اور ان سے یہ بھی پوچھا جائے کہ جب انکا نکاح باطل تھا تو یہ

پوری زندگی ارتکابِ زنا کیوں کرتے رہے؟ اور حرام زادے کیوں پیدا کرتے رہے؟

نتیجہ

امام(علیہ السلام) فرماتے ہیں ''ہر شخص پر خمس ہے جو کچھ بھی اس کے پاس ہو حاصل کرے یا کسب کرے اور جو کچھ اس کو مال پہنچے یہاں تک کہ درزی کسی قمیض کو سیئے اور اس کی پانچ دوانیق اجرت لے تو اس سے ایک دانق ہمارا ہے۔

اور اسی طرح خمس کی تاکید کرتے ہیں بنی عیس کے مؤذن نے جب اس آیت کے بارے میں واعلموا انما غنمتم...... سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ غنمتم سے مراد ہے کہ دن بدن جو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس پر خمس ہے۔ اور پھر تاکید فرماتے ہیں اس خمس کے بارے میں کہ قیامت کے دن مشکل ترین حالت اس شخص کی ہوگی کہ جب خمس والا شخص اُٹھے گا اور کہے گا اَے ربّ میرا خمس اِن سے پوچھو۔

فریضہ خمس اور مباہلہ

اور پھر آپ سے جب آ کر یہ کہا جاتا ہے کہ قریش جو ہیں وہ خمس کے بارے طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اسی طرح جب ابو جعفر آ کر آپ سے ایسی بات کرتا ہے تو امام(علیہ السلام) اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا خدا کی قسم اس مسئلے پر اگر مباہلہ بھی کیا جائے تو ہم مباہلہ کرنے کے لیئے بھی تیار ہیں یعنی خمس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس مسئلے پر مخالفین کے ساتھ مباہلہ پر بھی تیار ہو جاتے ہیں تفصیل کے لیے آپ دیکھیں وسائل الشیعہ کی جلد ۶ باب خمس۔

امام جعفر صادق(علیہ السلام) کے زمانہ میں خمس وصول کرنے والے کارندے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے خمس وصول کرنے کے لیے اپنے نمائندگان مقرر کر رکھے تھے جب کہ ماہنامہ دقائق اسلام والے کہتے ہیں کہ خمس وصولی کے لیے عاملین مقرر نہیں کیے گئے آپ ملاحظہ کریں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں خمس کے عاملین مقرر تھے ہم اس جگہ فقط چار افراد کا نام آپکو دیتے ہیں کہ ان کو امام علیہ السلام نے خصوصی طور پر خمس کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا ہوا تھا۔

۱۔ نصر بن قابوس نخعی ۔۲۔ عبدالرحمٰن بن حجاج۔

۳۔ حمران بن اعین جو زرارہ کے بھائی ہیں۔

۴۔ مفصل بن عمرو جعفی ہیں۔

انکی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ یہ حقوق شرعیہ وصول کرتے اور ساتھ ہی لوگوں سے خمس بھی وصول کرتے تھے اور امام علیہ السلام تک پہنچاتے تھے یہ چاروں شخصیات بہت ہی جلیل القدر ہیں ان کے بارے میں آپ فہرست نجاشی کے صفحہ ۳۰۱، رجال العلامہ صفحہ ۱۷۵ الارشاد صفحہ ۲۸۵ غیبت شیخ طوسی ۲۲۳ صفحہ جامع الرواۃ جلد۲ صفحہ ۴۰۳، معجم الرجال الحدیث جلد ۱۹ رجال کشی جلد۲ صفحہ ۷۷ اور بحار کی جلد ۴۹ صفحہ ۲۵ اور ارشاد کے صفحہ ۲۸۶ اور تنقیح المقال کی جلد۲ صفحہ ۳۱۵ اور تہذیب المقال جلد ا صفحہ ۱۳۰ اور حیات امام موسیٰ کاظم(علیہ السلام) ابن جعفر علیہم السلام کی جلد۲ صفحہ ۳۲۴ میں دیکھ سکتے ہیں۔

الانوار البھیہ کے صفحہ ۸۵ میں درج ہے کہ خراسان سے امام جعفر صادق(علیہ السلام) کی خدمت میں خمس بھیجا جاتا تھا تو ظاہر ہے یہ خمس ارباح مکاسب سے ہی بھیجا جاتا تھا وہاں کوئی جنگیں تو نہیں ہوتی تھیں کہ غنائم جنگی کا خمس بھیجا جارہا ہو۔

امام موسیٰ کاظمؑ اور امام علی رضاؑ کا زمانۂ خمس

امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) اور مسئلہ خمس

امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) کے دور میں خمس کی وصولی کا سلسلہ کافی وسیع ہو چکا تھا اور آپؑ کے دروس کے متعلق ہے کہ آپؑ کے درس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے۔ ان کے پاس تختیاں ہوتی تھیں اور جو کچھ آپ بیان کرتے تھے وہ اسے تحریر کرتے تھے آپؑ اپنے دروس میں انہیں خمس کے مسائل بھی بیان فرماتے تھے۔ اس فریضہ کی وسعت اور اس کی وصولی کے بارے میں سختی اور اس کی تقسیم کی تفصیلات تک بیان کرتے تھے۔ یہ سب مطالب ہماری کتابوں میں درج ہیں۔

چنانچہ کافی کی جلد ۳ صفحہ ۱۵۷ اور وسائل کی جلد ۳ اور صفحہ ۵۰ پر ہی ہے کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لوگ جو بھی فائدہ حاصل کریں چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں خمس ہے۔

جب آپؑ کے پاس خمس کی آیت پڑھی جاتی تو آپؑ فرماتے کہ جو حصہ اللہ کا ہے وہ حصہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور جو حصہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا وہ ہمارے لیے ہے۔

اور پھر فرماتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کے لیے یہ آسانی بنا دی ہے کہ ان کی روزی کے پانچ درہم میں ان سے پانچواں درہم وہ اپنے رب کے لیے قرار دیں اور چار کو وہ حلال سمجھ کے کھائیں اور خمس کی باقی تفصیلات بھی آپ علیہ السلام کے دور میں بڑی واضح ہو کر سامنے آئیں۔

وسائل کی جلد ۶ اور صفحہ ۳۸۶ میں ہے کہ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا خمس کی وسعت کے بارے استدلال

خمس کی وسعت کے متعلق بنی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں اگرچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا اپنا بیان ہمارے عقیدے کے مطابق رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے لیکن عام مسلمانوں کو تسلی کرانے کے لیے اور انہیں یہ باور کرانے کے لیے کہ خمس ہر مال سے دینا ہوتا ہے جو انسان کمائی سے حاصل کرتا ہے اور جسے وہ اپنا ملک بناتا ہے۔

امام (علیہ السلام) نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث کو بطور سند پیش کیا ہے علی بن موسیٰ بن طاؤس نے اپنی کتاب الطرف میں اپنی سند سے انہوں نے عیسیٰ بن مصطفیٰ سے اور انہوں نے امام ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر علیہما الصلوات والسلام سے اور انہوں نے اپنے بابا پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

حضرت سلمان وابوذر ومقداد کیلئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر، حضرت سلمان اور حضرت مقداد سے فرمایا کہ تم لوگ توحید اور میری رسالت کی گواہی دو...... پھر فرمایا کہ علی صلوات اللہ علیہ کے لیے (ولایت کی) گواہی دو کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں، امیرالمومنین ہیں، علی مولا (علیہ السلام) کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے اور تم اس کا اقرار کرو کہ علی (علیہ السلام) کی اولاد سے جو آئمہ علیہ الصلوات والسلام ہیں ان کی اطاعت کرو گے اور یہ عقیدہ رکھو کہ اہلبیت علیہم السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مودت رکھنا فرض ہے اور یہ واجب فریضہ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت پر ہے، اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرو گے اور

زکات جوکہ آپ کے اموال سے بنتی ہے اس کا جو صحیح طریقہ ہے اس طرح اپنے اموال سے نکالو گے یعنی جن چیزوں میں زکات فرض کی گئی ہے ان سے زکات دو گے......اور زکاتجن کے لیے ہے ان تک زکات کو پہنچاؤ گے اور اس کا اسی طرح مصرف کرو گے جس طرح حکم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خمس اپنے اموال سے نکالو گے واضح رہے خمس ہر اس چیز سے دو گے جس چیز کا لوگوں میں سے کوئی ایک مالک بنتا ہے یعنی یہاں پر ملکیت کا تصور بھی دیا جا رہا ہے کہ لوگوں میں جو چیز معروف معنوں میں ملکیت و ملک سے شمار ہوتی ہے اور کسی بھی حوالے سے کوئی شخص جب کسی چیز کا مالک بنتا ہے تو جو کچھ کسی کے ملک میں آئے اس سے خمس ادا کرنا ہوگا اور وہ خمس جو ہے مومنین کے ولی اور امام اور امین تک پہنچانا ہوگا اور انکے بعد امام کی اولاد جو آئمہ علیہم السلام ہیں ان تک پہنچانا ہوگا۔

تبصرہ

اس حدیث میں آپ دیکھیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان تین جلیل القدر صحابہ سے اقرار لیا اور ان کو زکات دینے کے ساتھ ساتھ خمس ادا کرنے کی تاکید کی اس سے واضح ہوا کہ خمس ایک علیحدہ فریضہ ہے اور زکات ایک علیحدہ فریضہ ہے۔

ایک اور بات جو یہاں سے واضح ہوئی وہ یہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے جو خمس کا مطالبہ کرتے تھے تو وہ ان کی ہر چیز سے خمس مانگتے تھے جس چیز کا کوئی مالک بن جاتا تو اس چیز سے خمس ادا کرنے کا فرمایا ہے جس راستے سے بھی وہ مالک بنے یعنی حلال ذرائع سے جس کا وہ مالک بنے اس سے خمس کی ادائیگی کا حکم ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی جانب سے وصولی خمس کے نمائندگان

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خمس وصول کرنے کے لیے باقاعدہ اپنے نمائندگان مقرر کیئے اور ارباح مکاسب سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے سے خمس کی ادائیگی کا باقاعدہ منظّم سلسلہ شروع ہوا اور یہ دن بدن بڑھتا گیا اور اس میں وسعت آتی گئی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دور میں اتنی مقدار میں خمس پہنچتا تھا کہ جس کی کوئی مثال ہی نہیں ملتی اس لیے آپ نے وسیع وعریض اسلامی مملکت میں خمس کی وصولی کے لیے ہر جگہ اپنے نمائندگان اور وکلاء مقرر کیے ہوئے تھے جو خمس کے علاوہ باقی مالی حقوق بھی وصول کر کے آپ علیہ السلام کے پاس لے آتے تھے اور پھر محتاجوں اور غرباء میں ان اموال کو خرچ کیا جاتا تھا غرباء ومساکین کے مسائل حل کرنے کے ساتھ ساتھ کارہائے خیر پر بھی اس کا مصرف ہوتا تھا اور جس طرح دینی احکام کے لیے شیعہ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اسی طرح مالی فرائض میں سے خمس بھی وہ آپ تک باقاعدگی سے پہنچاتے تھے۔

یہاں ہم آپ(علیہ السلام) کے نمائندگان کا ذکر کرتے ہیں تفصیل کے لیے حیات امام موسیٰ کاظم(علیہ السلام) کی جلد۲ صفحہ ۳۴۸ کو دیکھ لیں اور وکلاء کے حالات آپ رجال شیخ کے صفحہ ۳۵۵ اور ۳۷۹ خلاصۃ الرجال علامہ حلی کی ۱۰۵ صفحہ پر، معجم الرجال الحدیث جلد ۱۰ اپہ اور فہرست نجاشی کے صفحہ ۳۱۱ پر ہیں۔

آپ کے نمائندگان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن جندل

۲۔ یونس بن یعقوب بن قیس

۳۔ مفضل بن عمرو

۴۔ عثمان بن عیسیٰ ان کے علاوہ بھی بہت سارے نمائندگان تھے جو خمس کی وصولی پر مقرر تھے۔

خمس کی وصولی کیلئے نمائندگان کے تقرر کا انکار بلاوجہ ہے

شطیطہ نامی عورت کے خمس کا مال:۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ آئمہ (علیہم السلام) کے دور میں خمس کی وصولی کے لیے عاملین مقرر نہیں ہیں اور آئمہ (علیہم السلام) خمس کی وصولی کے لیے وکلاء نہیں بھیجتے تھے اور تاریخ اسلام اس سے خالی ہے ظاہر ہے اس کی یہ بات بے اساس ہے مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیں۔ سفینۃ البحار کی جلد۴ صفحہ ۴۲۹۔ مناقب میں ابوعلی بن راشد سے ہے کہ نیشاپور سے محمد بن علی نیشاپوری کو وہاں کے شیعوں نے نمائندہ بنایا اور وہاں جو خمس جمع ہوا تھا اور جس کی مقدار تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم بنتی تھی اور اس میں ایک کپڑا بھی تھا جو چار درہم کا تھا جو ایک شطیطہ نامی عورت کا تھا اس کپڑے کے ساتھ خمس کا ایک درہم بھی تھا اور یہ ساری رقم خمس کی تھی...... آپ دیکھیں ایک خاتون ہے جو اپنے مال کا خمس نکالتی ہے تو ایک درہم اس کا خمس بنتا ہے اور ایک کپڑا جس کی مالیت فقط چار درہم ہے وہ اسے خمس کے طور پر اس نمائندہ کو دیتی ہے...... اس زمانہ میں اس قدر شیعوں میں خمس کی اہمیت تھی اسی وجہ سے وہ اپنا باقاعدہ حساب کرتے تھے اور خمس اگر تھوڑا بھی بنتا تب بھی نکالتے تھے۔ محمد بن علی نیشاپوری اتنی بڑی مقدار میں نیشاپور سے خمس اٹھا کر امام (علیہ السلام) کی خدمت میں لے آتا ہے اور ساتھ ہی انہوں نے ستر سوالات بھی لکھے اور ہر سوال کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر تھا اور اس کے نیچے خالی جگہ

جواب کے لیے تھی بہر حال اس کی پوری تفصیل کتب میں درج ہے۔

کہ امام (علیہ السلام) نے شطیطہ کا درہم اور اس کا جو کپڑا تھا اس کو کس شان سے قبول کیا۔ پھر اس کے لیے اپنی طرف سے ھدیہ بھی بھیجا اور اپنی دادی کے ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا اس کے کفن کیلئے ہدیہ کے طور بھیجا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ خمس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھی منتقل کیا جا سکتا ہے اور خمس ادا کرنا امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) کے دور میں شیعوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی سمجھا جاتا تھا حتی کہ وہ افراد جو ہارون عباسی کے دربار میں افسران تھے اور شیعہ تھے اور تقیہ کیے ہوئے تھے وہ بھی اپنے اموال کا خمس امام علیہ السلام تک پہنچاتے تھے ان کے بارے ہارون عباسی کے پاس شکایات بھی کی جاتی تھیں۔ یہ سب خمس کی اہمیت پر دلیل ہے۔ بعض وزراء بھی ہارون کی کابینہ میں تھے جو شیعہ تھے وہ بھی اپنے اموال کا خمس باقاعدگی سے امام (علیہ السلام) کے پاس بھیجتے تھے جیسے علی بن یقطین ...... اس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔

فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے بھائی علی علیہ السلام کی محبت کے بغیر کسی شخص کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ شخص ہزاروں سال نمازیں پڑھے، روزے رکھے، پہاڑوں کے حساب سے صدقات وخیرات کرے۔ حالت جہاد میں مارا جائے...... عمل تب قبول ہوگا جب محبت علی علیہ السلام کا پروانہ ہمراہ ہوگا۔

حضرت امام علی رضا صلوات اللہ علیہ کا زمانہ اور خمس

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے کیونکہ خمس کے بارے میں خلفائے بنی عباس نے بھی کافی تبدیلیاں کیں اور اس فریضے کو کم کرنے کے لیے انہوں نے اپنا سازشی کردار جاری رکھا ہوا تھا اس کے باوجود آئمہ (علیہم السلام) اپنے شیعوں کو خمس کی اہمیت سے آگاہ کرتے تھے اور سختی کرتے کہ خمس ادا کریں۔

خمس ادا کیے بغیر مال میں تصرف جائز نہیں

روایت میں ہے کہ ایک تاجر فارس کا رہنے والا حضرت امام علی رضا (علیہ السلام) کی خدمت میں خمس کے متعلق ایک خط لکھتا ہے اس میں وہ آپ سے اجازت مانگتا ہے کہ میں خمس ادا کیے بغیر اپنے مال میں تصرف کروں تو امام (علیہ السلام) اس کے خط میں یہ جواب تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... اللہ تعالیٰ واسع اور کریم ہے اس نے عمل پر ثواب کا وعدہ دیا ہے اور مخالفت پر عذاب کا ...... کسی کے لیے اس کا مال حلال نہیں ہے مگر اس راستے سے جیسا اللہ نے حلال کیا ہے بتحقیق خمس کا فریضہ ہمارے لیے دین پر امداد ہے اور خمس ہمارے عیال کے لیے امداد ہے اور ہمارے موالیوں کے لیے امداد ہے اور جو کچھ ہم اپنی آبرو کی حفاظت کے لیے انجام دیتے ہیں اس کے لیے مدد ہے اور اس مال کے ذریعہ ہم اپنا تحفظ کرتے ہیں یعنی دینی اُمور کو چلاتے ہیں اس کے ذریعہ ہمیں جس دشمن کے غلبے کا خوف ہوتا ہے اس سے اپنا دِفاع کرتے ہیں لہذا خمس کو ہم سے مت روکو اور خمس روک کر اپنے آپ کو ہماری دعا سے محروم نہ کرو جس قدر تم سے ہوسکتا ہے خمس ضرور

دو کیونکہ خمس نکالنا تمہاری روزی کے لیے چابی ہے اور تمہارے گناہوں کی بخشش ہے اور یہ وہ تمہید ومقدمہ اور زادِراہ ہے جسے تم اپنے فقروفاقہ کے دن کے لیے آگے بھیجتے ہو مسلمان تو وہ ہے جس نے اللہ سے جو عہد کیا ہے وہ اسے پورا کرے مسلمان وہ نہیں ہے جو زبان سے تو اقرار کرے لیکن اس کا دل اس بات کی مخالفت کرے۔

ملاحظہ کریں اس حدیث میں خمس کے مادی اور معنوی فائدے بتائے گئے ہیں اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ۔

۱۔ یہ دین پر ہماری امداد ہے۔

۲۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں عوام کے امور کو انجام دینے کے لیے امداد ہے۔

۳۔ روزی کی چابی ہے۔

۴۔ گناہوں کی بخشش ہے۔

۵۔ خمس ادا کرنے سے امام (علیہ السلام) کی دعاء نصیب ہوتی ہے۔

۶۔ خمس اللہ کے ساتھ عہد کی وفاداری کی نشانی ہے۔

۷۔ خمس مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔

۸۔ خمس دشمن پر غلبہ کا ذریعہ ہے۔

۹۔ خمس دین کی مضبوطی کا ہتھیار ہے۔ اور یہاں پر جتنے قرائن موجود ہیں وہ یہ بتا رہے ہیں کہ ارباح مکاسب سے خمس دینا واجب ہے۔

خمس کی تقسیم

پھر آپ سے خمس کی تقسیم کے بارے میں کسی نے سوال کیا کہ واعلموا انما غنتم .... تو اس شخص نے پوچھا کہ یہ جو اللہ کے لیے خمس ہے آج وہ حصہ کس کے لیے ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے وہ امام علیہ السلام کے لیے ہے۔

خالص مودت کی نشانی

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ خراسان کے لوگوں نے امام(علیہ السلام) سے یہ سوال کیا کہ آپ(علیہ السلام) خمس ہمارے لیے حلال کر دیں تو امام(علیہ السلام) نے جواب میں فرمایا یہ میں تمہیں حلال کر دوں تو ایسا نہیں ہو سکتا ...... کیا تم اپنی مودت فقط اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہو اور ہمارا حق ہم سے روکتے ہو؟ اور وہ حق جسے اللہ نے ہمارے لیے قرار دیا ہے اور ہمیں اللہ نے اس کے لیے قرار دیا ہے اور ہمارا حق خمس ہے...... ہم اسے حلال قرار نہیں دیں گے، ہم اسے حلال قرار نہیں دیں گے ہم اسے حلال قرار نہیں دیں گے ...... تین مرتبہ ایک ہی جملہ دہرایا ہے جو اس کی اہمیت کو بیان کر رہا ہے کہ تم خمس کیوں ادا نہ کرو؟ ...... خمس ہر صورت دینا پڑے گا اس میں معافی نہیں۔

تبصرہ:

دیکھیں یہ اتنی واضح حدیث ہے کہ جس میں امام(علیہ السلام) اتنی سختی سے فرما رہے ہیں کہ ہم خمس تم کو معاف نہیں کر سکتے اور خمس کے تصرف کی اجازت آپ کو نہیں دے سکتے یہ حدیث الکافی کی جلد ۱ اور التہذیب کی جلد ۴ وسائل کی جلد ۶ باب الخمس میں موجود

ہے۔

اس حدیث کے ہوتے ہوئے اگر کوئی ایسی حدیث آجاتی ہے جس میں درج ہو کہ ہمارے شیعوں کے لیے خمس بالکل معاف ہے یا اس کا ایک حصہ معاف ہے تو ظاہر ہے اس حدیث کی تاویل کرنا ہوگی کیونکہ وہ بعض خاص حالات کیلئے استثنائی حکم کا درجہ رکھتی ہوگی نہ کہ اس میں کوئی تعمیم عمومیت ہوگی

واضح رہے کہ مولا(علیہ السلام) یہ فرمارہے ہیں کہ تم زبانی کلامی اپنی محبت ہمارے لیے بیان کرتے پھرتے ہو اور ہمارے لیے اللہ نے جو حق قرار دیا ہے وہ ہم سے روکنا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ نے وہ حق ہمارے لیے بنایا ہے اور ہمیں اس حق کے لیے بنایا ہے اور وہ حق خمس ہے۔ ہم خمس تمہیں کسی بھی صورت میں معاف نہیں کر سکتے۔

حضرت امام علی رضاؑ کی طرف سے خمس کی وصولی کے لیے نمائندگان

امام علی رضا(علیہ السلام) نے خمس کی وصولی کے لیے جو نمائندے مقرر کیے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ صفوان بن یحییٰ

۲۔ یونس بن عبد الرحمٰن

۳۔ محمد بن سنان

۴۔ عبد اللہ بن جندل

ان کے حالات آپ الفوائد الرجالیہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۸ معجم الرجال الحدیث جلد ۹ صفحہ ۱۲۳ اور ۱۳۰، تہذیب المقال جلد ۱ صفحہ ۱۸، جامع الرواۃ جلد ۱ صفحہ ۴۱۳ جلد ۲ میں بھی صفحہ ۳۵۶ اور معجم الرجال کی جلد ۲۰ صفحہ ۱۹۸، تہذیب المقال کی جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ میں ان شخصیات کے بارے میں تفصیل معلوم کر سکتے ہیں۔

حضرت امام جواد (علیہ السلام) کا زمانہ اور خمس

حضرت امام جوادؑ کا زمانہ اور خمس

ہر قسمی مال سے خمس دینا واجب ہے

امام جواد (علیہ السلام) نے بھی خمس کے فریضے کی اہمیت اپنے شیعوں کو بیان کی چنانچہ محمد حسن اشعری لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے ابو جعفر ثانی یعنی امام محمد تقی (علیہ السلام) کی طرف لکھا اور سوال کیا کہ آپ ہمیں خمس کے بارے لکھیں کیا جو کچھ کوئی انسان کماتا ہے؟ اور حاصل کرتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہو یا بہت کیا ہر قسم سے خمس دینا واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا جی ہاں! خمس دینا واجب ہے لیکن اخراجات نکالنے کے بعد......

تبصرہ

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی زمین [جسکا خمس پہلے ادا ہو] کو کاشت کرنے پر کوئی خرچہ کیا ہے یا حکومتی ٹیکس ادا کیئے ہیں تو پوری کلٹی ویشن کا خرچہ نکال کر جو یافت کلی طور پر حاصل ہوگی اس پر خمس واجب ہو جاتا ہے نہ کہ سال بھرا کھانے اڑانے کے بعد جو بچ جائے کیونکہ اسطرح تو کچھ بچ ہی نہیں سکتا اور یہ تصور دینا بھی خمس کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ بہر حال اس مسئلہ میں ہر شخص اپنے مرجع تقلید کی طرف رجوع کرے۔

امامؑ کا حق

دوسری روایت ہے علی بن محضر یار سے ہے، وہ کہتا مجھے ابو علی بن ناصر نے کہا کہ میں نے امام (علیہ السلام) سے عرض کی کہ میں آپ (علیہ السلام) کے مشن کو انجام دینے کے لیے لوگوں کے پاس گیا میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کا حق ادا کریں جب میں نے آپ کے چاہنے والوں کو یہ بات بتائی تو ان میں سے بعض نے پوچھا کہ

ان کا حق کیا ہے؟ میرے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا کہ میں ان کو بتاؤں کہ آپ کا حق کیا ہے، آپ اس کی وضاحت فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا ان پر خمس دینا واجب ہے، خمس ہمارا حق ہے۔

میں نے عرض کیا مولا کس چیز سے خمس دینا ہوگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا انکے سامانوں میں سے، ان کی زمینوں میں سے۔

پھر میں نے پوچھا کہ کیا تاجر اور صنعتکار پر بھی خمس واجب ہے؟

انہوں نے فرمایا جی ہاں! اخراجات نکالنے کے بعد، اگر ان کے پاس گنجائش ہے تو اس پر بھی خمس ہے۔

اسی طرح امام (علیہ السلام) نے اپنے وکیل کی طرف لکھا جس میں خمس کے وجوب کے بارے میں تحریر فرمایا کہ جتنے بھی فوائد ہیں اور جس قدر منفعت حاصل ہوتی ہے اس سب پر خمس ہے۔

خمس وکیل تک پہنچانا

پھر فرمایا کہ اگر کسی کے پاس ہمارا جتنا مال موجود ہے تو وہ اسے میرے وکیل تک پہنچائے اور جو اس تک نہ پہنچا سکے تو وہ اس کے ادا کرنے کا قصد کرے اگر چہ کچھ عرصہ کے بعد ہی کیوں نہ پہنچائے، بہر حال اسے خمس ادا کرنا ہی ہوگا۔

حضرت امام جوادؑ کی طرف سے خمس کی وصولی کے نمائندگان

امام (علیہ السلام) کے وکلاء جو خمس وصول کرنے کے لیے مقرر تھے ان میں سب سے زیادہ مشہور۔

۱۔ جناب زکریا بن آدم قمی ہیں جن کی تفصیل تہذیب المقال جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ میں دیکھ سکتے ہیں۔

۲۔ دوسرے علی بن مھزیار اھوازی

۳۔ تیسرے سعد بن سعد اشعری قمی

۴۔ ابراہیم بن محمد ھمدانی

۵۔ پانچویں عبدالعزیز بن مقتدی قمی الاشعری۔

ان کے حالات بھی آپ کتب رجالیہ میں دیکھ سکتے ہیں جیسے معجم الرجال الحدیث، تہذیب المقال اور رجال کشی اور تہذیب المقال، خلاصۃ المقال ان سب میں ان کے حالات موجود ہیں۔

خیار اہل جنت

جنت کے بہترین لوگ ہمارے شیعہ ہوں گے البتہ جو ہمارے موالی ہیں اور ہمارے شیعوں سے محبت رکھتے ہیں لیکن ہمارے عوامل پر عمل نہیں کرتے اور ہماری نواہی سے نہیں رکتے تو ایسے لوگ ہمارے شیعہ تو نہیں...... لیکن اس کے باوجود وہ جنت میں جائیں گے...... البتہ اپنے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ دیں گے...... اور کچھ لوگ اپنے گناہوں کا کفارہ میدان محشر میں کئی کئی سال سختیوں کی حالت میں ٹھہر کر گناہوں سے پاک ہوں گے...... اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے بچے ہوئے گناہوں سے پاک ہونے کے لیے جہنم کے اوپر والے طبقہ میں مخصوص وقت گذاریں گے...... اس کے بعد ہم انہیں بھی اپنے پاس منتقل کر دیں گے کیونکہ وہ ہمارے محبّ ہوں گے (حوالہ نہج الحیاۃ)

حضرت امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کا زمانہ اور خمس

حضرت امام علی نقیؑ کا زمانہ

حضرت امام علی نقی (علیہ السلام) سے تہذیب الاحکام میں ایک روایت نقل ہوئی ہے آپ (علیہ السلام) سے سوال کیا گیا ایک آدمی ہے اور اسے اپنی زمین سے ایک سو "کر" (کر وزن کا پیمانہ ہے) گندم وصول ہوتی ہے اور وہ اس نے زکات دسواں اس سے دے دیا ہے اور اس کا زمین بنانے اور فصل پر جو خرچہ بنتا تھا وہ تیس کر تھا وہ بھی اس نے علیحدہ کر لیے، باقی اس کے پاس ساٹھ کُر بچے ہیں یعنی یہ سمجھ لیں کہ سو من گندم ہوئی ہے ۱۰ من اس نے زکات دی ہے ۳۰ من اس کے اخراجات ہو گئے ہیں ۶۰ من اس کے پاس بچ گئے ہیں اب وہ شخص مولا (علیہ السلام) سے سوال کرتا ہے کیا اس پر کوئی چیز واجب ہے یا اس پر کچھ نہیں ہے؟

امام (علیہ السلام) نے فرمایا اخراجات کے بعد جو کچھ اس کے پاس بچ جائے اس پر خمس میرا حق ہے۔ اسے باقی سے خمس ادا کرنا ہوگا۔

تبصرہ

یہ روایت بھی بڑی واضح ہے کہ امام (علیہ السلام) نے خمس زراعت کے مال سے مانگا ہے۔

اور اس میں اس غلط فہمی کا ازالہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ خمس سال بھر کھانے پینے کے بعد جو بچ جائے اس پر واجب ہے بلکہ اس مثال سے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ فصل پر لگنے والے اخراجات نکال کر جو بچ جائے اس سے ہے کیونکہ ان اخراجات سے مراد اولین اخراجات اور ٹیکسز ہیں نہ کہ سال بھر کی اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد جو بچ جائے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے دور میں خمس وصول کرنے والوں کے نام

حضرت امام علی نقی (علیہ السلام) کے دور میں خمس وصول کرنے والے نمائندگان یہ ہیں۔

۱۔ ایوب بن نوح

۲۔ ابوعلی بن راشد، یہی شخص حسن بن راشد کے نام سے بھی مشہور ہیں

۳۔ علی بن جعفر

۴۔ احمد بن محمد کوفی عاصمی

۵۔ عثمان بن سعید العمری۔

فرمان معصوم علیہ السلام

جو شخص بھی اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے وہ ہی ہمارا موالی اور محب ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے والا ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔

حضرت امام حسن عسکری(علیہ السلام) کا دور

ہر قسمی در آمدات پر خمس

اس بارے ریان بن صلت روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری(علیہ السلام) کی طرف خط لکھا کہ مولا علیہ السلام بیان فرمائیں میرے اموال میں سے مجھ پر کیا واجب ہے؟ میرا ایک زمین کا ٹکڑا ہے جس سے میں نے غلہ حاصل کیا ہے اور کچھ مچھلیاں میرے پاس ہیں کیونکہ میرا مچھلی کا کاروبار ہے' یوں سمجھ لیں اس کا فش فارم تھا اس کا ذکر کر رہا ہے اور اسی طرح کچھ نئے شکر [گنے] کے کھیت ہیں اور میں ان کو بیچتا ہوں اور کچھ سرکنڈے کے جنگلات ہیں میں ان کو بھی بیچتا ہوں ان سب سے آمدن ہوتی ہے تو ان سب میں سے مجھ پر کیا کچھ دینا واجب ہے؟

دیکھیں سوال کرنے والا شخص مختلف چیزوں کے بارے پوچھ رہا ہے، غلات کے بارے پوچھ رہا ہے، چینی کے بارے پوچھ رہا ہے، سرکنڈوں کے بارے پوچھ رہا ہے، غلے کے بارے پوچھ رہا ہے کہ ان سب اموال سے جو درآمد ہوتی ہے، مجھے پر اس سے کیا دینا واجب ہے؟

امام(علیہ السلام) فرماتے ہیں...... ان سب پر خمس دینا واجب ہے!

حضرت امام حسن عسکریؑ کے دور میں خمس وصول کرنے والے نمائندگان

آپ(علیہ السلام) نے مختلف علاقوں میں خمس کی وصولی کے لیے نمائندگان مقرر کیے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ابراہیمؒ بن عبدہ نیشاپوری۔

۲۔ ایوبؒ بن نوح۔

۳۔ احمدؒ بن اسحاق رازی۔

۴۔ جعفرؒ بن سہیل۔

۵۔ عثمانؒ بن سعید عمری۔

چونکہ اس دور میں شیعہ کافی علاقوں میں پھیل چکے تھے اس لیے آپ علیہ السلام نے کافی افراد کو خمس کی وصولی کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔

عثمان بن سعید کا یمنیوں سے خمس وصول کرنے کا ایک واقعہ

شیخ طوسی نے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل اور علی بن عبداللہ یہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم امام حسن عسکری (علیہ السلام) کے پاس گئے اور آپ (علیہ السلام) کے پاس آپ (علیہ السلام) کے شیعوں میں سے اور آپ (علیہ السلام) کے ماننے والوں سے کچھ اور افراد بھی موجود تھے کہ اتنے میں آپ (علیہ السلام) کا خادم بدر اندر آیا اس نے آ کر کہا کہ مولا (علیہ السلام) دروازے پر کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں جن کے چہروں پر گرد ہے تو مولا (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا وہ ہمارے شیعہ ہیں جو یمن سے آئے ہیں اور جناب عثمان بن سعید عمری سے فرمایا کہ جاؤ ان کو اندر لے آؤ یہ دونوں افراد بیان کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ جناب عثمانؒ ان کو اندر لے آئے امام صلوات اللہ علیہ نے ان کی آمد پر فرمایا...... اے عثمانؒ تم جاؤ اور تم میری طرف سے وکیل ہو اور تم میرے معتمد ہو امام صلوات اللہ علیہ کے مال پر، تم ان یمنیوں سے وہ اموال وصول کر لو جو وہ لے آئے ہیں۔

اس حدیث کو آگے جاری رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں......ہم سب نے مل کر (یہ دو راوی کہتے ہیں) عرض کیا یا سیدی یہ عثمانؒ آپ کے بہترین شیعوں سے ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں مزید آگاہ کریں اور یہ کہ وہ آپ کے وکیل ہیں اللہ کے مال پر اور

آپ(علیہ السلام) کے معتمد ہیں۔آپ(علیہ السلام) نے فرمایا کہ جی ہاں تم بھی گواہی دو کہ عثمان میرا وکیل ہے اور میرے بیٹے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کے وکیل بھی ہیں اور ان کا بیٹا میرے بیٹے کا وکیل ہوگا جو تمہارے مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں یعنی وہ بھی معتمد وصاحب وثوق ہیں۔

تبصرہ

ایسے لوگ تھے کہ جن کو امام(علیہ السلام) اموال وصول کرنے کے لیے مقرر فرماتے تھے اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آئمہ علیہ السلام نے خمس وصول کرنے کے لیے کسی کو مقرر نہیں فرمایا تاریخ خاموش ہے، کتب حدیث خاموش ہیں تو یہ آئمہ علیہم السلام پر کتنا بڑا جھوٹ ہے۔

امام حسن عسکری(علیہ السلام) کی طرف شیعہ اپنے اپنے علاقوں سے خمس پہنچاتے تھے وہ لوگ خمس کی رقم یا تو آپ کے وکلاء کے ذریعہ آپ تک پہنچاتے تھے یا خود لاتے تھے۔ان وکلا کی تعداد ستر 70 تک لکھی ہوئی ہے

خمس لینے کے متعلق ایک علوی سید کا واقعہ

ایک علوی سادات سے ایک شخص جبل عامل (لبنان) کی طرف شیعوں کے پاس جاتا ہے وہ وہاں پر جاکر ایک شیعہ سے ملتا ہے اس شیعہ نے اس سے پوچھا کہ تم سامرہ سے آئے ہو اس نے جواب دیا جی ہاں! پھر اس نے اس سے سوال کیا تو کیا تم فلاں جگہ کو جانتے ہو تو اس علوی نے جواب دیا جی ہاں میں اس جگہ کو جانتا ہوں اس شیعہ نے اس علوی سے امام حسن عسکری(علیہ السلام) کی رہائش گاہ کا سوال کیا تھا جب اس علوی نے اسے کہا جی ہاں میں اس جگہ سے واقف ہوں تو پھر اس جبلی شیعہ نے اس سے پوچھا کہ

آپ کے پاس امام حسن عسکری(علیہ السلام) کی کوئی چیز اور نشانی موجود ہے؟ تو اس علوی نے کہا نہیں یہ سن کر اس شخص نے علوی سے کہا کہ پھر تم جبل کیا کرنے آئے ہو تو اس علوی نے کہا میں یہاں سے فضل (خمس) طلب کرنے آیا ہوں (جو مال کا اضافہ ہے لفظ فضل سے اس زمانے کے لوگ خمس مراد لیتے تھے) اس شخص نے کہا میرے پاس اس وقت پچاس ہزار دینار ہیں یہ آپ لے لیں اور میرے ساتھ واپس سرمن رای چلو...... اس جبلی شیعہ نے اس علوی سید کو پچاس ہزار دینار دیئے اور اس علوی کے ہمراہ وہ جبلی شیعہ سرمن رائے آجاتا ہے۔

وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اکٹھے امام حسن عسکری صلوات اللہ علیہ سے ملنے کی اجازت مانگی ہم دونوں کو اجازت مل گئی جب ہم آپ علیہ السلام کے پاس اندر گئے تو آپ علیہ السلام اس وقت گھر کے صحن میں موجود تھے آپ نے اس جبل عامل والے شخص کی طرف دیکھا تو امام صلوات اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ تم فلاں ہو اور فلاں کے بیٹے ہو اور تمہارا بابا تمہیں وصیت کر گیا ہے اور تم اس وصیت پر عمل کرنے یہاں آئے ہو اس وقت تمہارے پاس چار لاکھ دینار ہیں تو اس نے جواب میں کہا جی ہاں !...... اس شخص نے امام(علیہ السلام) کو وہ رقم دے دی، پھر امام(علیہ السلام) نے علوی کی طرف دیکھا اور علوی سے کہا کہ تم جبل گئے تھے اور اس نے تمہیں پچاس ہزار دینار دیئے ہیں اور اب تم اس کے ساتھ یہاں پر واپس آگئے ہو اور ہم بھی آپ کو پچاس ہزار دینار دیتے ہیں۔

تبصرہ

بہرحال اس روایت سے واضح ہوا کہ خمس کی وصولی کا سلسلہ موجود تھا اور سادات خمس وصول کرنے کے لیے خود بھی شیعوں کے پاس چلے جاتے تھے اور مومنین سادات

سے امام(علیہ السلام) کی تائید مانگتے تھے اور انہیں خالی بھی نہ لوٹاتے تھے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ اس دور کے شیعہ خمس دینے خود بھی امام(علیہ السلام) کے پاس تشریف لے آتے تھے اور مرنے والے بھی اپنے ورثاء کو خمس دینے کی وصیت کر جاتے تھے۔ اور لوگ خمس دینے کے عادی تھے اور جو سادات تھے انہیں بھی پتہ تھا کہ لوگ خمس دیتے ہیں اور ان سے خمس وصول کرنے جاتے تھے۔

۞ میرے قتل کی پاداش میں اللہ تعالی بنی امیہ کو ایسی ذلت دے گا جس میں سب شامل ہوں گے...... حضرت امام حسینؑ

۞ اگر دنیا میں میرے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ہو تب بھی میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا ...... حضرت امام حسینؑ

۞ اس قوم کے متعلق کیا کہتے ہو جس نے ہمیں ناناؐ کے مزار سے نکلنے پر مجبور کر دیا؟...... حضرت امام حسینؑ

۞ مجھ سے اتنی دور چلے جاؤ کہ میری صدائے استغاثہ نہ سن سکو۔ ورنہ تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا...... حضرت امام حسینؑ

۞ میرے قتل سے اللہ تعالی تمہارے دردناک عذاب میں اضافہ کرتا رہے گا...... حضرت امام حسینؑ

۞ غیرت مند آدمی ہمیں اپنی جان پر ترجیح دیتا ہے...... حضرت امام حسینؑ

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ اور خمس

حضرت امام زمانہ عج کی غیبت صغری کا زمانہ اور خمس

اپنے مال سے خمس نہ دینے والا جہنمی ہے

شیخ صدوق نے کمال الدین میں خمس کے بارے روایات بیان کی ہیں۔ اور آپ(علیہ السلام) سے جو توقیعات صادر ہوتی رہی ہیں ان سے خمس کی بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہے ان تحریرات میں آیا ہے کہ آپ(علیہ السلام) نے فرمایا کہ ہمارے مال سے کوئی چیز بھی تھوڑی ہو یا بہت کوئی کھا جائے اور ہمیں اس کا خمس ادا نہ کرے تو گویا اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری ہے اور وہ جہنم میں جلے گا۔

خمس نہ دینے والا ملعون ہے

ابو جعفر محمد بن محمد الخزاعی نے ابو علی بن ابو الحسن الاسدی سے اور اس نے اپنے بابا سے روایت کی ہے کہ جناب محمدؒ بن عثمانؒ کے توسط سے امام زمانہ عج کے دستخطوں والی تحریر مجھ تک پہنچی جس کے پہلے کوئی سوال نہ تھا تحریر یہ تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین علی من استحل من مالنا درھما"

اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت اس شخص پر جو ہمارے مال سے ایک درہم کو حلال قرار دے۔

راوی کہتا ہے کہ میرے بابا ابو الحسن اسدی کہتے ہیں جب میں نے یہ پڑھا کہ مولا علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ جس نے ہمارے مال سے ایک درہم کو حلال قرار دیا تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو جو بھی کسی حرام کو حلال قرار دے اس کے لیے یہی بات ہے پس اس میں حضرت

حجت علیہ السلام کی کون سی فضیلت ہے؟ وہ کہتے ہیں خدا کی قسم جیسے ہی میں نے دوبارہ اس تحریر میں دیکھا تو وہ تحریر اس طرح تبدیل ہوگئی تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم...... لعنت اللہ والملائکۃ والناس اجمعین علی من اکل من مالنا درھما حراما"

کہ لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اس شخص پر جو ہمارے مال سے ایک درہم کو حرام طریقے سے کھا جائے۔

تو اس عبارت میں امام نے خمس کو حلال کر کے کھانیوالوں پر لعنت بھیجی ہے۔

قابل توجہ نکتہ

دقائق اسلام کے سرپرست اذان میں ولایت علی علیہ السلام کی گواہی دینے یا نہ دینے کے مسئلہ میں تو شیخ صدوقؒ کے نظریہ کو اختیار کرتے ہیں، اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ بیان ان کے مزاج کے موافق تھا جبکہ خمس کے متعلق شیخ صدوقؒ کی رائے وہ اختیار نہیں کرتے کیونکہ یہ ان کے مزاج کے خلاف تھا اس دوئیت اور دوگانگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی رائے دلیل کے تابع بنانے کی بجائے پہلے اپنی رائے بنالیتے ہیں پھر اس کے مطابق دلیل کو موڑتے ہیں خود دلیل کے تابع نہیں دلیل کو اپنے تابع بناتے ہیں۔

حضرت امام زمانہؑ کے دور میں خمس وصول کرنے والوں کے نام

حضرت امام زمانہ عج کی غیبت صغریٰ کے دور میں آپ (علیہ السلام) کے چار نائبین تھے جو شیعوں سے خمس وصول کر کے آپ تک پہنچاتے تھے، شیعوں کے جو مختلف شرعی سوالات ہوتے تھے ان کے جواب بھی آپ (علیہ السلام) سے لے کر بھیجتے تھے اور خمس کی وصولی کی

رسیدات بھی شیعوں تک پہنچتی تھیں۔

۱۔ پہلے نائب ابو عمر عثمان بن سعید عمری۔

۲۔ دوسرے نائب تھے ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید۔

۳۔ تیسرے نائب تھے ابو القاسم حسین بن روح نوبختی۔

۴۔ چوتھے نائب تھے ابو الحسن علی بن محمد سمری۔

یہ چاروں نائبین بڑے ہی جلیل القدر ہیں ان کے بارے اگر آپ تفصیلات معلوم کرنا چاہیں تو آپ غیبت شیخ طوسیؒ اور غیبت نعمانیؒ، احتجاج طبرسی، معجم الرجال الحدیث، بحار الانوار اور کمال الدین و تمام النعمہ تالیف شیخ صدوق علیہ الرحمہ ان سب میں آپ ان کے حالات دیکھ سکتے ہیں۔

جبل عامل سے، قم سے، اور اس طرح دیگر شہروں سے خمس آپ(علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچتا تھا اور آپ(علیہ السلام) کی طرف سے خمس قبول کر لینے کی رسیدات شیعوں کے پاس پہنچتی تھیں۔

قم المقدسہ سے خمس سامرہ آنے کا واقعہ

۱ حضرت امام حسن عسکری(علیہ السلام) کی شہادت کے بعد جب قم سے لوگ خمس لے کر سامرہ آتے ہیں تو ان کو یہ بتایا گیا تھا کہ اس شخصیت کو جا کر خمس دینا جو یہ بتائے کہ اس میں کیا کیا ہے اور کس کا کتنا مال ہے؟ تو جب وہ وہاں آتے ہیں پریشان ہو جاتے ہیں کہ جناب جعفر جو امام مہدی(علیہ السلام) کے چچا تھے انہوں نے حضرت امام حق جدید مہدی امم عجل اللہ فرج الشریف کی حفاظت کے پیش نظر امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوا تھا تو یہاں پر وہ تو نہیں بتاتے تھے کس کا مال ہے اور کتنا ہے اس سے مایوس ہو کر جب لوگ واپس

جانے لگتے تھے تو امام (علیہ السلام) کے غلام ان کے پاس آتے اور وہ ان کو وہاں سے واپس بلا کر امام عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت میں لے جاتے ہیں۔

اس اقدام سے واضح ہوتا ہے کہ خمس کی وصولی امام زمانہ عج کے دور میں شیعوں سے کی جاتی تھی اور خمس جو ہے وہ زکات کے علاوہ ایک فریضہ تھا۔

خمس کا فریضہ کبھی غیر اہم نہیں رہا

اس فریضہ کی انتہائی اہمیت تھی ...... کسی بھی دور میں خمس کے مسئلہ کو غیر اہم قرار نہیں دیا گیا جیسا بعض پاکستانی علماء کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ خمس کوئی غیر اہم مسئلہ ہے اور اس کی اتنی زیادہ اہمیت آج کے دور میں دی جا رہی ہے ...... جب کہ آئمہؑ کے ہاں یہ فریضہ اتنی اہمیت کا حامل نہیں تھا جتنی اہمیت اس کو آج کے دور میں دیدی گئی ہے

آپ جان چکے ہیں کہ ہر دور میں آئمہ علیہم السلام کا خمس کی وصولی کے لیے نمائندے مقرر کرنا اس فریضہ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اسی طرح جب خمس دینے کے لیے مختلف علاقوں کے لوگ امام زمانہ عج کی غیبت صغریٰ میں آپ کے پاس آتے تھے اور آپ کا ان افراد کو انکے اموال کی تفاصیل کا بتانا کہ مثلاً اتنا خمس فلاں تھیلی میں ہے، اتنا فلاں میں ہے اور فلاں میں اتنا ہے فلاں تھیلی میں جو مال ہے وہ حرام مال ہے وغیرہ یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خمس کی بہت زیادہ اہمیت آئمہ معصومین علیہم السلام کی نظر میں تھی۔

شرح دعائے عہد کا ایک حصہ

ترجمہ: اے رب جلیل ہمیں حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے شیعوں میں سے قرار دے اور نصرت کرنے والوں قرار دے اور انکی اعانت و معاونت کرنے والوں میں سے قرار دے اور انکی محافظت کرنے والوں میں سے قرار دے اور انکے ضروریات کی فراہمی میں جلدی کرنے والوں میں سے قرار دے اور انکے احکام کی تعمیل کرنے والوں میں سے قرار دے اور انکی حمایت کرنے والوں میں سے قرار دے......

شرحی نکات

قارئین کرام ...... یہ دعائے نصرت ہے جو کہ مشہور ہے اس میں ہم رب ذوالجلال والاکرام سے استدعا کرتے ہیں کہ خداوند ہمیں انکے شیعوں میں سے اور نصرت کرنے والوں میں سے قرار دے اور یہ کہ ہم ایسے ہوں جو ان مالی ضروریات کو پورا کریں ظاہراس دعاء میں ایک مومن خدا سے دعاء مانگ رہا ہے کہ مجھے ایسا بنا کہ میں ان کی زبان نہیں بلکہ عملی حمایت کروں اور خمس دیکران کی نصرت کا فریضہ ادا کرو۔ کیونکہ شیعہ ہونا اور پھر ناصر ہونا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ جسکے فضائل کو ہم ادراک بھی نہیں کر سکتے۔

امام زمانہ عج کی دعائے قنوت سے اقتباس

ہم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ایک منقولہ دعائے قنوت میں دیکھتے ہیں جو کہ کتب غیبت میں درج ہے کہ آپ اپنے شیعوں کے بارے میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اللهم ان شيعتنا خلقت من شعاع انوارنا و بقية طينتنا

یعنی اے رب ذو الجلال والاکرام ہمارے جو شیعہ ہیں یہ ہمارے انوار کی شعاعوں سے خلق فرمائے گئے ہیں اور انکی روحیں ہمارے اجسام نورانی کی بقیہ طینت سے تخلیق ہوئی ہیں یعنی یہ ہم سے ایک گونا مادی مناسبت و تعلق بھی رکھتے ہیں جیسا کہ احادیث طینت میں فرمایا گیا ہے کہ مومنین کی روحیں ہمارے اجسام نورانی کی ماندہ طینت سے تخلیق فرمائے گئے ہیں اس لئے انکی روح کا مادی عنصر وہی ہے جو ہمارے اجسام و ابدان نورانی کا ہے

قَدْ فَعَلُوْا ذُنُوْباً كَثِيْرَةَ اِتِّكَالَا عَلٰى حُبِّنَاوَ وِلَا يَتِنَافَاِنْ كَانَتْ ذُنُوْبُهُمْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ فَقَدْ رَضِيْنَامَاكَان مِنْهُم وَقَاصِّ بِهَا عَنِ خُمْسِنَا وَ اَدْخِلْهُمُ الْجَنَّةَ وَ زَحْزِحْهُمْ عَنِ النَّارِ وَلَاتَجْمَعْ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ اعْدَائِنَافِىْ سَخَط

(بحارالانوار جلد ۵۳ حکایت نمبر ۵۵ نقل از سید علی بن طاؤس)

اے رب ذولجلال والاکرام! ...... بیشک ہمارے شیعوں نے ہماری محبت اور ولایت کے بھروسے پر بہت سے گناہ کئے ہیں کیونکہ انھوں نے ہمارے کرم کے بھروسے پر سب کچھ کیا ہے اس لئے انکی جو نافرمانیاں اے رب تیری ذات کے حوالے سے ہوئی ہیں

تو ان انھیں معاف فرمادے اور جو ہمارے حوالے سے ہوئی ہیں تو ہم انھیں معاف کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے ہمارا خمس ادا کر کے اپنے گناہوں کا قصاص دے دیا ہے اس لئے اے رب! تو ان کی طرف سے ہمارا خمس ادا کرنے کے بدلے میں ان کے گناہوں کو معاف کردے۔

اے رب! انھیں جنت میں داخل فرمانا اور جہنم سے محفوظ رکھنا اور انھیں اپنی نافرمانی میں ہمارے دشمنوں کی صف میں کھڑا نہ کرنا یعنی یہ گنہگار تو ہیں مگر باغی اور گستاخ نہیں ہیں ان پر اپنا کرم فرما۔

قارئین کرام...... یہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے مومنین کے گناہوں کا کفارہ خمس کی ادائیگی کو فرمایا ہے......

اس جگہ چند نکات کی طرف توجہ دلانا ضرری سمجھتا ہوں

خمس ادانہ کرنے کے نقصانات

- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خمس ادا نہیں کرتا وہ اپنے گناہوں کا کفارہ ادا نہیں کرتا
- اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص خمس ادا نہیں کرتا وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوتا
- اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خمس ادا نہیں کرتا وہ حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی دعا اور شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ۔

ضامن الغربا حضرت امام علی رضا صلوات اللہ علیہ نے خراسانی شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ خمس ادا کئے بغیر اپنا مال خرچ کرسکیں۔ بلکہ آپ نے ایک شخص کو تحریر فرمایا تھا کہ تم ہم سے خمس روک کر خود کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ

کرو اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ ہم تمہارے لیے ہرگز خمس معاف نہیں کر سکتے ۔ جیسا کہ ہم پہلے اس حدیث کو بیان کر آئے ہیں ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خمس ادا نہ کرنے والا اپنے زمانے کے امام صلوات اللہ علیہ کی دعائے شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے۔

۞ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خمس ادا نہیں کرتا وہ دشمنوں کی صف میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

۞ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص خمس ادا نہیں کرتا اسے دشمنوں کے ساتھ جہنم میں جھونکا جانا ہے اور وہ اللہ جل جلالہ کی نافرمانی میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دشمنوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

قابل توجہ نکتہ

اس دعائے قنوت کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنین سے جو خطائیں اور غلطیاں سرزد ہوتی ہیں ان میں جن کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے اور اسی طرح جن کا تعلق آئمہ علیہم السلام کے حقوق سے ہے ان کی معافی کی درخواست کی گئی ہے اور یقینی بات ہے امام معصومؑ کی دعاء اپنے شیعوں کے حق میں رد نہیں ہوتی البتہ اس میں امام (علیہ السلام) نے اپنے حق کو معاف کرنے کی وجہ ان کی طرف سے خمس ادا کر دینے کو بیان کیا ہے البتہ وہ حقوق جن کا تعلق خدا کے بندگان سے ہے مومنین کے جو آپس میں حقوق و فرائض ہیں ان کی معافی کی بات درج نہیں ہے اس لیے حقوق الناس کے معاملہ پر خصوصی توجہ دینا ہو گی یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ شب عاشورا امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ اگر کسی نے کسی کا قرض دینا ہے تو وہ دے دے کیونکہ شہادت

یقینی ہے لہذا کسی کا حق گردن پر نہ ہونا چاہیے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو جانے سے انسان سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ حقوق الناس معاف نہ ہوں گے بلکہ صاحبان حق کے ہاتھ میں ہے وہ اپنا حق معاف کریں یا نہ کریں۔

امام زمانہ عج کی احمق شیعوں سے اعلان بیزاری

اسی طرح حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا دوسرا فرمان ہے کہ

قَدْ آذَانَا جُهَلاءُ الشِّيْعَةِ وَ حُمَقَاؤُهُمْ وَمَنْ دِيْنهم جُنَاح الْبَعُوْضَةِ اَرْجَحُ مِنْهُ ...... (بحوالہ کتب غیبت اقوال امام زمانہؑ)

حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف فرماتے ہیں ہمیں جاہل اور احمق شیعوں نے بہت اذیت دی ہے جنکا دین مچھر کے پر سے بھی کمزور ہے ہم ان شیعوں سے بیزار ہیں یعنی جوخود کو شیعہ کہلاتے ہیں مگر جاہل اور احمق ہیں یعنی عقیدہ درست ہے اس لئے انھیں شیعہ فرمایا جارہا ہے اور احمق و جاہل اس لئے فرمایا جارہا ہے کہ وہ سب کچھ سمجھتے ہوئے ایسی حماقتیں کرتے ہیں جو حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مشن اور مقصد کیلئے نقصان دہ ہوتی ہیں اور وہ حقوق و فرائض اور مالی و جانی واجبات کو ادا نہیں کرتے اور خمس ادا نہ کر کے اپنے گناہوں کا قصاص بھی نہیں دیتے اور مال جو ہاتھوں کی میل ہوتا ہے اسے مالک کی رضا پر ترجیح دیتے ہیں اور خود کو دشمنوں کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں اور اپنے حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو نصیب دشمناں اذیت دیتے ہیں ...... اس لئے آپ نے ان سے اعلان بیزاری فرمایا ہے۔

یہ یاد رہے کہ گناہ گار ہونا اور بات ہے اور گستاخ ہونا اور بات ہے جو گناہ گار ہیں انکے لئے آپ دعائے بخشش فرما کر ان کے لیے شفاعت فرمارہے ہیں اور جن

سے بیزاری کا اعلان فرما رہے ہیں وہ ایسے گستاخ ہیں جو خود کو شیعہ کہتے ہیں لیکن اپنے اعمال کے ذریعہ اپنا شیعہ ہونا ثابت نہیں کرتے بلکہ اپنی بے وقوفیوں اور حماقتوں کی وجہ سے مذہب شیعہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اپنے ولی و محسن اعظم کے گھر پاک کے معصوم افراد کے بارے میں اور اسی طرح انکے منسوبات کے بارے میں گستاخیاں کرتے ہیں ایسے لوگ مذہب کے لیے ننگ و آر ہیں اور جب ان کا امتحان لیا جائے تو ان کا دین اور ایمان مچھر کے پر سے بھی زیادہ کمزور ہی ٹھہرے گا...... واضح ہے جو شخص خود کو شیعہ کہتا ہے اور خمس ادا نہیں کرتا وہ گستاخ ہی شمار ہوتا ہے......

سید علی بن طاؤس کا بیان

جیسا کہ جناب سید علی بن طاؤس اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ......

خیال رکھنا! خیال رکھنا! خمس نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ معظّمہ کونین جناب سیدہ صلوات اللہ علیھا اور سارے معصومین علیہم الصلوات و السلام تمہارے دروازے پر قرآن لیکر آئے ہوں اور تم نے گستاخانہ انداز میں انھیں خالی لوٹا دیا ہو۔

امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں خطاب

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کربلا پہنچ کر اپنے اصحاب سے جو گفتگو فرمائی اس کا ایک اقتباس اس جگہ دے دیا جائے۔

آپؑ فرماتے ہیں

لوگ مال و زر اور دنیا کے غلام ہیں دین و ایمان اور دین داری کا عنوان ان کی زبانوں کا چسکا ہے یہ دین سے اتنا لے لیتے ہیں جو ان لوگوں کے روزگار کو سنوارنے

میں مفید ہو...... لیکن جب آزمائش کا وقت آ جائے تو اس وقت دین پر باقی رہنے والے اور اپنے ایمان پر ثابت قدم افراد بہت ہی تھوڑے رہ جاتے ہیں۔ (سخنان امام حسین از مدینہ تا کربلا)

حرمت مال خمس

خمس کا بغیر اجازت تصرف کرنا جائز نہیں ہے اس بارے پہلے بھی تحریر کر آئے ہیں لیکن اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس جگہ اس مضمون کی چند روایات دوبارہ دے رہے ہیں تاکہ مومنین کرام کے اذہان میں خمس کی اہمیت راسخ ہو جائے۔

نمبر ۱

ابو بصیر صحابی نے حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) سے دریافت کیا وہ آسان سے آسان تر عمل کون سا ہے جس سے انسان جہنم میں داخل ہو جائیگا؟ ...... انھوں نے فرمایا یتیموں کا مال کھانا چاہے وہ ایک درہم [چار آنے] ہی کے برابر کیوں نہ ہو اس کے بعد فرمایا ہم اہلبیت علیہ الصلوات والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یتیم ہیں چونکہ اللہ نے ہم پر صدقہ حرام فرما دیا ہے اور خمس ہمارے لیے فرض کیا ہے [الوسائل]

نمبر ۲

ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف محمدؑ اسحٰق بن یعقوب کو اپنی ایک توقیع مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں جن لوگوں کے پاس ہمارے اموال موجود ہیں اگر وہ ان میں سے ایک درہم بھی حلال سمجھ کر کھالیں گے تو گویا کہ انہوں نے آگ سے اپنا پیٹ بھر لیا ہے [اکمال الدین]

نمبر۳

ایک خراسانی شیعہ نے حضرت امام علی الرضا(علیہ السلام) سے خمس میں تصرف کرنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اسے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے بغیر کسی شخص کا مال دوسرے شخص پر حلال نہیں ہ ہوسکتا چونکہ خمس ہمارے لئے دین پر اعانت کا ذریعہ ہے اور سادات کے اہل وعیال کیلئے ذریعۂ معاش ہے اسی کے ذریعہ ہم سادات ظالم حکمرانوں سے اپنی عزت وآبرو کا تحفظ کرتے ہیں اس لئے ہمارا حق [خمس] ہم سے نہ چھینو اور تم خود کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ کرو چونکہ خمس کا نکالنا وسعت رزق کی کلید ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے مسلمان وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرے اور وہ مسلمان نہیں جو زبان سے تو اقرار کرے مگر دل کے ساتھ مخالفت کرے......

نمبر۴

خراسان کے دوسرے چند لوگوں نے بھی خمس معاف کرانا چاہا تو حضرت امام رضا(علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا تم اپنی زبانوں سے ہمارے خالص محبّ بنتے ہو اور پھر ہمارے اس حق کو دباتے ہو جو اللہ نے ہم کو دیا ہے اور وہ خمس ہے ہم خمس میں کسی بھی صورت میں معافی نہیں دے سکتے [الوسائل]

نمبر۵

ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنے نائب خاص جناب ابو جعفر بغدادی کو ایک توقیع مبارک میں ارشاد فرمایا......تم نے ان لوگوں کے متعلق جو سوال کیا ہے کہ وہ اپنے قبضے میں ہمارے مال رکھے ہوئے ہیں اور ان اموال کو اپنی

ذاتی ملکیت سمجھ کر ان میں تصرف کرتے ہیں پس ان کو آگاہ کر دیں کہ ایسا کرنے والا شخص ملعون ہے اور ہم اس کے دامن گیر ہونگے

نمبر ۶

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اہلبیتؑ کے مال کو حلال قرار دینے والا میری اور ہر نبی کی زبان سے ملعون ہے جو ہم پر ظلم کرے گا وہ ظالموں میں شمار ہوگا اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی چونکہ اللہ نے قرآن میں ظالموں پہ لعنت کی ہے جو ہمارا ذرا بھر مال بھی ناجائز طور پر کھائے گا گویا کہ اس نے آگ سے پیٹ بھرا اور جہنم میں جلایا جائے گا

نمبر ۷

ایک دوسری توقیع میں ہمارے امام زمانہ عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف سے یہ فرمایا گیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس شخص جو ہمارے مال میں سے ایک درہم کھانا بھی حلال سمجھتا ہو۔

اجازت کے بغیر خمس کا استعمال

ایسے کافی سارے فرامین ہیں کہ جن میں مال خمس کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے والے پر لعنت صادر فرمائی گئی ہے یا اسے ولد الزنا قرار دیا گیا ہے اس لئے اس مال کے قریب جانے سے بہت ڈرنا چاہیے اس کے بارے میں اگر کوئی عالم یا مجتہد بھی حکم دے تو بھی اس مال کی وصولی پر ڈرنا چاہیے احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ تھوڑے سے دنیاوی فائدے کیلئے آخرت کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے یہ دانش مندی نہیں ہے۔ خمس کے وصول کرنے اور اسے تصرف میں لانے کے

لیے انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے شاید غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مرجع تقلید (مجتہد اعظم) کی خمس کو مصرف میں لانے کی اجازت کی شرط بھی اسی لیے ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے غیبت کبریٰ کے دور میں صحیح روایات کی روشنی میں فقہاء اعظام امام زمانہ عج کے عمومی نائبین ہیں۔ جب امام علیہ السلام تک ہماری براہ راست رسائی نہیں تو پھر ہمیں خمس میں تصرف کرنے کے لیے ان کے نائبین سے اجازت لینا ہوگی اس کے بغیر مال خمس لینا اور اسے مصرف میں لانا جائز نہیں ہے۔

نمبر ۸

حضرت امام علی نقی (علیہ السلام) فرماتے ہیں جو شخص آل محمدؐ اور انکے یتیموں اور مسکینوں کا حق کھا جائے بخدا اس سے اللہ تعالی بروز قیامت انتہائی سخت انداز سے سوال کرے گا۔

نمبر ۹

حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں قیامت میں لوگوں پر وہ وقت سخت ترین وقت ہوگا جب خمس کے حقدار پکاریں گے ہمارا خمس ہمیں نہیں دیا گیا

نمبر ۱۰

قرآن کریم میں یہ ارشاد ہے

والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم ...... اسکی تفسیر میں امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) نے فرمایا اما السائل فھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم الذی یطالبہ والمحروم ھو من حرم خمسا لامیر المومنین علیہ الصلوات و السلام و ذریتہ الائمۃ علیھم الصلوات و السلام

اس آیت میں سائل سے مراد ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور محروم سے مراد امیر کائنات حضرت علی (علیہ السلام) ہیں کہ جنہیں حق خمس سے محروم رکھا گیا ہے۔

آپ خود سوچیں کہ جس در پر حضرت امیر کائنات (علیہ السلام) اور سید الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنا حق مانگنے تشریف لائیں اور اس کے باوجود وہ ادا نہ کرے کیا وہ اسلام یا ایمان کا دعوی کر سکتا ہے؟

☆ تم لوگ روز غدیر کے فرمان خدا اور رسول کو بھول گئے ہو؟............ خطبہ حضرت سیدہ زہراؑ

☆ خدایا! جنہوں نے دشمنی کی بناء پر غدیر کی روایت کو جھٹلایا انہیں عذاب میں مبتلا کر............ حضرت امیر المؤمنینؑ

☆ غدیر خم میں میرے باپؑ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہؐ نے فرمایا "جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے"...... حضرت امام حسن

☆ غدیر خم پر رسول اللہؐ نے منصب ولایت کا ذکر فرمایا اور ارشاد کیا کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو بتادے............ حضرت امام حسینؑ

فوائد خمس

- ...... فوائد خمس
- ...... خمس ایک مستقل فریضہ ہے ....
- ...... خمس سات اشیاء سے دینے کی دلیل ....
- ...... خمس کسی بھی صورت میں معاف نہیں ....
- ...... خمس کی معافی نہیں
- ...... خمس ادا کرنا مودت اہلبیتؑ کی نشانی ہے ....
- ...... خمس ادا نہ کرنے والا ملعون ہے ....
- ...... خمس آئمہؑ کا حق ....
- ...... خمس نکالنے کے بعد وراثت کی تقسیم کا حکم ....

فوائد خمس

خمس کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں جنکی تفصیل میں عرض نہیں کر سکونگا کیونکہ یہ ایسا موضوع ہے کہ جس پر بہت ساری کتب تحریر ہو چکے ہیں یہاں اس کے چند فوائد لکھنا چاہتا ہوں ......

نمبرا

اسکا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خود انسان کا رزق حلال ہو جاتا ہے۔ وہ حرام خوری سے بچ جاتا ہے

نمبر۲

رزق حلال ہونے کی وجہ سے رزق بابرکت ہو جاتا ہے اور اس میں وسعت آتی ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام) نے ایک مرتبہ اپنے شیعوں سے خمس لینے کے متعلق یوں فرمایا تھا۔

☆انی لاخذ من احدکم الدرهم انی لمن اکثر اهل المدینة مالا ما ارید بذلك الاتطهر وا

آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ کے اہم ثروت افراد میں سے ہیں اور ہمیں مال خمس لینے کی ضرورت نہیں مگر ہم اس کے باوجود آپ سے خمس کا ایک درہم تک قبول فرماتے ہیں تو اسکا مقصد یہ نہیں کہ ہم محتاج ہیں نعوذ باللہ بلکہ مال خمس لینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کو پاک کرنا چاہتے ہیں خمس کی ادائیگی میں تمہاری تطہیر ہے نہ کہ ہمیں ضرورت ہے۔

نمبر ۳

اس کی ادائیگی سے انسان ظالمین میں شمار ہونے سے بچ جاتا ہے جیسا کہ ایک روایت ہے میں حضرت امیرالمومنین (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب ہمارے حق خمس کی گواہی دے رہی ہے مگر لوگوں نے ہم کو اللہ کے مقرر کردہ فریضے سے محروم رکھا اور جس قدر ظلم ہم اہلبیت پر ہوا اتنا کسی پر بھی نہیں ہوا

نمبر ۴

اسکا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے آل محمدؐ کی حق تلفی نہیں ہوتی جیسا کہ سلیم بن قیس ہلالی نے آیت خمس مذکورہ کی تفسیر میں جناب امیرالمومنین (علیہ السلام) سے روایت کی ہے۔

☆والله ذوالقربی الذین قرنهم الله بنفسه و بنبیه صلی الله علیه و آله و سلم ولم یجعل لنا فی سهم الصدقته نصیباً اکرم بنبیه صلی الله علیه و آله و سلم و اکرمنا ان یطعمنا اوساخ ایدی الناس

آیت خمس میں ذوالقربٰی بخدا ہم لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور خمس ہمارے لئے ہے چونکہ اللہ نے صدقے میں سے ہمارا کوئی حصہ نہیں رکھا اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ہم کو اس بات سے بلند و بالا قرار دیا ہے کہھمیں لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل یعنی صدقات سے کھلائے پلائے ......

نمبر ۵

اس سے خاندان سادات کی بحالی بھی ہو جاتی ہے اور ایک طرح سے سادات

کی نصرت کا ثواب بھی مل جاتا ہے

نمبر ۶

اس دور میں مراکز علمیہ اور مذہبی اداروں کو انہیں اموال سے چلایا جارہا ہے اگرچہ حق اطاعت اور ولایت تو یہ تھا کہ خمس و زکات و فطرہ و کھال ھائے قربانی و صدقات سے حاصل شدہ اموال سادات اور غیر سادات کے غربا اور مساکین و یتامیٰ و ابنائے السبیل پر خرچ کیا جاتا اور مومنین ان علمی مراکز کو اپنے ذاتی اموال عطیات اور ہدایا سے چلاتے لیکن جب ایسے اداروں کو چلانے کے لیے اور کوئی ذریعہ نہ ہو تو ظاہر ہے مجبوری کے عالم میں یہی اموال ان مراکز کی بقا کا ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ آج کل عمومی طور پر ایسا ہی ہے۔

نمبر ۷

جناب سیدہ زہرا(صلوات اللہ علیہا) کی رضایت ملے ہوگی۔

نمبر ۸۔

امام زمانہ عج کی دعا نصیب ہوگی۔ امام وقت کی ناراضگی اور لعنت سے محفوظ رہے گا۔

نمبر ۹

خمس ادا کرنے سے عبادات صحیح ہوں گی۔

نمبر ۱۰

غریب سادات کی دعائیں ملیں گی۔

خمس ایک مستقل فریضہ ہے

بعض مدعیان علم کا یہ خیال ہے کہ خمس کوئی مستقل یا علاوہ فریضہ نہیں ہے بلکہ یہ زکات کی ایک قسم ہے اس طرح بعض اموال سے زکات کے لیے دسواں دینا ہوتا ہے اور بعض سے بیسواں دینا ہوتا ہے اسی طرح کچھ اموال سے جن کا جنگی غنائم سے تعلق ہو ان سے پانچواں دینا ہوگا اگرچہ ہم نے گزشتہ بحثوں میں اس موضوع پر کافی روشنی ڈالی ہے لیکن اسی بات کو مزید واضح کرنے کے لیے اور سادہ عوام کے اذہان میں بعض حضرات کی طرف سے جو شبہات خمس کے بارے میں ڈالے جارہے ہیں اور یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ خمس کا فریضہ موجودہ شکل وصورت اور تفاصیل جو کہ مجتہدین کی کتابوں میں درج ہے صدر اسلام میں اس کی اتنی اہمیت نہ تھی چنانچہ اس موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے ہم امام خمینی کی مشہور کتاب تحریر الوسیلہ کی شرح دلیل تحریر الوسیلہ سے بعینہ ان کی عبارت کا ترجمہ دے رہے ہیں۔

دلیل تحریر الوسیلہ کے متن میں آیا ہے۔

یہ بات جیسا کہ معتبر اور غیر معتبر روایات میں وارد ہوئی ہے۔

(۱) سلیم بن قیس کی صحیح روایت میں حضرت علی (علیہ السلام) سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے صدقہ (زکات واجبہ) میں ہمارے لیے حصہ قرار نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی عزت واکرام کے لیے ایسا کیا ہے اور ہمیں اس سے محفوظ رکھا ہے کہ ہمیں لوگوں کے ہاتھوں کی میل کھلائی جائے۔

اسی مضمون کی ایک اور صحیح روایت موجود ہے۔

(۲) ابو بصیر کی صحیح روایت میں آیا ہے۔

ابوبصیر:۔ میں نے حضرت ابوجعفر(علیہ السلام) (امام محمد باقر(علیہ السلام)) سے عرض کی معمولی ترین چیز کونسی ہے جس کی وجہ سے انسان آتش جہنم میں داخل ہوگا؟

امام ابوجعفر(علیہ السلام) جو شخص یتیم کے مال سے ایک درہم کھا جائے اور وہ یتیم ہم ہیں۔ یعنی خمس سے جو شخص ایک درہم کھا جائے تو یہ عمل اسے جہنم میں لیجائے گا۔

(۳) زکریا بن مالک الجعفی نے امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے روایت بیان کی ہے۔

زکریا: میں نے امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے "واعلموا انما اغنمتم من شئی فان الله خمسه وللرسول ولذی القربی" والی آیت کے بارے سوال کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کا خمس جو ہے وہ رسول اللہ کے لیے ہے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف کریں گے اور جو حصہ رسول اللہ کا ہے تو وہ آپ کے قرابت داروں کے لیے ہے۔

باقی رہا مساکین و یتامیٰ اور ابن سبیل کا مسئلہ تو آپ جان چکے ہو کہ ہم صدقہ (زکات واجبہ) سے نہیں کھاتے، صدقہ واجبہ (زکات) ہمارے لیے حلال نہیں ہے یعنی اس کے بدلہ میں ہمارے لیے خمس کو قرار دیا گیا۔

(۴) حماد کی مرسل روایت امام موسیٰ کاظم(علیہ السلام) سے وارد ہوئی ہے۔

'اللہ تعالیٰ نے خمس ان کے لئے (اہل بیت علیہم السلام) قرار دیا ہے یعنی خمس ان کے واسطے خاص کیا ہے خمس غیر سادات کے مساکین اوران کے ابناء سبیل کیلئے نہیں غیر سادات کیلئے صدقات قرار دیے گئے ہیں انکے بدلہ میں (خاندان نبوت "سادات") کے واسطے خمس کو قرار دیا گیا ہے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ان کی پاکیزگی اور طہارت کیلئے ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ کے قرابت دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت و کرامت

دی ہے لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل سے انھیں پاک رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے خمس ان کے لیے مخصوص کیا ہے جو اں کی حاجات کو پورا کرتا ہے اور انہیں اس بات سے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ ذلت اور بیچارگی کی حالت میں داخل ہوں۔

(۵) امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے روایت وارد ہوئی ہے۔

بتحقیق اللہ تعالیٰ ''لا الہ الاھو'' ہے جب اس نے ہمارے اوپر صدقہ (واجب زکات) کو حرام کیا ہے تو اس نے ہمارے لئے خمس کے فریضہ کو اتارا ہے پس صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے اور خمس کا فریضہ ہمارے لئے عزت وکرامت و بزرگی ہے اور یہ ہمارے لیے حلال ہے۔

(۶) حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے ایک اور روایت وارد ہوئی ہے۔

کوئی بھی بندہ اس بات میں معذور نہیں ہوگا کہ وہ کوئی سامان، ایسے مال سے خرید لے جس میں خمس ہے اور جب اس سے سوال کیا جائے کہ یہ چیز تم نے کس مال سے خرید کی ہے تو وہ جواب دے کہ میں نے تو یہ اپنے مال سے خرید کی ہے (تو ایسا جواب اس سے قبول نہ ہوگا) مگر یہ کہ خمس کے مالک اس شخص کیلئے اجازت دے دیں۔ یعنی جس مال سے خمس ادا نہ کیا جائے اس سے کوئی شخص اپنے لیے کچھ نہیں خرید سکتا۔

۷۔ حضرت امام محمد باقر(علیہ السلام) سے روایت ہے کسی ایک کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ خمس ادا کرنے سے پہلے اپنے لئے کچھ خرید کرلے بلکہ اسے اپنے مال سے پہلے ہمارے حصہ کو ہمارے پاس پہنچانا ہوگا پھر وہ اس مال سے اپنے لئے کچھ خرید سکتا ہے۔ خمس دینے کے بعد جو مال اس کے پاس بچے تو وہ مال اس کے لیے حلال ہے اور اس سے وہ اپنے لیے جو چاہے خرید کرسکتا ہے۔

تبصرہ:

ان روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خمس اور ہے زکات اور ہے، زکات لوگوں کے اموال میں ان کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی عزت وکرامت کی خاطر سادات پر حرام قرار دیا ہے اور خمس کو ان کی خاطر زکات کے بدلہ میں واجب قرار دیا ہے۔

خمس کی ادائیگی انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر کوئی شخص اپنے مال میں تصرف نہیں کرسکتا ایسا سوچنا کہ خمس زکاتکی قسم سے ایک فریضہ ہو تو یہ ان سب روایات اور ظاہر قرآن کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ایسی سوچ دشمنی سادات کے لیے تو ہوسکتی ہے خاندان نبوت کیساتھ ہمدردی کیلئے نہیں۔ (دلیل تحریر الوسیلہ تالیف علی اکبر سیفی صفحہ نمبر ۱۸)۔

خمس سات اشیاء سے دینے کی دلیل

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جو فقہی مسائل کی مشہور کتاب توضیح المسائل میں درج ہوتا ہے کہ خمس سات چیزوں سے دینا واجب ہے تو کیا یہ ہمارے مراجع تقلید کا اپنا اجتھاد ہے یا اس بارے بھی روایات موجود ہیں جن کی روشنی میں ان اشیاء پر خمس دینے کا کہا گیا ہے؟

تو اس بارے واضح رہے ہمارے مراجع تقلید کا اجتھاد قرآن اور سنت کے گرد گھومتا ہے خمس کن کن اشیاء سے دینا واجب ہے اس بارے بھی انہوں نے روایات کا سہارا لیا ہے ذیل میں ''دلیل تحریر الوسیلہ'' کی عبارت قارئین کے استفادہ کیلئے نقل کرتے ہیں۔

خمس سات چیزوں سے دینا واجب ہے۔

یہ انحصار استقرائی ہے جیسا کہ المدارک میں کہا گیا ہے اور صاحب الجواہر نے اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کسی اور دلیل سے کوئی اور قسم بھی ان کے علاوہ ثابت ہو جائے تو اس سے بھی خمس دینا واجب ہوگا۔ (دلیل استقرائی کا معنی یہ ہوتا ہے کہ مکمل طور پر جتنے منابع اور شرعی احکام ثابت کرنے کے ذرائع ہیں ان سب میں چھان پھٹک کرنے کے بعد اس نتیجہ پر فقہاء پہنچے ہیں کہ جن اشیاء سے خمس کا نکالنا واجب قرار دیا گیا ہے وہ سات ہیں) باقی رہا ان سات چیزوں سے خمس دینا تو یہ فقہاء کے نزدیک بلا اشکال ہے اور انہوں نے روایات سے ان اقسام کا استخراج کیا ہے۔

وضاحت:۔ اس مقام پر جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے بہت ساری کا ظہور اس میں ہے کہ خمس کا تعلق ان سات چیزوں سے ان کے مخصوص عنوان کے حوالے سے ہے۔ جبکہ بعض روایات کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ خمس کا تعلق مطلقا ہر قسمی فائدہ سے ہے اور ارباح پر خمس ہے البتہ ان دو باتوں کا فرق اور فائدہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا کہ خمس سال کے اخراجات نکال کر خمس دینا ہوتا ہے یا سال کے اخراجات نکالے بغیر خمس دینا ہوگا اگر خمس ان چیزوں کے عنوان خاص پر ہے تو پھر سال کے اخراجات نکالنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر یہ راہ اختیار کی گئی کہ خمس فوائد اور رباح پر ہے تو پھر اخراجات نکالنے کے بعد خمس دینا ہوگا۔ (بہر حال اس بارے مجتہدین کے فتاویٰ میں اختلاف موجود ہے اور اس اختلاف کی وجہ روایات کے مضمون کا مختلف ہونا ہے) نمونہ کے طور پر ہم دونوں قسم کی روایات اس جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ خمس مطلقاً فوائد اور ارباح پر ہے ان میں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ علی ابن مھزیار کی صحیح روایت میں آیا ہے کہ امام ابو جعفر (علیہ السلام) نے ایک طویل حدیث میں بیان فرمایا کہ ''بہر حال غنائم اور فوائد جو انسان کو حاصل ہوتے ہیں ان سب پر ہر سال میں خمس دینا واجب ہے''۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور تم سب یہ بات جان لو کہ جو کچھ بھی تم کسب وکار کرو گے اور فائدہ کماؤ گے تو اسکا خمس اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کیلئے خمس دینا تم پر دینا واجب ہے۔ (سورہ انفال آیت ۴۱)

تبصرہ

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ غنائم اور فوائد (ارباح) ایک معنی میں ہیں۔
غنیمت سے مراد ہر وہ مال اور فائدہ ہے جسے انسان کسی بھی شرعی طور پر جائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے اور فائدہ بھی ہر اس کمائی پر بولا جاتا ہے جسے وہ کسی شرعاً جائز طریقہ سے کماتا اور حاصل کرتا ہے، اس سب پر خمس واجب ہے۔

اس حدیث میں تمام غنائم اور تمام فوائد پر خمس واجب کا کیا گیا ہے اور خمس کے واجب ہونے کیلئے آیت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اور پھر آیت میں غنیمت کو مطلقاً فائدہ سے تفسیر کیا گیا ہے۔ ہماری بات پر گواہ یہ امر ہے کہ امامؑ نے ہر سال خمس دینے کا فرمایا ہے جبکہ غنیمت کا جو خاص عنوان ہے۔ جسے اصطلاح میں
جنگی اموال پر بولا جاتا ہے تو اس میں سال والی بات نہیں آتی ہے پس معلوم ہوا امام (علیہ السلام) نے غنیمت سے ہر قسمی فائدہ مراد لیا ہے جو انسان کسب وکار سے حاصل کرتا ہے۔
اور اس پر ہر سال خمس دینا واجب ہے اس میں سال کے اخراجات نکالنے والی بات موجود نہ ہے اور جو شخص یہ کہے کہ ارباح (ہر قسمی فوائد) سے خمس لینا روایات سے ثابت نہیں ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔

۲۔سماعه کی روایت موثقه میں آیا هے۔

سماعه :۔ میں نے حضرت ابوالحسنؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا خمس ہر اس چیز میں ہے جو لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں چاہے وہ فائدہ اور منفعت تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

تبصرہ

اس روایت کا مضمون بھی واضح ہے کہ خمس کو فوائد وارباح پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

وہ روایات جو خمس کو ان اشیاء کے عناوین پر واجب قرار دیتی ہیں۔

ا۔عمار بن مروان کی روایت معتبرہ میں آیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوعبداللہؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ معدنیات سے نکالا جاتا ہے۔۔۔۔جو کچھ سمندر سے نکالا جاتا ہے۔۔۔تمام غنیمت پر اور حلال مال جو حرام سے مخلوط ہو جائے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو تو ان سب پر خمس ہے۔

تبصرہ

دیکھیں اس روایت میں عناوین کا ذکر کیا گیا ہے اور ان پر خمس دینے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ ابن ابی عمیر کی صحیح روایت میں امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے بیان ہوا ہے کہ خمس پانچ چیزوں سے دینا فرض ہے۔ا۔تمام خزانوں پر۲۔معدنیات پر۳۔غوطہ خوری سے حاصل ہونے والے اموال پر۴۔غنیمت پر اور پانچویں کا نام راوی ابن ابی عمیر کہتا ہے کہ میں بھول گیا۔(دلیل تحریرالوسیلہ ص ۲۱ تا ۲۲)

تبصرہ

قارئین کرام کیلئے ہم نے نمونہ کے طور پر دو روایات نقل کی ہیں وگرنہ اصل مسئلہ بڑا واضح ہے بعض روایات میں ان سات چیزوں کا نام درج ہے جن سے خمس دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بہت ساری روایات ایسی ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جو فائدہ کسی کو حاصل ہوتا ہے چاہے وہ منفعت تھوڑی ہو یا زیادہ اور وہ فائدہ جس عمل سے بھی حاصل ہوا ہو چاہے تجارت سے، زراعت وصنعت وحرفت سے، معدنیات سے، خزانہ ملنے سے، غوطہ خوری سے، جنگی غنائم سے، حلال مال کے حرام مال سے مخلوط ہو جانے سے، اس سب پر خمس واجب ہے۔

روایات کے ظاہر سے خمس کے حکم کا استخراج کرنا اور اس کی تفصیلات بیان کرنا اور اس کے نکالنے کا طریقہ بیان کرنا مجتہدین کا کام ہے اور ہمارے مراجع عظام نے اس بات کو اپنی کتابوں میں تفصیل کیساتھ خمس کی بحث میں بیان کر دیا ہے۔ ہمیں اس بحث کو اس جگہ بیان نہیں کرنا۔ خمس ادا کرنے کے بارے تفصیلی مسائل کو آپ فقہی کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

خمس کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہے۔

ہم قارئین کرام کیلئے بعض ایسی روایات بطور نمونہ دے رہے ہیں جن سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ خمس کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہے ان روایات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص شیعوں پر خمس کی معافی کی بات کرتا ہے تو اس کی یہ بات بغیر دلیل کے ہوگی پھر معافی والی روایات کی توجیہ کرنا ہوگی ان صحیح روایات کے ہوتے ہوئے دوسرے معنی والی روایات پر عمل نہیں کیا جا سکتا ہمارے مراجع نے اس مسئلہ کو اپنی

استدلالی کتابوں میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے جسے اس جگہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ ہے ایسی روایات ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ خمس کی معافی بالکل نہیں ہے ان روایات میں خمس کے حلال کئے جانے کی نفی کی گئی ہے اور یہ نفی بھی مطلقاً ہے یعنی کسی بھی حال میں خمس معاف نہیں ہے اور کسی پر خمس کو حلال نہیں کیا گیا اس بابت روایات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ جناب علی بن ابراہیم کی روایت صحیحہ میں ہے انہوں نے اپنے باپ ابراہیم سے روایت کی ہے۔

ابراہیم :۔ میں حضرت ابو جعفر دوم امام علی نقی (علیہ السلام) کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ کی خدمت میں صالح بن محمد بن سھل آ گئے اور وہ آپ کی جانب سے قم میں اوقاف کے متولی مقرر تھے اس نے عرض کی اے میرے سردار آپ مجھے دس ہزار درہم حلال کر دیں کیونکہ میں نے اتنی رقم خرچ کر دی ہے۔ (یعنی اس کے پاس خمس کی اتنی رقم جمع ہوئی تھی اور اس نے اسے خرچ کر لیا تھا اب اس کی امامؑ سے اجازت طلب کر رہا ہے)

امام (علیہ السلام) اس سے فرماتے ہیں آپ کو اس کی اجازت ہے یعنی جو خرچ کر چکے ہو اسکی معافی دی جاتی ہے۔

ابراہیم :۔ جب صالح امام (علیہ السلام) سے رخصت ہو کر چلے گئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔

امام ابو جعفر (علیہ السلام) : ابراہیم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ان میں سے (شیعوں سے) ایک شخص آل محمدؐ کے اموال حاصل کرتا ہے یعنی خمس کا مال اس کے پاس جمع ہوتا ہے جو ان کے ایتام، ان کے مساکین اور ان کے ابناء سبیل کے لئے وہ اس مال کو خرچ کر کے ہمارے پاس آ جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے اس مال کو حلال قرار دے دو جس کو میں

نے خرچ کر دیا ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اسے یہ کہوں گا کہ نہیں میں تمہارے لئے اسے حلال نہیں کرتا ہوں یعنی میرے شان کے منافی ہے کہ میں اس کی دل شکنی کروں لیکن خدا کی قسم قیامت کے دن ان لوگوں سے اس کے متعلق سخت ترین سوال کیا جائے گا۔

تبصرہ

یہ روایت بیان کر رہی ہے کہ ان مذکورہ اموال سے مراد خمس ہے کیونکہ قرینہ اس جگہ موجود ہے کہ ان اموال کی نسبت آل محمدؐ، ان کے یتامیٰ، ان کے مساکین اور ان کے ابناء سبیل کی طرف دی گئی ہے کیونکہ یہ عناوین خمس کے مصارف سے ہیں، جب ایسا ہے تو پھر اس روایت میں امام (علیہ السلام) نے معافی طلب کرنے کی بات کو ناپسند فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جن کے پاس اس قسم کے اموال ہیں اس سے قیامت کے دن سخت سوال ہوگا اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جن افراد کے پاس اموال خمس جمع ہوتے ہیں وہ ان کو ان کے صحیح موارد پر خرچ کریں خود اپنی ذات پر ان اموال کو خرچ نہ کریں اور پھر معافی کی درخواستیں لئے پھریں۔

خمس کی معافی نہیں ہے

الکلینیؒ نے الکافی میں اور شیخ الطوسیؒ نے تہذیب الاحکام میں اپنی سندات سے بیان کیا ہے کہ محمد بن الطبری کہتے ہیں فارس کے تاجروں سے ایک تاجر نے جو کہ امام رضا (علیہ السلام) کے موالیوں سے تھا اس نے آپ کے پاس خط لکھا جس میں اس نے خمس کے بارے اجازت طلب کی تھی تو امام ابو الحسن رضا (علیہ السلام) نے اس کے لئے تحریر فرمایا کہ سبحان اللہ مال کو جس طرح اللہ نے حلال کیا ہے وہ حلال نہیں مگر اسی راستہ وطریقہ

سے جس راستہ سے اللہ نے اسے حلال قرار دیا ہے خمس ہمارے دین پر ہماری مدد ہے اور ہمارے عیال کیلئے ہماری معاونت ہے اور ہمارے موالیوں کے اخراجات کے لئے ہماری مدد ہے اور جس کو ہم خود خرچ کرتے ہیں اور اس مال کے ذریعہ ہم معاشرہ میں اپنے مقام و مرتبہ کی حفاظت کرتے ہیں یعنی خمس ہماری آبرو بچانے کا ذریعہ ہے خمس کے ذریعہ ہم اپنے اہل وعیال اور اپنے موالیوں کی آبرو کو محفوظ کرتے ہیں اپنے مساکین ویتامی اور ابنائے سبیل کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں پس تم خمس کو ہم سے مت روکو اور خود کو ہماری دعا سے محروم نہ رکھو جس قدر تم سے اس بارے ہوسکتا ہے ایسا کرو اور خمس ضرور ادا کرو کیونکہ خمس نکالنا تمہاری روزی کی چابی ہے اور تمہارے گناہوں کی بخشش ہے یعنی خمس نہ دینے والا امام (علیہ السلام) کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

خمس ادا کرنا مودت اہلبیتؑ کی نشانی ہے

ایک اور روایت میں ہے راوی کہتا ہے کہ ایک گروہ خراسان سے امام ابوالحسن رضا (علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچتا ہے انہوں نے آپکی خدمت میں درخواست پیش کی کہ آپؑ انہیں خمس کے مسئلہ میں معافی دے دیں راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے ان کی بات سن کر فرمایا...... یہ کتنی گھٹیا بات ہے جو تم کہہ رہے ہو...... کیا تم اپنی زبانوں سے ہمارے لئے اپنی مودت اور محبت کو خالص کرتے ہو اور ہم سے اس حق کو روکتے ہو جس حق کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمہارے اوپر فرض کیا ہے اور ہمیں اس حق کے لئے قرار دیا ہے اور ہمارا وہ حق خمس ہے؟ ہم تمہارے لئے قرار نہیں دیں گے، ہم تمہارے لئے قرار نہیں دیں گے، ہم تمہارے لئے قرار نہیں دیں گے کہ تم سے کسی ایک کے لئے یہ اجازت ہو کہ خمس اس پر معاف ہو یعنی خمس کی معافی کی درخواست امام علیہ السلام

فوراً بڑی سختی سے رد فرمائی۔

تبصرہ

اس روایت کا مضمون بڑا واضح ہے کہ امام (علیہ السلام) نے سخت لہجہ سے ان کے مطالبہ کی نفی کر دی ہے اور بڑی قاطعیت کے ساتھ فرما رہے ہیں ہم کسی ایک کیلئے بھی خمس کو حلال نہیں کریں گے اور معافی کی درخواست رد کرنے کیلئے اس جملہ کا تین دفعہ تکرار فرمانا اس نفی کی تاکید در تاکید فرما دی ہے اس قسم کی روایت کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اس دور میں خمس معاف ہے یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔

خمس ادا نہ کرنے والا ملعون

۴۔ امام زمانہ عج خمس نہ دینے والے پر لعنت بھیجتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر محمد بن عثمان العمری کے مسائل کا جواب امام زمانہ کے دستخطوں سے جاری ہوا اس کا جواب تھا۔

۱۔ باقی رہا آپ کا اس شخص کے بارے میں سوال کہ جس کے پاس ہمارے اموال سے کچھ مال موجود ہے اور وہ اس مال کو اپنے لئے حلال قرار دیتا ہے اور وہ اس مال میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح وہ اپنے مال میں تصرف کرتا ہے اور یہ سب کچھ ہمارے امر اور اجازت کے بغیر کرتا ہے تو جو شخص بھی ایسا کرتا ہے وہ شخص ملعون ہے اور ہم اس کے دشمن ہیں۔

۲۔ اسی قسم کی ایک اور توقیع بھی ہے جو ایک اور سوال کے جواب میں صادر ہوئی ہے جس کو راوندی نے اپنی سند سے حسن بن عبداللہ بن حمدان سے اور انہوں نے اپنے چچا حسین (علیہ السلام) سے ایک حدیث میں بیان کیا ہے یہ حدیث امام زمانہ (علیہ السلام) سے

ہے۔

اے حسین(علیہ السلام) ! کتنے احسانات ناحیہ پر جتاؤ گے (ناحیہ سے مراد امام زمانہؑ کا دربار اور آپ کا دفتر ہے) اور تم اپنے مال سے خمس کو میرے اصحاب سے کیوں روکتے ہو؟

پھر امام(علیہ السلام) نے فرمایا کہ:۔ جب تم اس جگہ پر جاؤ جہاں جانے کا قصد رکھتے ہو تو تم اکرام سے وہاں داخل ہو جاؤ اور وہاں جو کام کرنا چاہتے ہو وہ کام کرو اور پھر تم اس کمائی کا خمس اس کے مستحق کی طرف لے جاؤ یعنی خمس ضرور ادا کرنا ہے۔

۳۔ علی بن مھیز یار کی صحیح روایت میں آیا ہے جس کے پاس خمس کے مال سے کچھ بھی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مال کو میرے وکیل تک پہنچا دے۔

خمس آئمہؑ کا حق

۴۔ ابو علی راشد حضرت امام ابوالحسن ثالث(علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کرتا ہے مولاؑ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے مشن کو انجام دوں اور آپؑ کا حق وصول کروں میں نے یہ بات آپؑ کے موالیوں کو بتائی ہے ان میں سے بعض نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ ان کا (امام(علیہ السلام)) کا حق کیا ہے؟ تو میں اس بارے نہیں جانتا تھا کہ آپ کا اس حق سے کیا مراد ہے اور آپ کا حق کیا چیز ہے؟ تو امام(علیہ السلام) نے اس کے جواب میں فرمایا ان سب پر خمس ادا کرنا واجب ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت ساری روایات ہیں جن کا مضمون اسی طرح کا ہے یہ سب روایات قطعی اور حتمی ثبوت ہیں کہ خمس کو آئمہ معصومین(علیہم السلام) نے اپنے شیعوں کے لئے حلال قرار نہیں دیا ہے اور خمس کی ادائیگی کیلئے سخت تاکید فرمائی ہے اور پورا خمس دینے

کا حکم دیا گیا ہے۔

خمس نکالنے کے بعد وراثت کی تقسیم کا حکم

اہم نکتہ

ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خمس کسی کے ذمہ ثابت ہو نہ یہ کہ اس وقت اس کے مال میں خمس واجب ہے اور وہ ادانہیں کر رہا بلکہ کسی شخص پر خمس واجب تھا اس نے خمس نہ دیا پھر اس کا وہ مال جس سے اس نے خمس نہیں دیا وہ ضائع ہوگیا یا اس نے کسی وجہ سے اس مال کو ضائع کر دیا تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ خمس اس شخص کے ذمہ واجب تھا اور اس نے اسے نہیں دیا اب فرض کرتے ہیں وہ شخص اپنے ذمہ والا خمس دیئے بغیر مر جاتا ہے اس کا ترکہ اسکی اولاد کو منتقل ہو جاتا ہے تو یہ اس طرح ہے جس طرح کسی نے کسی کا قرضہ دینا ہو اور وہ مر جائے تو ورثاء پر ہے کہ وہ اسکا قرضہ ادا کریں خمس بھی ایک قسم کا مرنے والے پر قرض ہے جسے وہ دے کر نہیں گیا اب جبکہ وہ مر گیا ہے تو ورثاء پر لازم ہے کہ وہ اس مال سے پہلے خمس علیحدہ کریں پھر اسکی تقسیم ورثاء میں کریں جیسا قرآن مجید میں بھی اس بارے واضح حکم موجود ہے کیونکہ قرضہ لینے والا ارث لینے والے پر مقدم ہے اس لئے پہلے قرضہ دینا ہوگا۔ یہ وراثت تقسیم کی جائے گی۔

حصہ دوم

سوالات، اعتراضات، خدشات اور اتھامات..........مع جوابات

گفتگو کا پس منظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم صل علی محمد و آل محمد و اللعنۃ الدائمۃ علی اعدائھم اجمعین

ہمارے قارئین کرام! کیا خمس ضروریات دین اسلام سے ہے یا ضروریات مذہب شیعہ سے ہے؟ اگر اسے دین اسلام کی ضروریات سے قرار دیں گے تو خمس کے وجوب کا منکر کافر، مرتد اور نجس ہوگا، اور اگر اسے ضروریات مذہب شیعہ سے قرار دیں گے تو اس کے وجوب کا منکر مذہب شیعہ سے خارج ہوگا ہمارے قارئین اس بات سے واقف ہیں کہ ہمارا ماہنامہ ''پیام زینب (صلوات اللہ علیہا)'' محافظہ کربلا بی بی علیہا السلام کے نام گرامی سے موسوم ہے اور اسی نام کی برکتیں ہیں کہ خداوند نے ہمیں توفیق دی ہے کہ ہم پیام زینب (صلوات اللہ علیہا) کے صفحات میں وہ کچھ شائع کریں جس سے اسلام کے حقائق لوگوں تک پہنچیں اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کو تقویت ہو۔...... سرگودھا سے شائع ہونے والے رسالہ دقائق اسلام کے رحمۃ اللعالمینؐ نمبر کے صفحہ نمبر 25 ماہ جون سال 1999ء پر اس رسالہ کے سرپرست اعلیٰ جناب محمد حسین ڈھکو صاحب (جو خود کو مجتہد قرار دیتے ہیں) سے جب خمس کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا...... ہم بلا تبصرہ دقائق اسلام میں جو سوال و جواب خمس کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اسے بعینہ دے رہے ہیں اور اس کے بعد اسی سوال کا ترجمہ کر کے حوزہ علمیہ قم کے طلبہ نے حوزہ علمیہ قم المقدسہ کی سرزمین پر موجود تمام مراجع تقلید اور فقہاء عظام سے سوال کیا...... ہم اس سوال کا فارسی ترجمہ اور مراجع تقلید اور فقہائے عظام کی طرف سے دیئے گئے جوابات کو بھی بعینہ دے رہے ہیں۔ اور ان کے فارسی متن کے ساتھ اردو ترجمہ بھی قارئین کی

سہولت کے لیے پیش خدمت ہے۔
سوائل ایک ہے۔ جواب دوطرح کا ہے۔ ایک جواب دقائق اسلام کے سرپرست اعلیٰ نے دیا ہے۔ اور دوسرا مذہب شیعہ کے لیے اتھارٹی اور سند کا مقام رکھنے والے موجودہ دور کے مشہور ومعروف فقہاء ومجتہدین نے دیا ہے۔ اب صحیح کیا ہے؟ اور قارئین کو کس رائے کو اپنانا چاہیے؟ اس کا فیصلہ ہر قاری خود کرے۔ البتہ ہم نے آخر میں چند سابقہ بزرگ مجتہدین ومعروف فقہاء اور مراجع تقلید کے اقوال بھی دے دیے ہیں تاکہ اس مسئلہ میں مومنین کرام کو صحیح رائے کا انتخاب کرنے میں آسانی ہو۔ اور امید کرتے ہیں کہ ہمارے پاکستان کے بزرگ علماء بھی اس مسئلہ میں اپنی واضح اور دوٹوک رائے مومنین کے لیے پیش کر کے مومنین کرام کو کسی قسم کی الجھن میں پڑنے سے بچائیں گے۔

شیعہ

جناب سیدہ زہراء علیھا السلام فرماتی ہیں
جولوگ ہماری بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور جن باتوں سے ہم نے انہیں منع کیا ہے وہ انہیں انجام نہیں دیتے تو وہ ہمارے شیعہ ہیں۔

فریضہ خمس کے بارے میں سوالات......از جناب شاعر آل عمران اور ملک کے مشہور صحافی صفدر حسین ڈوگر

سوال ...... ماشاﷲ آپ نے بہت عمدہ انداز سے فریضہ خمس کے بارے میں وافی اور شافی دلائل قرآن وسنت سے پیش کر دیے ہیں جو بھی انصاف کی نگاہوں سے آپ کی تحریر کو پڑھے گا نا فقط وہ خمس کی اہمیت کا قائل ہوگا بلکہ اگر وہ خمس کا نادہندہ ہے تو وہ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد اپنے کل مال کا حساب خمس کرنے پر مجبور ہوگا۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہمارے عوام میں شخصیت پرستی کا عنصر غالب ہے اور وہ جن شخصیات سے متاثر ہوتے ہیں تو وہ ان کی ہر بات کو تسلیم کر لیتے ہیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کتاب کو ہر حوالہ سے جامع اور مکمل بنانے کے لیے دقائق اسلام کے سرپرست جناب علامہ محمد حسین ڈھکو نے اپنے ماہنامہ میں جو کچھ فریضہ خمس کے متعلق بیان کیا ہے آپ ان کی عبارات کو سامنے رکھ کر اور بالخصوص ان کی وہ تحریر جو انہوں نے لمحہ فکریہ کے عنوان سے اپنی فقہی مسائل کی کتاب قوانین الشریعہ میں ملحق نمبر ۴ میں تحریر کیا ہے۔ تفصیلی جواب ضرور دیں۔ تاکہ خمس کے بارے میں ہر قسمی شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے۔ اور حق و سچ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

جواب: جناب ڈوگر صاحب آپ نے صحیح فرمایا ہے تو اس جگہ سب سے پہلے میں اپنے اس ہینڈ بل کی عبارت کو دے رہا ہوں جس میں خمس کے ضروری دین ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مراجع تقلید کے فتاوئ اور دقائق اسلام کے سرپرست کا نظریہ درج ہے۔ اور اس کے بعد انہوں نے میرے اس پمفلٹ کے جواب میں جنوری، فروری 2002 کے شمارہ دقائق اسلام میں ''کچھ خمس کے بارے میں'' کے عنوان کے تحت تحریر

کیا ہے اس پر تفصیلی تبصرہ ہم نے جامعہ امام خمینی کے طلبہ کے لیے بریفنگ کے طور پر دیا ہے جس میں لمحہ فکریہ پر بھی مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اس پورے بیان کو ہم اس کتاب کے دوسرے حصے میں دے رہے ہیں۔

امید ہے ہمارے قارئین کے لیے حق اور سچ کو سمجھنے میں آسانی ہوگی اور جو لوگ شخصیت پرستی کے گرداب میں گرفتار ہیں انکے لیے بھی خداوند سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس تحریر کو ان کے لیے ہدایت نامہ قرار دے۔

...... معاملہ تو اللہ کے اختیار میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے...... حضرت امام حسینؑ

...... جس کا بچھونا تقویٰ ہے اس کو کوئی پرواہ نہیں...... حضرت امام حسینؑ

...... جو تلواروں کی ضرب اور نیزوں کی اذیت پر صبر کرسکتا ہے وہی ہمارے ساتھ آئے...... حضرت امام حسینؑ

...... اے اہل عراق! اگر تم مجھ سے انصاف نہ کرو گے تو یہ تمہارے اپنے ہی خلاف ہوگا...... حضرت امام حسینؑ

...... دنیا نے (اپنا رنگ) بدل لیا ہے اور اس میں سوائے تلچھٹ کے کچھ باقی نہیں رہا...... حضرت امام حسینؑ

دقائق اسلام کے سر پرست اعلیٰ سے خمس کے متعلق کئے گئے سوال اور جواب کا اصل متن

سوال آپ کے نظریہ کے مطابق خمس صرف سہم سادات ہے جب کہ موجودہ باقی مراجع عظام سہم امام وسادات دونوں کے قائل ہیں اب اگر آپ کے نظریہ کے مطابق صرف سہم سادات ہی مانا جائے تو کیا اس حصے کا منکر کہ جو شخص یہ کہے کہ تعلق صرف جنگ سے ہے اس کے لیے اب خمس بالکل واجب ہی نہیں ہے اس قسم کا شخص کیا شیعہ مذہب کے دائرہ میں رہے گا یا یہ منکر خمس سہم سادات ضرورت مذہب شیعہ کے انکار کی وجہ سے مذہب شیعہ سے خارج تصور کیا جائے گا؟ مکمل وضاحت کے ساتھ جواب سے نوازیں انتہائی ممنون ہوں گے۔

جواب باسمہ سبحانہ ضروریات اسلام ان امور کو کہا جاتا ہے جن پر تمام فقہائے اسلام کا باوجود اپنے داخلی اختلافات کے اتفاق ہو جیسے نماز ہائے پنجگانہ کا وجوب یا روزہ ماہ صیام کی فرضیت وغیرہ اور ضروریات مذہب ان مسائل کو کہا جاتا ہے جن پر اس مذہب ومسلک کے سب لوگوں کا اتفاق ہو جیسے مذہب شیعہ میں خدا کی عدالت اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی امامت وخلافت وغیرہ مگر مسئلہ خمس کو نہ ضروریات اسلام سے قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ضروریات مذہب سے چونکہ یہ مسئلہ اوائل اسلام سے ہی محل اختلاف رہا ہے اور مذہب شیعہ میں اختلافات کا یہ عالم ہے کہ اس کے بارے میں پندرہ قول ہیں اور ان کے قائل موجود ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آج کل خمس بالکل معاف ہے لہذا اس کے منکر کو نہ اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی مذہب شیعہ سے۔ واللہ العالم

احقر محمد حسین النجفی عفی عنہ

(بحوالہ دقائق اسلام ص ۲۵ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر باب المسائل جون 1999ء)

مراجع عظام سے سوال اوراس کے جواب کا اردو ترجمہ

السلام علیکم!

مہربانی فرماتے ہوئے اس شخص کے متعلق حکم بیان کریں جو شخص اپنے ماہنامہ اور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''خمس نہ تو ضروریات دین سے ہے اور نہ ہی ضرویات مذھب سے ہے اوراس کا منکر نہ تو اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ ہی مذھب شیعہ سے کیونکہ یہ مسئلہ اوائل اسلام سے اختلافی تھا اور مذہب شیعہ میں تو اختلاف اس حد تک ہے کہ اس کے بارے ۱۵ اقوال موجود ہیں اوران اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس زمانہ میں خمس بالکل معاف ہے۔

اس سوال کے جواب میں مراجع عظام اور فقہاء شیعہ نے جو جواب دیئے ہیں ترتیب وار اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

1: حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسن لنگرودی دام ظلہ

خمس اسلام کے مسلمہ فروع سے ہے (یعنی یہ مسئلہ فروع دین سے ہے) اور ایسے واجبات سے ہے جس کے سنی اور شیعہ دونوں معترف ہیں اور سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۱ اس پر دلالت کرتی ہے بلکہ خمس فی الجملہ (یعنی کلی طور پر تفصیلات کے لحاظ سے نہیں) ضروریات دین اسلام سے ہے جیسا کہ فقہاء اسلام نے اسکی تصریح فرمائی ہے اور شیعہ فقہاء بھی یہی کہتے ہیں نمونہ کے طور پر ان بزرگان سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں، شیخ الفقہاء والمجتھدین صاحب جواہر نے اپنی گراں قدر کتاب جواہر

میں ،اور فقیہ عظیم الشان مرحوم الحاج آقا رضا ہمدانی نے مصباح الفقیہ ،میں فقیہ بزرگوار علامہ سید محمد کاظم یزدی نے اپنی مشہور کتاب العروۃ الوثقیٰ میں ،فقیہ جلیل القدر آیۃ اللہ حکیم نے مستمسک میں اور فقیہ عظیم المنزلۃ (حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی) نے مستند العروۃ الوثقیٰ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

قارئین کرام ...... پس خمس کا انکار کرنا نماز اور روزہ کی مانند ضروری دین کا انکار ہے اور ضروری دین کا انکار جب بھی رسالت اور توحید کے انکار کی طرف پلٹے گا تو کفر کا موجب ہوگا جی ہاں وہ موارد جن میں خمس واجب ہے ان کے متعلق اختلاف ہے بلکہ خود شیعہ فقہاء کے درمیان بھی اس بارے اختلافات موجود ہیں لیکن اس قسم کے اختلاف کا تعلق وجوب خمس کی اصل شرعی حیثیت میں نہیں ہے خداوند مسلمانوں کو نادانوں کے وسوسوں کے شر سے بچائے رکھے اور خاص کر ایسے افراد جو کہ اس بارے مغرض (یعنی کچھ خفیہ مقاصد رکھنے والے ہیں) انکے شر سے محفوظ رکھے۔

قارئین کرام ......شیعوں میں سے جو مجتہد نہیں ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ فروع دین میں تقلید کریں اور دوسروں کی باتوں پر کان نہ دھریں اور جب بھی کچھ لوگوں کو وجوب خمس کے متعلق ان کے بعض موارد میں کوئی اعتراض ہو یا رکھتے ہوں تو وہ خدا سے ڈریں اور عوام کے ذھن میں شبھہ (غلط فہمی) نہ ڈالیں اور مناسب یہ ہے کہ ایسے لوگ حوزات علمیہ کے مرکز اور مراجع تقلید کی طرف رجوع کریں تاکہ واضح اور قانع کرنے والا جواب حاصل کرسکیں خداوند مسلمانوں کو انسانی اور جناتی شیطانوں کے وسوسوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

والسلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین

محمد حسن الحسینی المرتضویٰ ۲۵ ذوالحجہ الحرام ۱۴۲۱

2: حضرت آیت اللہ العظمیٰ سیستانی دام ظلہ

یہ بات درست نہیں ہے اور اصل خمس ضروریات دین سے ہے اور ضرورت کا انکار اس حوالے سے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداوند کی طرف سے حکم کو پہنچانے میں جھٹلانے کا سبب بنتا ہے لہذا یہ کفر کا سبب ہے اور اختلاف جو موجود ہے وہ اس کی جزئیات میں ہے۔

3: حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای رہبر انقلاب اسلامی دام ظلہ

فی الجملہ (خمس کا وجوب) ضروریات دین سے ہے اسے حلال قرار دینے والے کا حکم ضروری دین کے انکار والا ہے لیکن اس کی تفصیل ضروریات دین سے نہیں ہے۔ واللہ العالم

4: حضرت آیت اللہ العظمیٰ بہجت دام ظلہ

خمس فی الجملہ ضروریات دین سے ہے اسے حلال قرار دینے والا ضروری دین کے منکر کا حکم رکھتا ہے اور اس کی تفصیل ضروری (دین) سے نہیں ہے۔ واللہ العالم.

5: حضرت آیت اللہ العظمیٰ فاضل لنکرانی دام ظلہ

اصل خمس ضروریات دین سے ہے اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے اس طرح سے کہ اس انکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار کی طرف پلٹے تو ایسا شخص مسلمانوں کے دائرہ سے خارج ہے اور نجس ہے۔

6: حضرت آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ

ایسا شخص بے اطلاع اور ناواقف ہے اگر وہ سازشی نہ ہو تو اسکی توجیہ کی جائے اور اسے راھنمائی دی جائے (یعنی اسے اصل بات کیطرف متوجہ کیا جائے) خمس اجمالی طور پر مسلمات اسلام سے ہے اور قرآن کا واضح حکم ہے اگر آگہی کیساتھ اس کے وجوب کا کوئی شخص انکار کرے تو وہ ضروری (دین) کا منکر ہے (آپ ہمیشہ موفق کامیاب رہیں)۔ واللہ العالم

7: حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی دام ظلہ

اصل وجوب خمس ضروریات دین سے ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر ہوا ہے لیکن اسے غنائم جنگی کے علاوہ باقی موارد میں واجب قرار دینا مذہب سے ہے واللہ العالم

8: حضرت آیت اللہ العظمیٰ صانعی دام ظلہ

خمس دین اسلام کی ضروریات کی نوع (قسم) سے ہے اوران واجبات سے ہے جسے خداوند نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اوران کی ذریت کے لیے زکات کے بدلے میں قرار دیا ہے اوراس کے (وجوب) کا انکار نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلانے کا موجب ہے تو ایسا کرنا کفر کا سبب ہے۔

9: حضرت آیت اللہ العظمیٰ لطف اللہ صافی دام ظلہ

قارئین کرام ...... اصل وجوب خمس دین مقدس اسلام کے ضروریات سے ہے اور قرآن کی آیت واعلموا انما غنمتم فان لله خمسه اس پر واضح حکم بتا رہی ہے لیکن اس کی فروعات جن کے بارے میں اختلاف موجود ہے ان کا دوسرا حکم ہے اوراس کے (وجوب خمس) کا انکار قرآن کریم یا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انکار کی طرف پلٹے تو یہ مرتد ہونے کا سبب ہے والله العالم

10: حضرت آیت اللہ العظمیٰ حسین نوری ہمدانی دام ظلہ

پس از سلام:۔ اصل وجوب خمس ضروری دین سے ہے اور اسکا انکار دین سے خارج ہونے کا سبب ہے اور جس اختلاف کا تم نے ذکر کیا ہے وہ اختلافات خمس کی فروعات کے متعلق ہیں (اصل خمس کے واجب ہونے کے بارے نہیں ہے)

11: حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد شاھرودی دام ظلہ

اصل وجوب خمس ضروریات دین سے ہے قرآن کا واضح حکم ہے اور تمام مذاھب کا اس پر اتفاق ہے اور اس کے وجوب کا منکر ضروری دین کا منکر ہے۔

12: حضرت آیت اللہ العظمیٰ یوسف مدنی تبریزی دام ظلہ

اصل وجوب خمس ضروری دین اسلام ہے اس کا انکار یہ بات جانتے ہوئے کہ یہ حکم ضروری دین سے ہے موجب کفر ہے۔

13: حضرت آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم کوکبی تبریزی دام ظلہ

اصل وجوب خمس مسلمات اسلام سے ہے اور اس قدر اس کی اہمیت ہے کہ اس کے وجوب کا منکر ضروری دین کا منکر ثابت ہوتا ہے۔

14: حضرت آیت اللہ العظمیٰ محقق کابلی دام ظلہ

فی الجملہ وجوب خمس ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کرنا کفر کا سبب ہے اگر چہ خمس کے مسائل کی جزئیات کا انکار کرنا کفر نہیں ہے۔

15: حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد شیرازی مرحوم دام ظلہ

خمس کا قرآن میں ذکر ہوا ہے اور خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنائم جنگی اور مکاسب کا خمس وصول کیا کرتے تھے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب (الدولۃ الاسلامیہ) میں اس بارے روایات کو لکھا ہے اس وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے

16: حضرت آیت اللہ العظمیٰ صالحی مازندرانی دام ظلہ

خمس ضروریات اسلام سے ہے اور ضروری دین کا انکار اگر اصول دین کے انکار کی طرف پلٹے تو یہ بات اسلام سے خروج کا سبب ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی عبارت کا لکھنے والا قرآن اور سنت میں جو کچھ درج ہے اس سے واقف نہیں ہے ضروری ہے کہ اس مسئلہ

میں مجتہدین اور فقہاء کی طرف رجوع کیا جائے۔

17: حضرت آیت اللہ العظمیٰ علوی گرگانی دام ظلہ

خمس ضرورت دین سے ہے اور فریقین (سنی، شیعہ) کا اس پر اتفاق ہے۔

18: حضرت آیت اللہ العظمیٰ یعسوب الدین رستگار دام ظلہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت خمس منسوخ نہیں ہوئی اور اس کے نسخ ہونے پر کوئی دلیل نہیں آئی دوسری بات یہ ہے کہ توضیح المسائل میں خمس کی بحث کے شروع میں مسئلہ ۲۱۴ میں آیا ہے ایسا شخص کافر ہے، ضال ومضل [خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا] ہے اور مومنین پر لازم ہے گمراہ لوگوں سے وہ جس شکل وصورت میں ہوں بچیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے افراد کسی کے ایجنٹ ہوں اوراجانب اور دشمنوں کی طرف سے دین مبین اسلام میں تفرقہ ڈالنا انکی ذمہ داری ہو مومنین کرام ایسے افراد سے اجتناب اور دوری اختیار کریں۔ والسلام من اتبع الھدی

19: حضرت آیت اللہ العظمیٰ غلام حسین کشمیری دام ظلہ

غنائم جنگی کے علاوہ دیگر موارد خمس مسلمات مذہب سے ہے اور غنائم جنگی میں خمس کا وجوب دین اسلام کی ضروریات سے ہے اور اس کا منکر ان دو آیتوں کا مصداق ہے (سورہ بقرہ ۱۵۹ اور المائدہ ۴۴)

ترجمہ:۔ جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں جو ہم نے واضح بیان اتارا ہے اور ہم نے تو ہدایت کردی ہے قرآن میں لوگوں کے لیے اس سب کو بیان کیا ہے وہ پھر اس کا انکار کرتے ہیں پس تو ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت بھیجنے والوں کی بھی لعنت ہے ۔(البقرہ) اور جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہیں دیتے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ)

20: حضرت آیت اللہ العظمیٰ گرامی دام ظلہ

خمس قرآن کریم کے متن میں ذکر ہوا ہے اگر یہ جانتے ہوئے اور اس امر کی طرف توجہ رکھتے ہوئے کہ قرآن کریم خداوند کی کلام ہے اور آیت خمس اس میں ذکر ہوئی ہے وہ اس کا انکار کردے تو اس انکار کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

ضروری نوٹ: ان تمام فتاوی کی اصل کاپی جامعۃ امام خمینیؒ میں موجود ہے فقہاء عظام کی اصل تحریر کو دیکھنے کے خواہش مند جب چاہیں انکی مہر لگی تحریر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
نیز ہمارے جامعہ کے طالب علم (جو اس وقت حوزہ علمیہ قم میں پڑھ رہے ہیں) جناب عابد حسین شجاعی نے خمس ضروری دین سے ہے یا نہیں ہے اور جو اسے ضروری دین نہ سمجھے اسکا کیا حکم ہے اور ضرورت دین و مذہب کا کیا معنیٰ ہے...... یہ سوالات دوبارہ قم کے تمام مراجع تقلید جن کے اوپر نام آچکے ہیں اور کچھ کے نام درج نہیں ہیں ان سے پوچھے ہیں اور وہ جوابات بھی ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں جو اوپر دیے گئے جوابات سے زیادہ مختلف نہیں ہیں لہذا اگر کوئی صاحب ان فتاویٰ کی اصل عبارتیں دیکھنا چاہے تو وہ دیکھ سکتا ہے۔

مراجع کرام سے خمس کے بارے پوچھے گئے سوال اور ان کے جواب کا اصل متن

عکس سوال: بمحضر مباك حضرت آيت الله العظمیٰ

السلام علیکم!

لطفاً حکم شخصی را بیان فرمائید که در مجله و کتاب می نویسد:

،،خمس نه از ضروریات دین است ونه از ضروریات مذهب و منکر آن نه از اسلام خارج می شود ونه از مذهب شیعه ،چون این مسئله از اوائل اسلام اختلاقی بوده است و درمذهب شیعه اختلاف بحدی است که ۱۵ تا اقوال وجود داردویکی از اقوال اینست که خمس دراین زمان بکلا (قسیمیه)معاف می باشد،،

(۱) حضرت آیت الله العظمیٰ محمد حسن لنگرودی دام ظلّه

خمس از فروع مسلمه دین اسلام است وازواجباتی است که شیعه وسنی به آن معترفند و آیه ۴۱سوره انفال بر آن دلالت دارد بلکه خمس فی الجمله از ضروریات دین اسلام است چنانچه بزرگان فقهاء اسلام وشیعه هم بر آن تصریح کرده اندبه عنوان نمونه به بعضی از آنها اشاره می شود؛ شیخ الفقهاء و المجتهدین صاحب جواهر درکتاب ارزشمند جواهرو فقیه عظیم الشان مرحوم حاج آقا رضا همدانی درمصباح الفقیه، فقیه بزرگوار علامه طباطبائی در عروة الوثقی فقیه جلیل القدر آیة الله حکیم در مستمسک وفقیه عظیم المنزلة در مستند، به آن اشاره کرده اند؛ پس انکار خمس مانند انکار نماز و روزه انکار ضروری دین است وانکار ضروری دین هر گاه به انکار رسالت و توحید برگردد موجب کفر است؛بلی در مواردی که خمس واجب می شود بین فقهاء شیعه و سنی ، وچه بسا بین فقهاء شیعه مورد خلاف است؛ ولی این گونه اختلاف کاری به اصل تشریع وجوب خمس ، واین که خمس از ضروریات دین است ندارد. خداوند مسلمانان واازشرور وساوس نادانان وچه

بسامغرضان محفوظ بدارد.

شیعیان که مجتهد نباشند بایدد ر فروع دین تقلید کنند وبه حرف های دیگر ان گوش ندهند؛ هر گاه کسانی دز وجوب خمس در بعضی مواردحرفی دارند از خدا بترسند نباید در ذهن عوام مردم شبهه بیندازند مناسب است که به مراکز علمی حوزات علمیه و مراجع تقلید مراجعه کنند تا جواب روشن و قانع کننده دریافت کنند؛خداوند مسلمانان رااز شرور ووساوس شیاطین انسی و جنی مصون و محفوظ بدارد.

والسلام علینا وعلی عباد الله الصالحین
محمد حسن الحسینی المرتضوی
۲۵/ذولحجه الحرام ۱۴۲۱ھ

۲: حضرت آیة الله العظمیٰ سیستانی دام ظلّه

باسمه تعالیٰ

این سخن درست نیست واصل خمس از ضروریات است وانکار ضرورت در صورت رجوع آن به تکذیب پیامبر درابلاغ آن از طرف خداوندمتعالیٰ موجب کفر است، واختلاف درجزئیات آن می باشد

علی سیستانی

(۳)حضرت آیة الله العظمیٰ خامنه ای رهبر انقلاب اسلامی دام ظلّه

باسمه تعالیٰ

فی الجمله از ضروریات دین است که مستحل آن حکم منکر ضرو ری دارد،ولے تفصیل آن از ضروریات نیست والله العالم.

(۴)حضرت آیة الله العظمیٰ بهجت دام ظلّه

بسمه تعالیٰ

خمس فی الجمله از ضروریات دین است که مستحل آن حکم منکر ضروری دارد و تفصیل آن ضروری نیست

والله لعالم .

۱۳۸۰/۱/۸ ش

شماره فتوی ۳۰۳۸۴

(۵)حضرت آیة الله العظمیٰ فاضل لنکرانی دام ظله

بسمه تعالیٰ

اصل خمس از ضروریات دین است و کسی که آنراانکار کند بطوری که به انکار رسالت برگردد از دائره مسلمانان

خارج است ونجس می باشد. تاریخ ۱۳۸۰/۶/۸ ش

(۶)حضرت آیت الله العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دام ظلّه

بسمه تعالیٰ

ج: چنین کسی بی اطلاع ونآآگاه است وچنانچه مغرض نباشد بایداورا توجیه وهدایت کرد ،خمس اجمالاً از مسلمات اسلام و

صریح قرآن است واگر آگاهانه آن راانکار کند منکر ضروری است همیشه موفق باشید

ناصر مکارم ۱۳۸۹/۱۲/۱۰ ش

(۷)حضرت آیت الله العظمیٰ صانعی دام ظلهٗ

بسمه تعالی

ج: خمس از ضروریات دین اسلام است وازوا جباتی است که خداوند آن را برای پیامبر اکرم صلی الله علیه وآله وسلم وذریه آن حضرت در عوض

زکات قرار داده است وانکار آن اکر به تکذیب نبی صلی الله علیه واله بر گرددموجب کفراست ۳ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ ق ۱۳۸۰/۵/۳ ھ ق

(۸)حضرت آیت اللہ العظمیٰ لطف اللہ صافی دام ظلّہ

بسم الله الرحمن الرحیم

ج. اصل وجوب خمس از ضروریات دین مقدس اسلام است و صریح آیه شریفه واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان لله خمسه(الایه)

واما فروع آن که مورداختلاف است حکم دیگری داردوانکار آن اگر بانکار قرآن کریم یا به قول پیغمبر اکرم صلی الله علیٰ وآله

بر گشت نماید موجب ارتداداست ولله العالم

لطف الله صافی ۲۹ ذولحجه ۱۴۲۱ ہ ق

(۹)حضرت آیت اللہ العظمیٰ نوری همدانی دام ظله

بسمه تعالیٰ

پس از سلام: اصل و جوب خمس از ضروری دین می باشد وانکار آن موجب خروج از دین است واختلافی که ذکر نموده اید مربوط به فروع مساله خمس است

حسین نور همدانی

(۱۰)حضرت آیت اللہ العظمیٰ شاهرودی دام ظله

بسمه تعالیٰ

اصل و جوب خمس از ضروریات دین است به صریح قرآن واتفاق جمیع مذاهب و منکر آن منکر ضروری دین است

۳محرم الحرام ۱۴۲۲ ہ

محمد الحسینی الشهرودی

(۱۱)حضرت آیت الله العظمیٰ یوسف مدنی تبریزی دام ظله

بسم الله الرحمن الرحیم

ج: اصل و جوب خمس ضروری دین سلام است و انکار آن ، باالتفات بر اینکه خمس ازضروری دین است موجب کفر می شود

والله العالم سید یوسف مدنی

(۱۲)حضرت آیت الله العظمیٰ ابو القاسم کوکبی تبریزی دام ظلّه

بسم الله الرحمن الرحیم

اصل وجوب خمس از مسلمات اسلام بوده بحدیکه منکر او منکر ضروری بشمار می آید.

سید ابو القاسم کوکبی تبریزی۱۳۸۰/۱/۵ ش

(۱۳)حضرت آیت العظمیٰ محقق کابلی دام ظلّهٗ

بسمه تعالیٰ

وجوب خمس از ضروریات دین است فی الجمله و منکر آن موجب کفر آست اگرچه انکار جزئیات مسائل خمس موجب کفر نمی شود

قربان علی محقق کابلی

(۱۴)حضر ت آیت الله سید محمد شیرازیرحمة الله علیه

بسم الله الرحمن الرحیم

خمس در قرآن ذکر شده رخود پیغمبر صلی اللہ علیه وآله وسلم خمس غنائم و مکاسب را میگر فتند چنانکه ما در کتاب (الدولة السلامیه)

روایات رانو شته ایم ولذا ضروریات دین است .

محمد شیرازی

(۱۵): حضرت آیت الله غلام حسنین کشمیری دام ظله

بسم الله الرحمن الرحیم وبه نستعین

الخمس درغیرغنا ئم حرب و جوبه من مسلمات مذهب اثنا عشریه است و از غنائم من ضروریاة

دین الاسلام و منکرہ ید خل فی مداول ھذہ الایۃ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعن ھم اللاعنون (البقرہ) ۱۵۹ وآیۃ ومن .لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ۴۴ المائدہ المغتفر الراجی لالطاف ربہ.

غلام حسنین کشمیری ۲ربیع الالثانی ۱۴۲۲ھ

(۱۶)حضرت آیت اللہ گرامی دام ظلہ

بسمہ تعالیٰ

خمس درمتن قرآن کریم ذکر شدہ است واگر باتوجہ باینکہ قران کلام خداوند است وآیہ خمس درآن ذکرشدہ است انکار کند کافرمی باشد.

(۱۷)حضرت آیت العظمیٰ صالحی مازندرانی دام ظلّہ

بسمہٖ تعالیٰ

خمس از ضروریات اسلام است وانکار ضروری اگر بہ انکار اصول برگردد موجب خروج از اسلام است ظاھراً کاتب متن فوق از متون کتاب و سنت اطلاع ندارد لازم است بہ ارباب اجتھاد واصحاب فقاھت مراجعہ کند.واللہ العالم

اسعماعیل صالحی المازندرانی

ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۱ھ ق یکم اسفند ۱۳۸۹ھ ش

(۱۸)حضرت آیت اللہ یعسوب الدین رستگار دام ظلہ

بسمہ تعالیٰ

اول اینکہ آیہ شریفہ خمس نسخ نشدہ است وھیج دلیلی بر نسخ آن نیامدہ وثانیاً جواب این سوال در مسئلہ (۲۱۴) واول بحث خمس در رسالہ توضیح المسائل چنین کس کافروضال ومضل میباشد و بر مومنان لازم است از چنین افراد گمراہ بھر شکل و صورتی کہ باشد وچہ بسا مزدور وتفرقہ فکن از طرف أجانب ودشمنان دین مبین اسلام ، اجتناب نمایند السلام علی من اتبع الھدی چھاردھم ذیقعدہالحرام ھ ق

یعسوب الدین

(۱۹)حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی دام ظلّہ

بسمه تعالیٰ

اصل وجوب خمس از ضروریات دین است ودر قرآن مجیدذکر شده است،اما توسعه آن به غیر غنائم جنگ از مسلمات مذهب می باشد" والله العالم"۔

جواد تبریزی

(۲۰)خمس آیة الله العظمیٰ علوی گرگانی دام ظله

بسمه تعالیٰ

خمس از ضرورت دین است وموارد اتفاق فریقین می باشد۔

علوی گرگانی

مشکلات کا حل

پریشان حال مومن باوضو ہوکر دورکعت نماز حاجت قربۃ الی اللہ پڑھے اور رات کی تنہائی میں بارہ ہزار مرتبہ یاعلیؑ کا ورد کرے اس کی مشکل حل ہوگی۔اس عمل کو چالیس رات انجام دینے کیا بڑے فوائد ہیں اس ذکر کو مسلسل کرنے والے شخص کی پریشانیاں اللہ تعالیٰ اپنے ولی اعظم حضرت امیرالمومنینؑ کے صدقہ میں دور فرمائے گا۔

سابقہ فقہاء عظام کا فریضہ خمس کے بارے بیان

فقہ کی معروف کتاب ''العروۃ الوثقیٰ'' (تالیف حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید کاظم یزدی) کی کتاب خمس ...... میں خمس کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

وھو من الفرائض وقد جعلها الله تعالیٰ المحمد صلی الله علیه واله وسلم وذریته عوضا عن الزکات اکراما لهم ومن منع درهما اواقل کان مندر جا فی الظالمین لهم والغاصبین لحقهم بل من کان مستحلا لذلک کان من الکافرین.

فقی الخیر عن ابی بصیر قال قلت لابی جعفر علیه السلام

ما ایسر ما ید خل به العید النار قال علیه السلام من اکل من مال الیتیم درهما ونحن الیتم.

وعن الصادق علیه السلام

ان الله لا اله الا هو حیث حرم علینا الصدقة انزل لنا الخمس فالصدقة علینا حرام والخمس لنا فریضة والکرامة لنا حلال.

وعن ابی جعفر علیه السلام لا یحل لا حد ان یشتری من الخمس شیئا حتی یصل الینا حقنا وعن ابي عبد الله علیه السلام لا یعذر عید اشتری من الخمس شیئا أن یقول یا رب استریته بمالی حتی یا ذنه اهل الخمس. (ص۲۶۶ ج۲)

صاحب العروۃ الوثقیٰ کی اس عبارت سے درج ذیل مراجع تقلید کا اتفاق ہے

ا: حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئیؒ   آیت اللہ العظمیٰ السید امام خمینیؒ......
آیت اللہ العظمیٰ السید محمد رضا گلپایگانیؒ   آیت اللہ العظمیٰ السید شہاب الدین النجفی المرعشیؒ
آیت اللہ العظمیٰ السید محمود شاھرودیؒ   آیت اللہ العظمیٰ السید ھادی میلانیؒ
آیت اللہ العظمیٰ السید احمد خوانساری   آیت اللہ العظمیٰ السید حسن الطبا طبائی قمیؒ

عربی عبارت کا اردو ترجمہ

خمس فرائض سے ہے اور بتحقیق اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انکی ذریت علیہم السلام کے لیے زکاۃ کے بدلے میں قرار دیا ہے انکے اکرام اور احترام کی خاطر ایسا حکم دیا گیا ہے۔
اور جو شخص خمس سے ایک درہم روک لے یا اس سے کمتر تو وہ ان کے اوپر ظلم کرنے والوں سے ہوگا اور ان کے حق کو غصب کرنے والوں سے قرار پائے گا بلکہ جو شخص اس کو حلال قرار دیتا ہے (اور اسے واجب نہیں جانتا) تو ایسا شخص کافروں سے ہے۔
ابو بصیر سے روایت میں بیان ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا وہ کم ترین چیز (عمل) کیا ہے جسکی وجہ سے انسان (بندہ) آتش جہنم میں داخل ہوگا تو آپ نے فرمایا جو شخص یتیم کے مال سے ایک درہم کھا جائے ...... اور پھر فرمایا وہ یتیم ہم ہیں۔ یعنی خمس کے مال سے ایک درھم حلال جان کر

کھانے والا جہنمی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے بتحقیق اللہ تعالیٰ نے (کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے) ہم پر صدقہ (زکات واجبہ) کو حرام قرار دیا ہے اور ہمارے واسطے خمس کو اتارا ہے پس خمس فریضہ ہے اور ہمارے لیے کرامت اور عزت واحترام کے لیے جو کچھ قرار دیا گیا ہے (اس لئے خمس کا لینا) ہمارے لیے جائز و حلال ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کسی ایک کے لیے یہ بات جائز اور حلال نہیں ہے کہ وہ خمس کے مال سے کچھ چیز خرید کرے مگر یہ کہ پہلے ہمارے حق کو ہمارے پاس پہنچائے۔ (یعنی خمس کے مال سے کوئی شخص اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں خرید سکتا)

حضرت امام جعفر صادق (علیہ اسلام) سے روایت ہے کہ کسی بھی بندہ کی معذرت قبول نہ ہوگی کہ وہ خمس کے مال سے کوئی چیز خرید کرلے اور پھر یہ کہہ دے کہ میں نے اپنے مال سے خرید کی ہے یہاں تک کہ خمس کے مالک افراد...... اسے اس بات کی اجازت دے دیں۔ یعنی جو کچھ اس نے خرید کیا ہے اس مال کے تصرف کی اجازت دے دیں۔

ان مراجع کے علاوہ جتنے فقہاء نے خمس کے بارے تحقیقی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے اس بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے لئے حضرت آیت اللہ العظمیٰ محمود ہاشمی، حضرت آیت اللہ العظمیٰ عبدالاعلی سبزواری، حضرت آیت اللہ العظمیٰ جواد عاملی، حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی خمس کے متعلق تحریر کی گئی کتابوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

فریضہ خمس کے بارے......دقائق اسلام میں تحریر شدہ مطالب پر بے لاگ تبصرہ

اس جگہ جس عنوان سے گفتگو ہو رہی ہے پہلے یہ بات ذہن میں ہونی چاہیئے کہ ہماری کسی کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں اور نہ ہی ہمارا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا ہے اور نہ ہی ہمیں شہرت کا شوق ہے۔ یہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ عوام تک وہ بات پہنچادی جائے جس کو ہمارے مجتہدین درست سمجھتے ہیں، جو مذہب شیعہ کے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔اور جن کے توسط سے ہم آئمہ علیہم السلام کے نظریہ کو سمجھ سکتے ہیں اور جن کی زندگیاں اس مذہب کی تعلیم و تبلیغ میں صرف ہوئی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کی بات عوام تک پوری طرح پہنچائی جائے تاکہ لوگوں کے لئے حق اور باطل، سچ اور جھوٹ واضح ہو سکے اور ہر ایک کے لیے صحیح راستہ انتخاب کرنا آسان ہو جائے۔ ہر شخص بابصیرت ہو کر جس بات کا چاہے انتخاب کرے...... چاہے شیعہ مراجع تقلید کی بات قبول کر کے اپنی آخرت سنوارلیں...... یا پھر سرپرست صاحب کی بات مانیں...... اس تحریر میں نہ تو کسی کو گالی دینے کی ضرورت ہے نہ کسی کے ساتھ جھگڑنے کی ضرورت ہے ہماری بات اگر کسی کو سمجھ آتی ہے تو ٹھیک...... ورنہ ہر شخص اپنے بارے خود ذمہ دار ہے اور خود ہی خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی کو شیعہ علماء کے حوالے سے غلط فہمی نہ ہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ بھائی تمام دینی مدارس والے بھی تو اسی بات کے قائل ہونگے جو سرپرست صاحب نے کہی ہے...... اس لئے تو وہ چپ ہو گئے...... تو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دقائق اسلام کے سرپرست صاحب اپنے نظریات میں منفرد اور تنہا ہیں انکے نظریات شیعہ نظریات نہ مانے جائیں کیونکہ شیعہ علماء کا نظریہ وہ ہے جو شیعہ مراجع تقلید اور مشہور شیعہ مسلک کے مجتہدین کا نظریہ ہے اور ہم نے جو...... ان سے اخذ کیا ہے وہی

بات ہم لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ جن کی بحث ہم نے اس کتاب کے حصہ اول میں کر دی ہے۔

علامہ ڈھکو دقائق اسلام کے شمارہ جنوری، فروری 2002ء میں خمس کے ضروریت دین سے ہونے کا انکار

(وہ لکھتے ہیں) کہ اس بحث کا پس منظر:۔ 1999ء کے جون کے شمارے میں دریا خان ضلع بھکر سے ایک مومن نے ایک استفسار کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا ''کہ جو شخص یہ کہے کہ غنیمت کا تعلق صرف جنگ سے ہے اس لئے خمس واجب ہی نہیں ہے اس قسم کا شخص کیا شیعہ مذہب کے دائرہ میں رہے گا؟ یا منکر ضروریات مذہب شیعہ کے انکار کی وجہ سے مذہب شیعہ سے خارج تصور کیا جائے گا''؟ اس کا جواب دیا گیا اس کا خلاصہ یہ تھا ''کہ یہ مسئلہ اوائل اسلام سے ہی محل اختلاف رہا ہے اور مذہب شیعہ میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلافات کا یہ عالم ہے کہ اس کے بارے میں پندرہ قول ہیں اور ان کے قائل موجود ہیں'' الغرض یہ مسئلہ نہ ضروریات دین میں سے ہے اور نہ ضروریات مذہب سے ہے لہذا اگر کوئی اس کا انکار کرے تو اسے خارج از اسلام یا خارج از مذہب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (دقائق اسلام جون 1999ء) ملاحظہ ہو دقائق اسلام شمارہ جنوری فروری 2002ء۔

تبصرہ:

دقائق اسلام کے سرپرست صاحب نے یہ بات تحریر کر کے تسلیم کیا ہے کہ یہ فتویٰ ان کا اپنا ہی دیا ہوا ہے وہ کسی اور کا دیا ہوا نہیں ہے اور اس میں جو مجتہدین نے

جوابات دیئے ہیں جن کو ہم فریضہ خمس کے عنوان سے شائع شدہ پمفلٹ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کتاب کے حصہ دوم کے شروع میں بھی ہم اس تحریر کو دوبارہ دے آئے ہیں وہ آپ پڑھ بھی چکے ہوں گے ان کی اس موجودہ تحریر میں دیکھیں ...... وہ کہتے ہیں کہ سوال یہ تھا کہ ''غنیمت کا تعلق صرف جنگ سے ہے اس لئے خمس واجب ہی نہیں ہے'' اور پھر سوال یہ تھا کہ اس قسم کا شخص منکر ضروریات اسلام و مذہب کی وجہ سے اسلام اور مذہب سے خارج تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ پہلی بات تو یہ ہے ...... کہ جو یہ کہے اب خمس جنگی غنائم میں واجب ہی نہیں ...... اس سوال کا سرپرست جواب دے رہے ہیں'' اور اس سوال کے جواب میں وہ فرما رہے ہیں ...... کہ وہ ضروریات دین کا انکاری ہونے کی وجہ سے خارج از اسلام اور خارج از مذہب نہیں ہے ......

میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمام مجتہدین نے جو فتاوی دیے ہیں ان کو بار بار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجتہدین نے فرما دیا ہے۔ ایسا نہیں ہے جس طرح دقائق اسلام کا سرپرست کہہ رہا ہے بلکہ خمس ضروریات دین سے ہے اور جو ضروریات دین کا منکر ہے وہ خارج اسلام ہے۔ دونوں باتوں کا فرق واضح ہے سرپرست کے نزدیک خمس ضروریات دین سے نہیں ہے جب کہ مراجع تقلید اور مشہور شیعہ مجتہدین کے ہاں خمس ضروریات دین سے ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

اس جواب پر بعض بد باطن اور بدطنیت ملاؤں نے یہاں سے لے کر ایران تک ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا اور طرح طرح کے تبصرے کر کے اپنی جہالت وضلالت اور شرارت کا مظاہرہ کیا۔

تبصرہ:

اس پر ہم کیا تبصرہ کریں؟ اسلام میں تو کسی کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ دوسرے مومن بلکہ کسی مسلمان کے بارے اس قسم کے غلط الفاظ کا استعمال کرے...... یہ الفاظ ہی اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ یہ صاحب کس قدر اسلام کے اصولوں پر کاربند ہیں؟ سورہ حجرات اس کی گواہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والوں کو، دوسروں کو برے القاب سے یاد کرنے والوں، اور بدگمانی کرنے والوں غیبت کرنے والوں کو گناہ گار اور مجرم قرار دیا ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

کسی نے جواب میں یہ لکھا ہے خمس ضروری ہے...... حالانکہ کسی چیز کا واجب اور ضروری ہونا اور ہے اور اس کا ضروریات دین و مذہب سے ہونا اور ہے۔

تبصرہ:

قارئین کرام...... جس شخص نے ان سے کئے گئے سوال کا فارسی میں ترجمہ لکھا اس نے یہی لکھا کہ جو خمس کے وجوب کو ضروریات دین اور مذہب میں سے نہیں سمجھتا...... اس نے ترجمہ کرنے میں خیانت نہیں کی، اور خود صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے نزدیک خمس کا وجوب ضروریات دین اور مذہب سے نہیں ہے...... تو اس میں غصے میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو جواب آپ لکھ رہے ہیں تو ترجمہ کرنے والوں نے آپ کے جواب کو فارسی میں سوال بنا کر لکھا ہے...... تو اس میں واویلا کرنا اور لکھنے والوں کو برا بھلا کہنا یہ کوئی عالمانہ بات نہیں ہے۔...... ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ جس کا واجب ہونا قرآن سے ثابت ہے وہ ضروریات سے کیوں نہیں یا تو صاف کہیں خمس کا

وجوب قرآن سے ثابت نہیں ہے یا پھر تسلیم کریں کہ خمس کا وجوب ضروریات دین سے ہے۔ نیز ان کا یہ فرمانا کہ وہ کسی چیز کا واجب اور ضروری ہونا اور ہے اور ضروریات دین و مذہب سے ہونا اور ہے بہتر تھا سرپرست صاحب یہ تحریر فرمادیتے کہ ان کے نزدیک کسی چیز کے ضروری دین ہونے کا معیار کیا ہے کیونکہ جو معیار ہمارے مجتہدین نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اس کے تحت خمس ضروریات دین سے بنتا ہے بلکہ جس وضاحت کو انہوں نے بعد میں لکھا ہے اس کے تحت بھی خمس ضروریات دین سے ہے؟

سرپرست لکھتے ہیں

''اور کسی نے یہ راگ آلاپا کہ اس جواب میں وجوب خمس کا انکار کیا گیا ہے اور مجھے خمس کا منکر قرار دیتے ہوئے فتوے لگائے بھی گئے اور نام کی تصریح کے بغیر ایران سے منگوائے بھی گئے معلوم ہوتا ہے خیران شرارتی لوگوں کو ضروریات دین اور ضروریات مذہب واسلام کا مفہوم ہی معلوم نہیں ہے لہذا ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔''

تبصرہ:

مراجع تقلید سے جو سوال کیا گیا وہ یہ ہے ''کہ جو شخص یہ کہے کہ خمس ضروریات دین سے نہیں ہے اور نہ ہی خمس ضروریات مذہب سے ہے''۔ اس جملے کی طرف توجہ رہے کہ یعنی جو شخص یہ کہے کہ خمس دین اور مذہب کی ضروریات سے نہیں ہے...... ممکن ہے ایک شخص خمس کو واجب سمجھتا ہو، خمس دیتا ہو لیکن اس کو ضروریات دین و مذہب سے قرار نہ دے اگرچہ ہمارے مجتہدین کے نزدیک فریضہ خمس کے بارے ایسا فرق قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ جس کا واجب ہونا قرآن سے ثابت ہو جائے وہ ضروریات دین

سے بھی ہوگا اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ ضروریات دین سے نہیں ہے تو یہ قرآن کا انکار ہوگا۔

جب کہ ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بعض واجبات ایسے ہیں کہ وہ واجب تو ہیں لیکن وہ ضروریات دین سے نہیں ہیں جیسا کہ خمس کا فریضہ ہے ...... اس کے بارے ہمارے مجتہدین نے کہا ہے ...... کہ جو خمس کو ضروریات دین اور مذھب سے قرار نہیں دیتا وہ کافر ہے ...... اب کسی نے دقائق اسلام کے سرپرست اعلیٰ صاحب کا نام تو نہیں لیا تھا تا کہ کسی قسم کے تعصب کی بات کہی جاسکتی بلکہ سوال تو عام کیا گیا ہے جو بھی خمس کو ضروریات دین و مذہب سے نہیں جانتا اس بارے سوال ہے۔ باقی سرپرست کی یہ بات نادرست ہے کہ سوال کرنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا بلکہ سوال کرنے والے نے اپنا نام تحریر کیا ہے۔ سوال کرنیوالے جناب مولانا صفدر حسین مطہری صاحب ہیں اسی طرح حوزہ علمیہ قم المقدسہ میں مولانا ظہور حسین شاہ صاحب منڈے سیداں (جھنگ) کے فرزندار جمند مولانا سید عزادار حسین شاہ صاحب ماشاءاللہ درس خارج میں جاتے ہیں وہ بھی ان سوال کرنیوالوں میں شامل ہیں۔ مولانا شیخ جواد نجفی جو مولانا منظور حسین نجفی سرگودھا والے کے بڑے فرزند ہیں اور وہ بھی ماشاءاللہ دس بارہ سال سے درس خارج پڑھ رہے ہیں اور صاحب تقوی اور صاحب بصیرت مشہور ہیں وہ بھی سوال کرنیوالوں میں سے ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سارے طلبہ کرام ہیں جو کافی عرصہ سے قم المقدسہ میں پڑھ رہے ہیں۔ وہ بھی اس قسم کے سوالات کرنے والوں میں شامل ہیں۔ کیونکہ وہ سب دقائق اسلام کے سرپرست سے نظریاتی طور پر اختلاف رکھتے ہیں اور اس قسم کا اختلاف کرنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے ...... غور کریں ...... جو شخص اس صاحب سے اختلاف رکھے اور ان کے نظریہ سے موافقت نہ

کرے یا ان کے بیان کردہ نظریات یا فتاویٰ کی وضاحت اپنے مراجع تقلید سے معلم
وکرے کیونکہ ہر مقلد کو حق ہے کہ وہ فقہی مسائل میں اپنے مراجع تقلید کی رائے معلوم
کرے یہاں بھی یہی کیا گیا ہے بلکہ مسئلہ پوچھتے وقت سرپرست کا نام تک نہیں لکھا گیا
اور جو جواب مراجع نے دیا اس جواب کو شائع کیا گیا لیکن قارئین خود انصاف کریں
اس بات پر سرپرست صاحب سوال کرنے والے کے بارے لکھتے ہیں کہ وہ شرارتی
ہے، بد باطن ہے اور جاہل ہے...... فیصلہ قارئین پر ہے شرارتی بد باطن اور جاہل کون
ہے؟ یہ کونسا اسلام ہے؟ جس کے سرپرست صاحب جاہل ہیں؟! یہ کونسا دین ہے؟......
یعنی جو بھی ان کی رائے سے اختلاف رکھے وہ ان کے نزدیک جاہل ہے یعنی وہ اپنی
ذات کو معیار بنا رہے ہیں جو رائے ان کی رائے کے موافق ہو وہ حق ہوگی اور جو مخالف
رائے ہوگی وہ ناحق و باطل ہوگی یہ تو کوئی اسلامی اصول و ضابطہ نہیں ہے اور نہ ہی
اسلام نے کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دی ہے۔ پھر جو شخص خود کو مجتہد قرار دیتا ہے تو کیا
یہ انداز مجتہدوں کی تحریر والا ہے؟ کیونکہ اتنے سارے مجتہدین ہیں وہ آپس میں بعض
فتاویٰ میں اختلاف رکھتے ہیں ایک دوسرے پر انہیں سخت اعتراضات بھی ہوتے ہیں
لیکن کسی بھی مجتہد نے دوسرے مجتہد کے بارے مین یہ نہیں کہا کہ فلاں مجتہد نے میری
رائے سے اختلاف کیا ہے پس وہ شرارتی ہے، وہ جاہل ہے، وہ ان پڑھ ہے، وہ
بد باطن ہے، اور اس نے شرارت کی ہے...... یا اگر کسی مقلد نے اپنے مراجع تقلید کی
رائے کو شائع کر دیا ہو جو دوسرے سے مختلف ہو تو وہ دوسرا مجتہد کبھی اس قسم کی بات اس
مقلد کے بارے تحریر نہیں کرتا جو انہوں نے کی ہے مجتہدین کے دروس میں جب طالب علم
درس پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ اپنے استاد پر بڑے بڑے سخت قسم کے اعتراضات کرتے
ہیں اور بعض مسائل میں ان سے اختلاف رائے بھی رکھتے ہیں اور اختلاف رائے رکھنے

میں سخت الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں لیکن کبھی کسی مجتہد نے اپنے شاگرد سے یہ نہیں کہا کہ تو اعتراض کرنے اور میری رائے کو رد کرنے اور میرے نظریہ کے خلاف نظریہ اختیار کرنے کی وجہ سے شرارتی ہے، جاہل ہے۔، اور بد باطن ہے،

سر پرست لکھتے ہیں

لکھتے ہیں ''خمس ضروری بھی ہے اور فروع دین میں سے اہم فرع بھی۔''

تبصرہ:

ان کا یہ تحریر کرنا کہ ''خمس ضروری بھی ہے'' ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ یہ شخص اس جگہ کہہ رہا ہے کہ خمس ضروری بھی ہے ہمارا سوال ہے اگر خمس آپ کے نزدیک ضروری ہے تو پھر جو چیز اسلام میں ضروری ہوتی ہے اس کا منکر تو اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ آپ تو ابھی ابھی اوپر لکھ آئے ہیں کہ خمس کو ضروری قرار نہ دینے والا اسلام سے خارج نہیں ہے...... آپ کی کون سی تحریر کو مانیں؟ جو آپ نے اوپر لکھا ہے اسے مانیں یا آپ کے اس جملہ کو مانیں۔ درحقیقت وہ اس جملے سے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں انہوں نے اپنی تحریر میں اس جملہ کو موٹے حروف میں بھی لکھا ہے تا کہ لوگ اس لفظ ضروری کو پڑھ کر یہ سمجھیں گے کہ جو ایران کے مجتہدین نے فتوے دیئے ہیں یا ان کے خلاف جو بات کی گئی ہے وہ بات غلط ہے...... بھائی بات خمس کے فروعات سے ہونے کی نہیں ہے بلکہ بات ہو رہی ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے یا ضروریات دین سے نہیں ہے۔ جس شخص نے سر پرست سے سوال کیا تھا اس نے یہ پوچھا تھا کہ ''جنگی مال غنیمت سے خمس کا انکار کرنیوالا مذہب شیعہ سے خارج ہو جائے گا یا نہیں ہوگا؟'' جس کا جواب سر پرست صاحب نے دیا کہ ''وہ مذہب سے اس انکار کی وجہ سے خارج نہ ہوگا......'' ہمارا اب

بھی سرپرست اعلیٰ سے وہی سوال ہے کہ وہ ہاں یا نہ میں جواب دیں ۔ کہ ''خمس ضروریات دین سے ہے یا ضروریات دین سے نہیں ہے؟'' اس میں لمبی چوڑی تفسیر و تشریح کی ضرورت ہے اور نہ ہی بحث کی ضرورت ہے نہ کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت ہے اس کا جواب ہاں یا نہ میں دیں اگر آپ کہتے ہیں خمس ضروریات دین سے نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے جون 1999 میں جواب دیا اور اب فروری 2002 کے شمارہ میں بھی یہی جواب دیا ہے......تو دوسرا سوال ہے کہ کیا آپ کے نزدیک خمس دینا ضروریات مذھب سے ہے یا ضروریات مذھب سے نہیں ہے؟ اس بارے بھی وہ جواب دے چکے ہیں کہ خمس کو ضروریات مذہب سے نہ سمجھنے سے کوئی شخص مذہب شیعہ سے خارج نہیں ہوتا۔

سرپرست لکھتے ہیں

''میری قوانین الشریعہ میں دوسرے مجتہدوں کی طرح باقاعدہ باب الخمس موجود ہے۔''

تبصرہ

ٹھیک ہے کہ باب الخمس موجود ہے۔ لیکن یہ بات آپ کو فائدہ نہ دے گی ۔ کیونکہ دوسرے فقہاء نے خمس کو ضروریات دین سے قرار دیا ہے اور اس کے منکر کو کافر کہا ہے جب کہ آپ یہ نہیں کہتے ۔

سرپرست لکھتے ہیں

''اس میں خمس کو اسلامی واجبات میں سے ایک عظیم الشان فریضہ تسلیم کیا گیا ہے۔''

تبصرہ

ٹھیک ہے آپ نے خمس کو ایک فریضہ کے عنوان سے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔ لیکن آپ اس فریضہ کو دین اور مذہب کی ضروریات سے قرار نہیں دیتے جو بات محل اختلاف ہے۔ آپ کی یہی بات نہ ہمیں سمجھ آتی ہے اور نہ ہی کسی اور کو سمجھ آئے گی کہ جس کو آپ فریضہ تسلیم کرتے ہیں ...... پھر اسے ضروریات دین سے کیوں نہیں قرار دیتے یا کم از کم خمس کے فریضہ کو ضروریات مذہب سے ہی قرار دے دیتے ...... آپ تو خمس کو نہ ضروریات دین سے سمجھتے ہیں اور نہ ہی ضروریات مذہب سے ...... پھر اپنے بیچارے مقلدین کو یہ ہی بتا دیتے کہ کسی حکم کو ضروری قرار دینے کا آپ کے نزدیک معیار کیا ہے؟

سرپرست لکھتے ہیں

''اور خمس ادا کرنے کے فضائل اور نہ دینے کی مذمت میں آیات و احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔''

تبصرہ

ہم جانتے ہیں آپ نے اپنی کتاب میں یہ تو لکھا ہے لیکن آپ اس فریضہ کو ضروریات دین سے کیوں قرار نہیں دیتے؟ اس کی وجہ بیان کریں؟

سرپرست لکھتے ہیں

''اور اس کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔''

تبصرہ

اسرار ورموز بیان کرنا اور بات ہے اور خمس کو ضروریات دین سے قرار دینا اور بات ہے جس کے آپ انکاری ہیں۔

سرپرست لکھتے ہیں

''اور زکات کے عوض سادات کے لئے ہم نے فلسفہ بھی بیان کیا ہے۔''

تبصرہ

فلسفہ تو بیان کیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے خمس کی ادائیگی کے وجوب کو ضروریات دین و مذہب سے قرار نہیں دیا اس بات کی وضاحت چاہیئے۔

سرپرست لکھتے ہیں

اور یہ صفحہ 438 سے لے کر 453 تک پھیلا ہوا ہے اور خمس کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

تبصرہ

کتاب میں ایسا ہی ہے لیکن ہمارا سوال اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

لغت اور قرآن وسنت سے غنیمت کے عمومی معنوں کی توضیح بھی کی گئی ہے۔

مکمل تبصرہ

دوسرے فقہاء کی فقہی کتابوں میں خمس کو ضروریات دین سے قرار دیا گیا ہے، اس وقت ہمارے پاس فقہی مسائل کی کتاب عروۃ الوثقیٰ ہے جو حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد

کاظم یزدیؒ کی کتاب ہے اور اسی کتاب پر کافی عرصہ سے اِن کے بعد جتنے مجتہدین آ رہے ہیں وہ اپنے اختلافی نوٹ اور فتاوی درج کر دیتے ہیں اس کتاب میں انہوں نے لکھا ہے خمس فرائض سے ہے۔ خمس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کی اولاد کے لئے زکات کے عوض قرار دیا ہے۔ ان کے احترام اور عزت کے لئے اور جو خمس کا ایک درہم روک لے تو وہ ان پر ظلم کرنے والوں میں شامل ہوگا اور ان کے حق کو غصب کرنے والوں سے ہوگا بلکہ جو خمس کو حلال قرار دے اور خمس کو واجب قرار نہ دے وہ کافروں سے ہے۔

قوانین الشریعہ اور باقی فقہی کتابوں میں ایک فرق

علمائے کرام نے خمس کو فقط یہ نہیں کہا کہ یہ ایک فریضہ ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ فریضہ ضروریات دین سے بھی ہے اور اس کا انکار کرنیوالا اسلام سے خارج ہے۔

لہذا سرپرست صاحب کی کتاب قوانین الشریعہ اور فقہ کی باقی کتابوں میں واضح فرق موجود ہے اور جو کچھ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اس میں فقط ایک حصہ جو سادات کا ہے اسے قبول کیا ہے اور جو امام (علیہ السلام) کا حصہ ہے اسے قبول نہیں کیا۔ سوال کرنے والے نے ان سے جو سوال کیا تھا وہ بھی اسی حوالے سے تھا کہ اگر خمس جو کہ مال سادات سے دینا ہے۔، آپ کے نزدیک ...... اگر کوئی یہ کہے کہ اس دور میں مال سادات دینا واجب نہیں ہے اور وہ اس کا انکار کر دے تو اس انکار کرنے کی وجہ سے کیا وہ شیعہ مذہب سے نکل جائے گا ...... یہ سوال اس شخص کا تھا ......

ہمارا اب بھی یہی سوال ہے آپ نے قوانین الشریعہ میں جو فتویٰ دیا ہے، اس کے مطابق جو شخص مال سادات کے ضروری ہونے کا انکار کر دے وہ مذہب شیعہ پر رہیگا یا

نہ رہے گا؟......

لمبی چوڑی بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ کسی کو گالی دینے کی ضرورت ہے نہ کسی پر تہمت لگانے کی ضرورت ہے اس کا جواب ہاں یا نہ میں دیں۔آپ کے فتویٰ کے مطابق جو شخص یہ کہے کہ مال سادات دینا واجب نہیں ہے تو کیا وہ مذہب شیعہ سے ہے یا نہیں ہے؟اگرچہ ہمیں آپ کے اس فتویٰ پر اعتراض ہے اور آپ نے اس فتویٰ کی جو بنیاد بنائی ہے اس کا تسلی بخش جواب ہم اسی کتاب میں آگے چل کر دیں گے۔

ہمارے مجتہدین جن کی ہم تقلید کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اس دور میں مال امامؑ دینا واجب ہے اور مال سادات دینا بھی واجب ہے ایک تو وہ یہ کہتے ہیں اور دوسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص خمس کو ضروریات دین میں سے نہیں سمجھتا وہ دین سے خارج ہے۔ مذہب کی تو بات ہی بعد میں ہے یعنی وہ مسلمان ہی نہیں رہتا، ہمارے مجتہدین یہ کہتے ہیں ......اب آپ جو کہ فقط مال سادات دینے کا کہتے ہیں۔ جو کہ آپ کی اپنی تخلیق و پسند ہے۔

ہاں تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس دور میں اگر ایک شخص یہ کہے کہ مال سادات دینا ضروری نہیں ہے اور اس کے ضروریات مذہب سے ہونے کا انکار کرے تو کیا وہ مذہب شیعہ میں رہے گا یا نہیں رہے گا؟

سرپرست لکھتے ہیں ازالہ اشتباہ :

یہ ان کی عبارت ہے...... ''بعض فتنہ پردازوں نے اس بحث کے ڈانڈے میرے لمحہ فکریہ کے ساتھ ملانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جو کہ قوانین الشریعہ کی ج ۲ کے آخر میں مذکور ہے کہ اس میں خمس کا انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک علمی اور تحقیقی مقالہ ہے

جو زکات وخمس کے بارے میں فقہاء شیعہ کی خصوصی توجہ کے لئے سپرد قلم کیا گیا ہے نہ کہ عوام کالانعام کے لئے اور نہ ہی نیم ملاؤں کے لئے علاوہ بریں وہ میرا نظریہ نہیں ہے بلکہ صرف لمحہ فکریہ ہے''۔

تبصرہ

پہلی بات تو یہ ہے موجود سوال کرنے والے نے کہیں بھی لمحہ فکریہ سے ڈانڈے نہیں ملائے اور نہ ہی لمحہ فکریہ والی عبارت کو بنیاد بنا کر سوال کیا گیا ہے...... یہ بات تو چور کی داڑھی میں تنکے والی بات ہے...... دوسری بات یہ ہے صاحب...... جو آپ کی مخالفت کرے وہ آپ کے نزدیک فسادی اور شرارتی ہے یہ کیسی بات ہے؟ کیونکہ سارے تو آپ کے مقلد نہیں ہیں اب اگر کوئی آپ کے فتوی کی مخالفت کردے تو وہ فتنہ پرداز ہوگا یعنی دیندار وہ رہیں گے جو آپ کی ہر بات کو تسلیم کرتے ہیں جو آپ کی بات کو تسلیم نہ کریں۔ وہ دین داراور اسلام سے خارج ہوں گے۔ آپ نبی یا امام ہیں کہ آپ کی مخالفت کرنے والا شیطان اور شرارتی بن جاتا ہے؟! کتنا بڑا جملہ آپ نے اپنی تحریر میں لکھ دیا ہے...... کچھ تو خوف خدا کریں!! اگر آپ خمس کے ضرویات دین ہونے کا انکار کردیں آپ تو مسلمان ہی رہتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص آپکی رائے کے خلاف کوئی رائے دے دے تو وہ آپ کے نزدیک فتنہ پرداز ہونگے سراسر زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

علامہ محمد حسین کے لمحہ فکریہ پر سیر حاصل بحث

سرپرست لکھتے ہیں

پھر کہتے ہیں ''کہ لمحہ فکریہ میرا ایک علمی اور تحقیقی مقالہ ہے......

تبصرہ

تسلیم کرلیا کہ وہ آپ کا تحقیقی مقالہ ہے اور لمحہ فکریہ......شیعہ فقہاء کی خصوصی توجہ کے لئے سپرد قلم کیا گیا ہے...... کس لئے سپرد قلم کیا گیا ہے؟ فقہاء دین کے لئے، مجتہدین کے لئے، اب میں، آپ سے پوچھ رہا ہوں جناب سرپرست صاحب...... خدارا کچھ تو انصاف کریں یہ فقہاء شیعہ جو ایران اور عراق میں بیٹھے ہیں کیا وہ اردو جانتے ہیں؟ جب آپ ان کے لئے لکھ رہے تھے پھر تو آپ عربی میں ان کو لکھ کر بھیجتے تاکہ وہ پ کا تحقیقی مقالہ پڑھ لیتے اور آپ کے لمحہ فکریہ پر اپنی رائے دیتے۔ یا کم از کم آپ کی فکر انگیز تحریر کو پڑھ کر کچھ سوچنے پر مجبور ہوتے جب آپکے بقول جو آپ کے شیعہ فقہاء کو جھنجھوڑ رہے ہیں اور انہیں ایک مسئلہ کی طرف متوجہ کر رہے ہیں تو یہ بات ان کی زبان میں ہونا چاہیے تھی آپ اس لمحہ فکریہ کو یا تو عربی میں لکھتے یا فارسی میں لکھتے، اردو میں لکھنے کا کیا فائدہ؟ آپ کا اردو میں لمحہ فکریہ لکھنا بتا رہا ہے کہ بات وہ نہیں ہے جسے آپ کہہ رہے ہیں بلکہ اس تحریر سے عوام کو شیعہ فقہاء کے خلاف بڑھکانا اور ان کی اہانت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

کہ ''یہ لمحہ فکریہ شیعہ فقہاء کی خصوصی توجہ کے لئے سپرد قلم کیا گیا ہے نہ کہ عوام

کالانعام کے لئے ......''

تبصرہ

سرپرست کا تکیہ کلام ہے کہ وہ ہمیشہ شیعہ عوام کو کالانعام کہہ کر پکارتے ہیں جسکا معنی یہ کہ عوام تو جانوروں کی طرح ہیں ان میں تو سوچ ہے ہی نہیں عقل وفکر سے عاری ہیں۔ جن عوام کو آپ جانوروں کی مانند قرار دے رہے ہیں، آپ کے نزدیک عوام تو ہو گئے جانور...... بھئی اردو تو یہی جانور بولتے اور جانتے ہیں۔آپ کا لمحہ فکریہ تو انھوں نے پڑھنا ہے...... اور پڑھ لیا ہے۔ پھر تبصرہ بھی بقول آپ کے ان جانوروں ہی نے کرنا ہے آپ اس پر سیخ پا کیوں ہو گئے ہیں؟!

سرپرست لکھتے ہیں

پھر کہتے ہیں......، اور نہ ہی ان نیم ملاؤں کے لئے......

تبصرہ

چلو خیر ہم تو ہو گئے نیم ملا...... اگر ہمارے اور ہم جیسوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ نہیں تھا تو پھر اسے اردو میں کیوں لکھا......؟ میں کہتا ہوں آپ ہمیں بھی عوام سے سمجھیں۔ ہم بھی عوام میں شامل ہیں تو ہمارے لئے تو آپ کا یہ لمحہ فکریہ ہے ہی نہیں۔تو جب ہمارے لئے نہیں ہے تو پھر اسے اردو میں لکھنے کا کیا مقصد ہے؟ قوانین الشریعہ کی ج نمبر۲ میں آپ نے اسے اردو میں لکھا ہے جس کو اہل سنت اور وہابیوں نے بھی پڑھنا ہے، جس کو شیعوں کے مخالفین نے بھی پڑھنا ہے۔آپ لکھ رہے ہیں لمحہ فکریہ شیعہ فقہاء کے لئے ہے بقول آپ کے...... اور پھر اسے چھاپ رہے ہیں پاکستان میں اور وہ بھی اردو میں...... اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اردو بولنے والوں کے لیے لکھا گیا ہے اور پاکستان میں رہنے

والوں کے لیے لکھا ہے ......جن کے لیے آپ لکھ رہے ہیں ان کی زبان عربی ہے یا فارسی اور جو آپ کا مقصود نہیں ہیں ہو اردو بولتے اور پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی اور ترجمہ کردے......تو آپ کہیں گے کہ ترجمہ کرنے والا شرارتی ہے......تو پھر خود ہی عربی میں لکھ کر فقھاء کو بھیج دیتے جن کو جھنجوڑنا تھا جو قم المقدسہ اور نجف اشرف میں بیٹھے ہیں ...... بقول آپ کے یہاں تو کوئی مجتہد ہے ہی نہیں جس کو آپ کہہ رہے ہوں یہاں تو وہی عوام ہیں یا نیم ملا ہیں جن کو آپ جانوروں کی مانند قرار دے رہے ہیں بھئی اس لمحہ فکریہ کو تو انہوں نے پڑھا ہے جب انہوں نے پڑھا ہے تو انہوں نے تو وہی کہنا ہے جو انہیں سمجھ ہے۔ جب سرپرست نے لمحہ فکریہ کی بات خود ہی چھیڑ دی ہے جسے وہ اپنی فکر انگیز تحریر قرار دیتے ہیں ذرا اسے بھی ملاحظہ فرمائیں ...... تاکہ ہمارے قارئین کو سرپرست کی اصلی سوچ کا اندازہ ہو جائے......

لمحہ فکریہ سرپرست صاحب کا قوانین الشریعہ ج ۴ ص ۱۵۶ ملحق نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

سرپرست لکھتے ہیں

اس لمحہ فکریہ کا آغاز اس طرح کرتے ہیں

''شیعہ فقہاء عصر زیدت توفیقاتھم کے لئے لمحہ فکریہ۔''

تبصرہ

یعنی خطاب شیعہ فقہاء کو ہے لیکن افسوس ہے اسے اردو میں لکھ بیٹھے جو انہیں نہیں لکھنا چاہیے تھا ان کو عربی میں لکھنا چاہیے تھا۔ یا فارسی میں لکھنا چاہیے تھا ہم نے تو یہی سمجھا ہے کہ شیعہ فقھاء کے خلاف شیعہ عوام کو بھڑکانے کے لیے اسے تحریر کیا گیا ہے

اب ذرا جملوں پر غور فرمانا۔

سرپرست لکھتے ہیں

''اگرچہ ہمارے علماء وفقہاء دوسرے اسلامی مذاہب ومسلک کے بالمقابل بڑے فخر وناز سے یہ دعوی کیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جب کہ برادران اسلامی کے ہاں مدتوں سے یہ دروازہ بند ہے اور وہ اسے کھولنے کے لئے ہاتھ پاؤں تو بہت مارتے ہیں مگر جرات نہ ہوئی ''شاید مردے از غائب آید و کارے بکند'' لیکن اگر بہ نظر انصاف تمام حالات وکوائف کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں بھی صرف نام کی حد تک یہ دروازہ کھلا ہوا ہے مگر جہاں تک کام کا تعلق ہے تو عملاً ہمارے ہاں بھی یہ دروازہ بند ہی ہے''۔

تبصرہ

اس تحریر کا انداز تخاطب بتا رہا ہے کہ خطاب شیعہ عوام کو ہے نہ کہ شیعہ فقھاء کو

عزیز قارئین! آپ سچ بتائیں اور انصاف کریں تھوڑی سی مہربانی کر کے ذرا تعصب سے ہٹ کر سوچیں، شخصیت پرستی چھوڑ کر، یہاں پر کیا اس شخص نے اس ایک جملہ سے ہماری ساری تاریخ اجتہاد کو برباد نہیں کیا؟ کہتے ہیں ''ہمارے علماء وفقہاء ...... دوسرے اسلامی مذاہب سے بڑے فخر کیساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں دروازہ اجتہاد کھلا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے'' یعنی ہمارے علماء جھوٹے ہیں ...... وہ کہتے ہیں ...... کہ عملاً ہمارے علماء کرام نے اجتہاد کیا ہی نہیں ...... ہمارے ہاں بھی دروازہ اجتہاد بند ہے ...... اور یہ سب کچھ اردو میں لکھ رہے ہیں اور یہی جملے اغیار نے پڑھنے ہیں۔ یہ شخص جو خود کو مجتہد کہتا ہے وہ شیعہ مخالفین کو کیا پیغام دے رہا ہے؟ اور یہ

تبصرہ

عبارت وہ لکھ رہا ہے جو خود کو صدر المحققین کہتا ہے ان کے بعض ہمدرد اور مقلدین انہیں کائنات کا بڑا مجتہد کہتے ہیں۔ آپ انصاف کریں۔ یہی عبارت جب ہمارا غیر پڑھے گا، ایک وہابی پڑھے گا، ایک اہل سنت کا عالم پڑھے گا وہ تو یہی کہے گا کہ شیعہ کا مجتہد یہ اقرار کررہا ہے کہ ہمارے ہاں بھی اجتہاد کا دروازہ بند ہی ہے، شیعوں نے بھی اجتہاد کے میدان میں کوئی کام نہیں کیا...... کیونکہ ہمارا مخالف تو اس لکھنے والے کی اصلیت سے واقف نہیں ہے لکھنے والے نے اپنے نام کے ساتھ شیعہ مجتہد چسپاں کر رکھا ہے ہمارا مخالف بحث کے دوران یہ کہے گا کہ خود شیعوں کا مجتہد اس بات کو تسلیم کررہا ہے کہ ہمارے فقہاء جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہیں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور اہل سنت کے ہاں بند ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالتے ہیں معاملہ برعکس ہے۔ جبکہ حقائق گواہ ہیں کہ ہمارے مذہب میں اجتہاد کے بارے کتابیں بھری پڑی ہیں اس کا تو جواب ہماری کتابیں ہی ہیں...... جبکہ سرپرست صاحب شیعہ فقہاء پر تہمت لگاتے ہوئے حملہ کررہے ہیں کہتے ہیں کہ ان شیعہ فقہاء کو پتہ ہی نہیں کہ کس چیز کو اجتہاد کہتے ہیں؟ چونکہ آگے جو انہوں نے تفصیل دی ہے جس میں وہ کہتے ہیں میں نے بعض زکات کی جزئیات اور خمس کے بارے میں سوال اٹھایا ہے کہ ہمارے مجتھدین اس بارے میں اجتہاد کریں تو اس کا مطلب یہ ہوا انہوں نے ابھی تک اس بارے اجتہاد نہیں کیا تو لہذا ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔

بہرحال ان کی یہ تحریر مذہب شیعہ کو کمزور کرنے اور شیعہ مخالفین کے نظریات کو سپورٹ دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہمارے بعض نادان اور ناسمجھ دوست کہتے ہیں مولانا

صاحب یہ تو علمی بحثیں ہیں اور علمی بحث علمی فورم پر ہوتی ہے علمی بحث کو عوام میں نہیں کیا جاتا اب اس کا جواب یہ ہے کہ سر پرست صاحب نے اس بات کو اردو میں لکھ کر اور پھر اسے اپنی کتاب میں شائع کر کے اور دقائق اسلام میں اس کا دوبارہ حوالہ دیکر خود ہی اس بحث کو عوام میں لائے ہیں تو اس کا جواب بھی عوام میں دینا ہوگا۔ ورنہ مذہب شیعہ کے خلاف جو خفیہ سازش کی گئی ہے وہ کامیاب ہو جائے گی۔ اس وقت ہم اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

مجھ سے ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ مولانا یہ تو علمی بحثیں ہیں، ان بحثوں کو آپ علماء حضرات آپس میں بیٹھ کر کرلیں۔ بھائی اگر بات مدرسہ میں رہتی تو مدرسہ میں ہوتی، ہم نے تو بازار میں یہ بحث نہیں پہنچائی۔ مولانا صاحب نے لمحہ فکر یہ لکھ کر اس بحث کو عوام میں پہنچایا ہے، بھائی اگر مولانا نے یہ بحث اردو میں لکھ کر پہنچائی ہے تو پھر اس پر تبصرے بھی اردو میں ہونگے پھر ان تبصروں کو مولانا صاحب برداشت بھی کریں، اور ان کے مقلدین بھی حوصلہ سے ان تبصروں کو پڑھیں۔

اس تحریر میں کیوں کہتے ہیں کہ یہ مقالہ میں نے فقہاء کے لئے لکھا ہے اگر فقہاء کے لئے لکھا تھا تو ان کی زبان میں لکھتے اگر ہم ترجمہ کر کے فقہاء کو دے دیں اور وہ اس کی روشنی میں جواب دے دیں تو وہ کہیں گے کہ یہ ترجمہ کرنے والے جاہل ہیں، ان پڑھ ہیں، بدباطن ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے۔؟ آپ تو خود ترجمہ کر سکتے ہیں...... آپ تو فارسی وعربی سے واقف ہیں آپ خود ترجمہ کر کے فقہاء شیعہ کو دیں اور خود ان کے پاس جاکر ان سے بحث کرلیں۔ آئیں مل کر قم المقدسہ یا نجف اشرف چلے جاتے...... حالانکہ جو کچھ اس شخص نے تحریر کیا وہ اس تحریر میں جھوٹ بول رہا ہے بلکہ مذہب شیعہ میں اپنے نام کے ساتھ اجتہاد کا ٹائٹیل لگا کر شیعہ مخالفین کو سپورٹ دے رہا ہے اور سادہ شیعہ عوام

کوشیعہ فقہاء کے خلاف بھڑکا رہا ہے وہاں فقہاء کے درس خارج میں بیٹھ کر فقہاء سے علمی بحث کریں۔ جو مجتہد ہوتے ہیں وہ مجتہدین کے درس میں بیٹھ کر ایک مسئلہ پر کئی کئی دن بحث کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے دلائل کو سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے علمی مقام سے واقف ہوتے ہیں۔ وہاں پر اجتہاد کے دعویداروں پر ان کی حقیقت حال بھی روشن ہو جاتی ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

سرپرست صاحب لکھتے ہیں...... فقہ جعفریہ میں کئی مسائل موجود ہیں جن میں دور جدید کے تقاضوں کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کی سخت ضرورت ہے مگر ہمارے فقہاء کے جمود کا یہ عالم ہے کہ وہ مشہور روایت سے ذرہ برابر ادھر ادھر ہونا گوارا نہیں کرتے میں کئی مرحوم اور زندہ حضرات کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جو ان مسائل میں عصر نو کے مطابق اجتہاد کو محسوس کرتے تھے اور کرتے ہیں اور ایک عندیہ بھی فی الجملہ رکھتے ہیں۔ مگر ایک طرف علماء کی انگشت نمائی اور دوسری طرف عوام کالانعام کی غوغا آرائی کے ڈر سے اپنے اجتہاد کے نتائج کو صفحہ قرطاس پر یا منظر عام پر لانے کی جرأت نہیں کرتے گویا زبان حال سے کہہ رہے ہیں افسوس بے شار سخنائے گفتنی خود از فساد خلق سے ناگفتہ بہ رہ گئے۔

تبصرہ

قارئین کرام اس پوری عبارت کو غور سے پڑھیں دیکھیں اس میں عوام کو فقھاء کی کمزوری کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے نہ کہ فقہاء کو خطاب کر کے ان سے کچھ سوچنے کا کہا جارہا ہو۔ آپ غور کریں ان کی یہی عبارت توہین فقہاء پر مبنی ہے یہاں پر فقہاء کرام کی

توہین نہیں تو اور کیا ہے۔ سرپرست صاحب لکھ رہے ہیں ہمارے فقہاء اتنے ڈرپوک ہیں کہ عوام کالانعام سے ڈرتے ہیں۔ عوام کی بھی توہین کر رہے ہیں کہ انہیں جانوروں کی مثل قرار دے رہے ہیں۔

آئمہ معصومین (علیہم السلام) کی سیرت و کردار میں تو یہ نہیں ملتا کہ وہ عوام کو ان الفاظ کے ساتھ یاد کریں جبکہ یہ شخص ہر جملے پر عوام کالانعام کہتے چلا جا رہا ہے۔ یعنی عوام جانوروں کی طرح۔ جب کہ یہی عوام تو ہیں جو ہمارا سرمایہ ہیں، انہی عوام پر ہی تو علماء کرام نے کام کرنا ہے اور انہیں نیکی کا راستہ دکھانا ہے جن کو جانوروں کی مانند کہہ کر یاد کر رہے ہیں یہی عوام ہیں جن کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء و رسل کو بھیجا...... آپ ملاحظہ فرمائیں فقہاء کرام کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہو گی؟ وہ تحریر کر رہے ہیں ''کہ بعض لوگ اجتہاد تو کرنا چاہتے ہیں لیکن عوام کے ڈر سے نہیں کرتے۔ اور یہ کہ دوسری طرف علماء کرام کی انگشت نمائی کا ڈر ہے......'' کاش سرپرست صاحب ان مجتہدین کے نام ہی دے دیتے جو اجتہاد کرنا چاہتے تھے۔ مگر عوام کے ڈر سے انہوں نے اجتہاد نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک تو ہمارا مجتہد ڈرپوک نہیں ہوتا، ہمارا مجتہد شجاع ہوتا ہے وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا نہ اسے عوام کا خوف ہوتا ہے جسے وہ حق سمجھتا ہے وہ اسے کہتا ہے اور ہماری کتابیں اس قسم کے اجتہادات سے بھری پڑی ہیں، جدید مسائل پر بھی انہوں نے اجتہاد کیا ہے اور بہت ساری تبدیلیاں زمانہ کے تقاضوں کو دیکھ کر لائے ہیں ہمارے فقہاء نے خاص کر موجودہ دور میں تو زمان و مکان کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن جہاں پر انہیں تبدیلی کی گنجائش ملتی ہے اور جہاں انھیں قرآن و سنت اجازت دیتے ہیں. وہاں تبدیلیاں لاتے ہیں۔ ہمیں یہاں پر مثالیں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت ہے علماء

کرام کا کام ہے وہ اگر کوئی اس چیز کو جاننا چاہتے ہیں تو بسم اللہ قم المقدسہ تشریف لے جائیں جہاں پر ہزاروں کی تعداد میں مجتہدین موجود ہیں اور وہاں پر بیٹھیں گے تو وہ آپ کو بتائیں گے کہ کس کس مسئلہ پر کیا اجتہاد ہوا ہے؟ وہ آپ کو بتائیں گے کہ فلاں مسائل پر اجتہاد ہوا ہے یا نہیں ہوا اگر آپ کسی مسئلہ میں مخالف رائے رکھتے ہیں تو آپ ان سے علمی بحث بھی کرنا یہ بحث تو عوام کی نہیں ہے یہ بحث علمی ہے تو پھر علمی اداروں میں جا کر کریں۔ اور علمی فورم پر کریں۔ ان بحثوں کو عوام میں نہ لائیں ایسا کرنا ایک بڑی علمی خیانت ہے جس کا یہ شخص ارتکاب کر رہا ہے۔ مرکز اجتہاد میں جا کر مسند اجتہاد پر فائز افراد سے بحث کرنا ہوگی اور کسی مسئلہ میں اجتہاد کی ضرورت ہے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ بھی وہی پر کرتا ہوگا۔

سرپرست لکھتے ہیں

فرماتے ہیں ''کہ سردست دوسرے مسائل کو چھوڑ کر زکات اور خمس کے مسائل ہی لے لیجئے۔ ان کی وجہ سے آج کس قدر الجھاؤ، پیچیدگی اور سراسیمگی پائی جاتی ہے ہمارے فقہاء کرام ہیں کہ مجتہد ہوتے ہوئے بھی جادہ تقلید کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

تبصرہ

لمحہ فکریہ کی ہر سطر آپ پڑھتے جائیں اور سرپرست کی دیانت و امانت کا ماتم کرتے جائیں انہوں نے تو دقائق اسلام میں یہ لکھا کہ میں لمحہ فکریہ فقہاء کے لیے لکھا ہے لیکن یہاں پر تو فقہاء کی کمزوریاں اور ان نقائص سے عوام کو آگاہ کیا جا رہا ہے کسی بھی جگہ فقہاء سے بات نہیں ہو رہی اب اسی تحریر میں دیکھ لیں ...... کہتے ہیں ...... زکات اور خمس

کے بعض مسائل جن میں الجھاؤ ہے۔ پیچید گی ، ہے سراسیمگی ہے، لیکن ہمارے فقہاء مجتہد ہوتے ہوئے بھی تقلید کو نہیں چھوڑتے ...... یعنی ان کے اجتہاد پر بہت بڑا اعتراض کر رہے ہیں وہ کہہ رہ ہیں کہ ہمارے یہ فقہاء خود کو مجتہد کہتے ہیں لیکن اصل میں وہ مقلد ہیں اور تقلید چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس جگہ مسئلہ کیا ہے مسئلہ خمس اور زکات ہے...... مسئلے کو آگے بیان کرتے ہیں ...... انہوں نے دقائق اسلام کے شمارہ جنوری فروری ۲۰۰۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ ''میرے لحہ فکریہ کو لے کر الٹی سیدھی باتیں کی گئیں''۔ بھئی کوئی الٹی سیدھی باتیں کسی نے نہیں کیں یہ خود آپ کی تحریر ہے جو کچھ اس سے سمجھا گیا وہی کہا گیا ہے جو آپ نے لکھا ہے اسی کو بیان کیا گیا ہے آپ کی اپنی تحریر الٹی سیدھی ہے جسے عوام میں آپ لائے ہیں۔ اس تحریر میں آپ نے شیعہ فقہاء کے خلاف شیعہ عوام کو بھڑکایا ہے اور شیعہ فقہاء پر ایک سے ایک حملے کئے ہیں اور اس قسم کی تحریر کا لازمہ یہ بنتا ہے کہ سرپرست صاحب خود کو سب سے بڑا مجتہد جانتے ہیں اسی لیے تو دوسرے فقہاء پر چڑھائی کر رہے ہیں کہ وہ مقلد ہیں مجتہد ہیں ہی نہیں۔

متعلقہ موضوع کا عقلی اور معاشرتی پہلو

سرپرست لکھتے ہیں

متعلقہ موضوع کا عقلی اور معاشرتی پہلو، سب فقہاء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زکات ان ضروریات دین میں سے ہے جس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوتا ہے۔

تبصرہ

مولانا صاحب زکات کو ضروریات دین سے سمجھتے ہیں اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ جو زکواۃ کو دین کی ضروری بات نہیں سمجھتا وہ اسلام سے خارج ہے لیکن مولانا خمس کو

ضروریات دین سے نہیں سمجھتے ۔ اس لئے یہاں بھی نہیں لکھا ۔ ان کا یہ جملہ کہ زکواۃ ان ضروریات دین میں سے ہے جن کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے یعنی ان کے نزدیک بعض ضروریات دین ایسے بھی ہیں جن کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا ۔

سرپرست لکھتے ہیں

یہ بھی سب مانتے ہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا رکن نماز ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ نماز کی قبولیت کا دارومدار زکات کی ادائیگی پر ہے ۔

تبصرہ

نماز کی قبولیت کا دارومدار اخلاص اور ولایت اہل بیت(علیہم السلام) پر ہے سرپرست کی اس تحریر سے بھی بہت کچھ سمجھا جا سکتا ہے ...... ادائیگی زکات نماز کی قبولیت کے لیے نہیں نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے بلکہ نماز کی صحت کا دارومدار بھی فقط زکات کی ادائیگی پر نہیں بلکہ اسلام کے تمام مالی فرائض کے ادا کرنے پر ہے کیونکہ غصبی لباس اور غصبی جگہ پر نماز صحیح نہیں ہوتی ممکن ہے ایک شخص زکواۃ دیتا ہو لیکن کسی کا شخص مال چوری کر کے اس سے نماز کا لباس بنایا ہو یا ایسی جگہ نماز پڑھے جس کا مالک راضی نہ ہو تو بھی نماز درست نہ ہو گی ۔ اس جگہ سرپرست صاحب نے فقھی مسئلہ بیان کرنے میں بھی خطاء و غلطی کا ارتکاب کیا ہے یا پھر مسئلہ کی عمومیت سے ناواقف ہیں ۔ یا پھر زکات کے علاوہ اسلام میں کسی اور مالی فریضہ کے قائل ہی نہیں ہیں اور پھر جس بات کا تعلق صحت نماز سے ہے اسے قبولیت نماز کی شرط قرار دینا بھی عجیب ہے ؟

سرپرست لکھتے ہیں

ہر جگہ نماز کے ساتھ زکات کا بھی تذکرہ ضرور کیا گیا ہے

نماز کے ساتھ زکات کے ذکر کا فلسفہ۔

تبصرہ

البتہ یہاں میں یہ وضاحت کروں گا کہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ جہاں جہاں زکات کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں لفظ زکات سے اسلام کے مالی حقوق اور نظام معیشت مراد لیا گیا ہے نا کہ اسلام کی اصطلاحی زکات والا معنی ...... چند آیات ہیں جن سے "یہ" اصطلاحی زکات جو نو چیزوں پر واجب ہے مراد لی گئی ہے۔ وگرنہ زکات سے مراد اسلام کا نظام معیشت ہے بلکہ عنوان زکات کو وسیع تر مفہوم کیلئے بطور اصطلاح استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے علم کی زکاۃ منصب کی زکاۃ بدن کی زکاۃ خدا کی طرف سے ملنے والی ہر نعمت کے بارے زکات ادا کرے کا حکم احادیث میں موجود ہے جو اس عنوان کی عمومیت کو بیان کر رہا ہے۔

چند آیات سے اصطلاحی زکواہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے وگرنہ جہاں جہاں زکات کا ذکر آیا ہے۔ اس سے عام معنی مراد لیا گیا ہے جو اصطلاحی زکات کو بھی شامل ہے اور اسلام کے دیگر مالی عناوین کو بھی شامل ہے۔ مجتہدین نے اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور جن مسائل کو مولانا صاحب چھیڑ رہے ہیں انکے بارے میں ہمارے موجودہ مجتہدین نے بحثیں کی ہیں زکات کے موضوع پر کئی کتابیں بازار میں آئی ہوئی ہیں اور انہوں نے ان تمام سوالات کا جواب وہاں پر دیا ہے۔ جن کو انہوں نے لمحہ فکریہ میں تحریر کیا ہے اور عوام کو یہ تاثر دیا ہے کہ ہمارے فقہاء نے کچھ نہیں کیا؟ اس تحریر سے انہوں نے عوام کو فقہاء اور مجتہدین سے متنفر کرنے کی سازش کی ہے اور بزعم خویش

خود کو سب سے بڑا مذہب کا ہمدرد ظاہر کیا ہے...... اور یہ سب کچھ ان کی تحریر سے سمجھا جا سکتا ہے۔

بہر حال مولانا صاحب نے یہاں پر زکات کے بارے میں کافی لمبی چوڑی تحریر لکھی ہے اس میں کہتے ہیں کہ زکات فقط نو چیزوں پر کیوں؟ اور یہ زکات باقی چیزوں پر کیوں نہ ہو؟ زکات فقط سونا اور چاندی سے اس وقت ہو جب وہ سکے کی شکل میں ہوں لیکن روپوں پونڈوں اور ڈالروں پر زکات کیوں نہیں؟ ارب پتی کا کیا بنے گا؟ بہر حال یہ ایک سوال ہے جس کا علماء نے بڑی تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے بلکہ یہ سوال تو حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام) پر بھی ہوا تھا مولانا صاحب نے یقیناً وہ روایت پڑھی ہوگی مولا(علیہ السلام) نے سائل کو جواب بھی دیا تھا کہ خدا نے فقط انہی چار غلات میں ہی زکواہ فرض کی ہے خدا کو پتہ تھا کہاں پر کیا ہوتا ہے؟ یہ سب کچھ ہماری کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ اور لمحہ فکریہ میں جو تحریر زکوۃ کے بارے ہے اسے بلا تبصرہ رہنے دیتے ہیں ہم نے زکات کے معنی کو حصہ اول میں بیان کر دیا ہے البتہ خمس کے بارے انہوں نے جو کچھ لمحہ فکریہ میں لکھا ہے اسے ہم اس جگہ دے رہے ہیں اور اس پر اپنا تبصرہ بھی کریں گے۔

کیا شیعی نظام معیشت میں توازن نہیں ہے

سرپرست لکھتے ہیں

لہذا یہاں پر ایراد وارد ہوسکتا ہے...... بلکہ اغیار کی طرف سے کیا بھی جاتا ہے۔ کہ شیعی نظام یعنی معیشت میں توازن نہیں ہے کہ ایک طرف تو جن غرباء و مساکین اور دیگر مستحقین سے دنیا بھری پڑی ہے ان کی گذر بسر کا یہ ناقص انتظام اور دوسری طرف سادات کرام کے محتاجوں کے لئے جن کی تعداد عام محتاجوں کے مقابلے میں آٹے میں نمک ہونے کے برابر بھی نہیں ہے ان کے گذر واوقات کے لئے ہر چیز میں خمس واجب ہے، تمام جانوروں پر واجب، درختوں پر واجب، باغوں پر واجب، کپڑوں پر واجب، زیوروں پر واجب، تمام غلوں اور پھلوں پر واجب، اور پھر سال کے اخراجات سے جو کچھ بچ جائے اس پر واجب، اس طرح بچے ہوئے آٹے پر واجب، گھی پر واجب، نمک پر واجب، مرچ پر واجب اور چائے کی پتی پر واجب باقی بچا کیا ؟ راکھ یا خاک...... پھر لطف بالائے لطف یہ ہے کہ وہ زکات جس کی ہماری نظروں میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ اس کی مسلمانوں سے وصولی اور جمع آوری کے لئے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں۔ حضرت امیر علیہ السلام اپنے ظاہری دور اقتدار میں عامل و محصل مقرر کرتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے نبیؐ و امام (علیہ السلام) کے کلام میں بھی ہے اور تاریخ اسلام میں بھی ہے۔

مگر وہ خمس جس پر آج اس قدر زور دیا جاتا ہے اور جسے زکات کے مد مقابل اور فروع دین میں سے ایک مستقل اور اہم فرع قرار دیا جاتا ہے۔

تبصرہ

اس جگہ پہلی بات تو میں پچھلی دہراؤں گا کہ سرپرست کی خمس سے متعلق گفتگو کا انداز اعتراض والا ہے اور یہ بات بھی عوام کے ذہن کو سامنے رکھ کر لکھ رہے ہیں اس تحریر کا انداز بتارہا ہے کہ ان کے مخاطبین فقہاء نہیں ہیں دوسری بات جسے انہوں نے بیان کیا ہے کہ اغیار کی طرف سے یہ ایراد کیا جاتا ہے کہ شیعی نظام معیشت میں توازن نہیں ہے...... آخر تک جو کچھ انہوں نے تحریر کیا ہے سرپرست سے سوال ہے کہ اغیار نے کس کتاب کے مقالے اور مضمون میں شیعی نظام معیشت پر یہ اعتراض کیا ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے؟ اس کا حوالہ دے دیں اور ان اغیار میں سے دو تین کے نام ہی بتا دیں کیونکہ اگر کوئی اس قسم کا اعتراض کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ اس شخص نے شیعہ نقطہ نظر کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ کیونکہ آج کے دور میں شیعہ مکتب ہی ہے جو ایک متوازن نظام معیشت تمام اقتصادی نظاموں اور سسٹموں کے مقابل میں پیش کرسکا ہے نہ فقط علماء اہل سنت اس کے معترف ہیں بلکہ دنیا کے دیگر فکری مکاتب والے جنہوں نے سرمایہ داری میں سوشلزم و کمیونزم کے نظریات ایجاد کیے ہیں وہ بھی یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ شیعی نقطہ نظر اقتصادی نظاموں میں سب سے بہتر اور متوازن نظام ہے اس کے لیے ہمارے مجتہدین و مفکرین نے اقتصادی نظاموں پر جو کتابیں تحریر کی ہیں ان کا مطالعہ کرلیں بالخصوص مفکر عالم اسلام شہید محمد باقر الصدرؒ کی کتاب اقتصادنا اور فلسفتنا کا مطالعہ کریں اور ان کے بعد ایرانی مفکرین اور دانشوروں نے اس موضوع پر جو تحقیقی کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرلیں...... حضرت آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی کی کتاب عدالت اجتماعی جوکہ اردو میں ہے اس کا مطالعہ کرلیں یا اقتصادی نظاموں کا تقابلی جائزہ حضرت

آیت مظاہر کی کتاب جن کا ترجمہ علامہ سید تقی نقوی نے کیا ہے اس کا مطالعہ کرلیں ...... پتہ چل جائے گا کہ شیعی نظام معیشت کیا ہے اور اس میں توازن ہے یا نہیں۔

تیسری بات میں یہ کہوں گا کہ میرے قارئین محترم آپ سرپرست صاحب کی اس تحریر کو دو تین بار پڑھیں اور کسی اور کو بھی پڑھائیں اور اس میں غور و دقت کریں، یہ سارے خیالات سرپرست کے اپنے ہیں۔ خود انہیں شیعی نظام معیشت کا پتہ نہیں ہے اور اس طرح کا اعتراض پیش کر دیا ہے اور اس کی نسبت اغیار کی طرف دے دی ہے...... بہرحال ان کی اس تحریر پر جتنا افسوس کریں کم ہے......

چوتھی بات میں یہ کہوں گا کہ سرپرست صاحب کی خود یہی تحریر اور اس کا انداز، اس کے یہی جملے ...... بغض و دشمنی سادات کو بیان کر رہے ہیں جس میں وہ کہتے ہیں...... کہ مگر وہ خمس جس پر اس قدر زور دیا جاتا ہے...... یعنی زور نہیں دینا چاہیے یہ بے جا زور دیا جاتا ہے، جسے زکات کے بالمقابل فروع دین سے قرار دیتے ہیں یعنی یہ بھی ایک جرم ہے کہ خمس کو زکات کے مدمقابل قرار دیا جاتا ہے۔ جب کہ زکوۃ اور خمس کا اس انداز سے تقابل کرنا ہی قابل مذمت ہے کیونکہ یہ دو فرائض جدا جدا ہیں ہر ایک کی اپنی اہمیت ہے دونوں فرائض کا اسلامی اقتصاد میں اپنا رول اور کردار ہے ایک کو نظرانداز کرنا اور دوسرے کو ترجیح دینا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے اور ایسا اقدام خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ کے مساوی ہے کیونکہ فروع دین میں خمس و زکات کا ایک دوسرے کے مدمقابل ہونا خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے ہماری طرف سے نہیں ہے زکات کے ساتھ ساتھ خمس کو واجب کیوں قرار دیا گیا ہے؟ تو یہ اعتراض خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کریں اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟! ہم نے حصہ اول میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔

خمس کے مستقل فرع ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب

سر پرست لکھتے ہیں

ایک مستقل اور اہم فرع قرار دیا جاتا ہے اس کی وصولی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام علیہ السلام...... کا اہتمام نہ کرنا یا ارباح مکاسب سے خمس کی جمع آوری کا کوئی انتظام نہ کرنا بذات خود اس کی وصولی کرنا یا محصلین زکات کو ہی اس کی وصولی کا حکم دینا، اس سے متعلق تاریخ اسلام میں کوئی واقعہ نہیں ملتا۔

تبصرہ

سر پرست صاحب کو خمس کے فریضہ کا ایک مستقل فرع قرار دیے جانے پر اعتراض ہے۔ ان کا اعتراض براہ راست خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہے نیز ان کی اس تحریر میں ہے کہ خمس کو نہ تو حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود وصول کیا اور نہ ہی اس کیلئے محصلین مقرر کیے کیونکہ اس بارے تاریخ اسلام خاموش ہے؟ سر پرست صاحب نے معصومین علیہم السلام پر یہ بہت بڑا جھوٹ بولا ہے جس کی حقیقت ہم حصہ اول میں واضح کر آئے ہیں

بہر حال وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جو منفعت کسی کاروبار سے ہوتی ہے اس پر خمس نہیں ہے ہمارے مجتہدین کہتے ہیں کہ ارباح مکاسب سے خمس دینا واجب ہوتا ہے...... اسی تناظر میں سر پرست صاحب اس بارے سوال اٹھا رہے ہیں کہ جس طرح زکات وصول کرنے کے لئے افراد بھیجے جاتے تھے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں، مولا علی (علیہ السلام) کے زمانہ میں، ان کے بعد کے زمانوں میں خمس کی وصولی کے لیے افراد کو

نہیں بھیجا جاتا تھا۔تو جب اس طرح خمس وصول کرنے کے لئے افراد نہیں بھیجے جاتے تھے اور نہ ہی آئمہ (علیہم السلام) نے اس کے لئے اتنا بڑا اہتمام کیا یعنی جب خمس کی جمع آوری کے لئے آئمہ (علیہم السلام) نے اہتمام نہیں کیا تو آج آپ کیوں خمس کے لئے اتنی اہمیت کے قائل ہو گئے ہیں؟

اور خمس کے فریضہ پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں سر پرست صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ خمس نہ تو زکات کے فریضہ جتنا اہم فریضہ ہے جس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آئمہ اطہار (علیہم السلام) نے اپنے اپنے زمانوں میں زکات کے فریضہ جتنی اسے اہمیت نہیں دی ہے جب ایسا ہے تو آپ اس فریضہ کی اتنی اہمیت کے قائل کیوں ہیں؟! اس پوری تحریر میں خمس کے فریضہ کا مذاق اڑایا گیا ہے اور اسے ایک غیر اہم فریضہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ نیز اس تحریر میں سادات کی بھی توہین کی گئی ہے اور شیعہ عوام کو خمس کے فریضہ کے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ انہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ خمس کا فریضہ فقہاء کی طرف سے ایجاد کردہ ہے۔ اسلام میں یہ فریضہ اتنا اہم نہیں جتنا ان فقہاء نے بنا دیا ہے سر پرست صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علماء وفقہاء نے اسے روزگار کے لیے اس فریضہ کو اتنا اہم بنا دیا ہے، انہوں نے اس طرح علماء وفقہاء کے خلاف عوام کو بھڑکایا ہے۔ اور ان پر تہمت لگائی ہے۔

سر پرست لکھتے ہیں

ان کا سوال یہ ہے...... کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں، مولا علی علیہ السلام کے زمانہ میں اور آئمہ معصومین علیہ السلام کے زمانہ میں خمس کی وصولی کے لئے عاملین نہیں بھیجے جاتے تھے تو آج آپ لوگ خمس کو اتنی اہمیت کیوں دیتے

ہو۔؟

تبصرہ

......اس کا جواب مولانا زوار حسین ہمدانی مرحوم آف تلہ گنگ نے دیا ہے اور انہوں نے وہ روایات بھی درج کی ہیں کہ جن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ میں زکات وصول کرنے کے لئے علیحدہ اور خمس وصول کرنے کے لئے علیحدہ وفود بھیجے۔ اور ہم نے حصہ دوم میں اس کے متعلق پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ جس سے سرپرست کی علمیت کا پول کھل جائے گا اور سب پر واضح ہو جائے گا کہ یہ صاحب مذہب شیعہ کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں کس طرح دانستہ یا نادانستہ طور پر مصروف ہیں؟!

سرپرست صاحب کی معلومات کا جائزہ

سرپرست لکھتے ہیں

اور پھر انکا یہ کہنا ''کہ......ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ حدیث وتفسیر کی کتابیں اس سے خالی ہیں۔''

تبصرہ:

مولانا صاحب کی نظر سے اگر ایسی کتابیں نہیں گزریں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس بارے کتابوں میں کچھ بھی موجود نہیں سرپرست نے تو اس یقین کے ساتھ نفی کر دی ہے جیسے انہوں نے سب کتابوں کا مطالعہ کر لیا ہو...... جب کہ حقیقت تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ علماء وفقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بارے روایات درج کی ہیں۔ دراصل سرپرست صاحب ایسی بات لکھ کر شیعہ عوام کو خمس کا باغی بنانا چاہتا ہے جب کہ

اس قسم کی روایات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بلکہ خود مولا علی علیہ السلا مکو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کی وصولی کے لئے اپنے دور میں یمن بھیجا تھا اور یہ سلسلہ ہر دور میں جاری رہا ہے...... یہ شخص جھوٹ لکھ رہا ہے۔ کہ تاریخ اسلام اس سے خالی ہے۔

ہم نے اس جگہ سرپرست کی پوری تحریر لکھ دی ہے ان کی تحریر ہی ان کی حقیقت اور اصلیت سے پردہ اٹھا رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ یہ شخص خمس کے فریضہ اور سادات عظام کا کتنا شدید مخالف ہے اور اس کے اندر اس فریضہ کے بارے اور سادات کے خلاف کتنا لاوہ پکا ہوا ہے اس پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حوالہ جات کے لئے خمس پر لکھی جانے والی کتابیں ملاحظہ کر لیں...... حصہ دوم میں ہم نے انکے اس اعتراض کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

خمس زکات ہی کی ایک قسم کیوں نہ ہو؟

سرپرست لکھتے ہیں

اپنی تحریر کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کیا ان حقائق سے ان بعض علماء کے اس نظریہ کو تقویت نہیں ملتی جو خمس کو زکات کا ہی ایک شعبہ قرار دیتے ہیں۔

تبصرہ

...... اس جملہ پر توجہ دیں وہ کہتے ہیں روایات میں ایسا واقعہ نہ ملنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے میں خمس کی وصولی کے لئے افراد بھیجے ہوں یا مولا علی علیہ السلام نے خمس وصول کرنے کے لئے افراد بھیجے ہوں ایسا واقعہ کیونکہ نہیں ملتا لہذا (سابقہ بات سے نتیجہ مرتب کررہے ہیں) ان بعض علماء کے نظریہ کو تقویت ملتی ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ خمس زکات کا ہی ایک شعبہ ہے۔

سرپرست صاحب ...... مجتہدین کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی مجتہد کے نظریہ کے خلاف رائے رکھتے ہوں اور وہ اپنے مخالف مجتہد کا نظریہ بیان کرتے ہیں اور اس کا جواب دینا چاہتے ہیں تو وہ اس مجتہد کا نام لکھتے ہیں۔ یا اس کی کتاب کا حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ فلاں کتاب والے نے یہ کہا ہے کاش سرپرست صاحب یہاں بیان کر دیتے کہ وہ بعض مجتہدین کون سے ہیں؟ جو خمس کو زکات کا ہی ایک حصہ قرار دیتے ہیں تاکہ ہمیں بھی پتہ چل جاتا اور ہم اس مجتہد صاحب کے دلائل پڑھ لیتے نیز ہمارے مجتہدین بھی اس مجتہد کی دلیل پڑھ لیتے کہ انہوں نے خمس کو زکات کا حصہ کیونکر قرار دیا ہے؟ اور پھر اس صاحب کی دلیل کا جواب دیتے اور اگر جواب نہ دے پاتے تو اس کی روئے اختیار کر لیتے ...... لیکن انہوں نے بات بغیر حوالے کے کی ہے جس کی علمی بازار میں کوئی قیمت نہیں ہے بلکہ ہمارے فقہاء ایسی باتوں کو دیوار پر مارتے ہیں اور اس قسم کے اعتراضات کو درخود اعتناء نہیں جانتے۔

سرپرست لکھتے ہیں

آگے لکھتے ہیں ...... اور کہتے ہیں کہ زکات میں کبھی دسواں حصہ واجب ہوتا ہے (جو زراعت، بارش یا نہر کے پانی سے سیراب ہو۔) اور کبھی بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے جو زراعت کنوئیں سے یا ڈولوں سے سینچی جائے اور کبھی پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے جیسے۔ (مال غنیمت، معدن، غوص، خزانہ مال مخلوط بحرام)

خمس ایک مستقل فریضہ ہے......سرپرست کے اعتراض کا جواب

تبصرہ

...... دیکھیں یعنی یہ پانچواں حصہ جو مال غنیمت میں ہے جو جنگ سے حاصل ہو یا غوطہ خوری سے حاصل ہو، یا خزانہ سے حاصل ہو۔ یا مخلوط با حرام سے حاصل ہو اس میں کیا دینا ہوتا ہے اس میں پانچواں دینا ہوتا ہے یہ زکات ہے معروف معنوں میں خمس نہیں ہے یعنی سرپرست صاحب کہہ رہے ہیں کہ بعض مجتہدوں نے یہ کہا ہے کہ خمس کو زکات کے مدمقابل ایک علیحدہ فریضہ قرار دینے کی بجائے اسے زکات ہی کا ایک حصہ قرار دیں اور قرآن میں جو فقط خمس استعمال ہوا ہے اس سے مراد ذکر شدہ چیزوں سے پانچواں بطور زکات دینا مراد لیا جائے ...... یہ بات سرپرست صاحب کی ہے۔ ہمارا سوال سرپرست صاحب سے یہ ہے کہ وہ بعض مجتہدین کون ہیں؟ ہم کم پڑھے تو یہی سمجھیں گے کہ وہ بعض آپ خود ہی ہیں یا پھر آپ ان کا نام بتائیں۔ ہم نے تو نہ کسی سے ایسا سنا ہے اور نہ ہی کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ کسی نے ان چیزوں کے بارے پانچواں حصہ بطور زکات لینے کا حکم دیا ہو میں سمجھتا ہوں یہ بات انکی اپنی اختراع ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک خمس ایک علیحدہ فریضہ کے عنوان سے جو زکاۃ کے مدمقابل ہو وہ اصل میں واجب ہی نہیں ہے۔

اب بھی میرا سوال ان سے یہی ہے بے شک کوئی ان سے جا کر کہے کہ مولانا صاحب ''آپ نے کہا ہے کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خمس زکات ہی کا حصہ ہے'' وہ بعض علماء کون ہیں ان کا نام بتا دیں؟ پھر ہم ان کے بارے دیکھ لیں گے اور ان کی کتاب

پڑھ لیں گے کہ انہوں نے کیا دلائل دیے ہیں اور ان کو جواب بھی دے لیں گے۔ اور اگر جواب نہ دے سکے تو پھر ان کی رائے کو اختیار کر لیں گے؟!

وہ کہتے ہیں کہ زکات دسواں ہوتی ہے، بیسواں ہوتی ہے، چالیسواں ہوتی ہے، تو یہ پانچواں بھی زکات ہی کی ایک قسم ہے، یہ بات ہم تک سرپرست کے ذریعہ پہنچ رہی ہے یہ تو سرپرست نے کہا ہے ''کہ ایسا بعض علماء نے کہا ہے''...... یعنی سرپرست صاحب یہ کہہ رہے ہیں، یہ کہ زکات ہی کا خمس حصہ ہے...... بات میں خود نہیں کہہ رہا بلکہ بعض علماء نے ایسا کہا ہے کہ خمس بھی زکاۃ کی ایک قسم ہے...... ہمارا ان سے سوال ہے کہ ان بعض علماء کا ہمیں نام بتا دیں ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، ہم ان کے دلائل پڑھ لیں گے اتنا تو ہمیں حق پہنچتا ہے؟ یا نہیں پہنچتا؟ اگر شاگردوں سے اُستاد کہہ رہا ہو کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ داڑھی منڈوانا جائز ہے شاگردوں کو یہ حق ہے کہ وہ اس استاد سے پوچھیں کہ وہ بعض علماء کون ہیں؟ آپ بتائیں وہ یہ بات استاد سے پوچھیں گے یا نہیں پوچھیں گے؟ اگر استاد نہیں بتاتا تو استاد کے اندر چور ہے......

اس مسئلہ میں بھی مولانا صاحب کہہ رہے ہیں کہ بعض علماء ہیں جو کہتے ہیں کہ خمس بھی زکات کا حصہ ہے یعنی زکات میں ہی شامل ہے یہ علیحدہ واجب نہیں ہے اور نہ ہی ایک الگ فرع ہے تو بعض علماء کا ہمیں نام بتا دیں ان کی کتاب بتا دیں تا کہ ہم اس کا مطالعہ کریں۔ اور دیکھیں کہ انہوں نے کس بنا پر ایسا کیا ہے۔ ہم نے حصہ اول میں ان تمام باتوں کا حوالہ کے ساتھ جواب دے دیا ہے۔

خمس کی معافی والی روایات کا رونا

سرپرست لکھتے ہیں

......آگے فرماتے ہیں ''کتب حدیث میں خمس کی عام معافی کی روائیتیں بھی ملتی ہیں''

تبصرہ:

ہمارے فقہاء نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان روائیتوں کے بارے، ان کی سند کے بارے، ان کے معنی کے بارے، باقاعدہ بحث کی ہے چنانچہ خمس کے بارے لکھی گئی استدلالی کتابیں اس قسم کے مطالب سے بھری پڑی ہیں...... جنہوں نے خمس پر درس خارج دیا ہے انہوں نے اس بحث کو تفصیل سے چھیڑا ہے اس وقت خمس کے متعلق ہزار ہزار صفحات، آٹھ آٹھ سو صفحے، پانچ پانچ سو صفحے کی کتابیں تحریر کی جا چکی ہیں۔ اور چھپ بھی چکی ہیں۔ آپ ان کتابوں سے ان کا استدلال پڑھ سکتے ہیں بہرحال وہ کتابیں عوام کے لیے نہیں ہیں وہ اہل علم کے لیے ہیں، اب کوئی یہ کہے کہ شیعہ مجتہدین نے اس پر کام ہی نہیں کیا تو یہ سوائے مجتہدین پر تہمت لگانے کے اور کچھ نہیں، فقہاء نے تو کام کیا ہے البتہ سرپرست صاحب نے ان کی تحقیق کو نہیں پڑھا...... یا پڑھنے کے باوجود ان کی تحقیق پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ واللہ العالم۔ (ہم نے کتابوں کے نام مع حوالہ جات حصہ اول میں ذکر کر دیے ہیں)

سرپرست لکھتے ہیں

آگے لکھتے ہیں...... چنانچہ دوسرے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ خود حضرت صاحب العصر والزمان (عج) کی یہ توقیع موجود ہے جس میں فرماتے ہیں

اما الخمس فقد ابیح لشیعتنا و جعلوا منه فی حل۔

ترجمہ: بہرحال خمس کو تو اسے ہمارے شیعوں کیلئے مباح قرار دیا گیا ہے اور خمس ادا کرنے سے انہیں آزاد کر دیا گیا ہے۔

معافی والی روایت کی حقیقت

تبصرہ

چاہیے تو یہ تھا کہ مولانا صاحب جہاں پر معافی والی ایک روایت نقل کر رہے ہیں کہ خمس شیعوں پر معاف ہے تو اس کے ساتھ وہ روایات بھی نقل کر دیتے جس میں خمس دینا واجب قرار دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر خمس نہیں دو گے تو آپ کی حلال کی کمائی بھی حرام ہو جائے گی کیونکہ اگر کسی روایت میں ہے کہ خمس معاف ہے تو اس کے مقابلے میں بہت ساری روائیتیں کہتی ہیں کہ خمس معاف نہیں ہے ایسی صورت میں فقہاء کا کام ہوتا ہے وہ ان میں سے کسی ایک روایت کا انتخاب کریں اور اس کے مطابق فتویٰ دیں۔ یا پھر متضاد معافی والی روایات کے درمیان مناسب جمع کر دیں اور ان تمام روایات کو سامنے رکھ کر ایسا فتویٰ دیں کہ تمام روایات پر عمل ہو سکے البتہ یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب متضاد مضمون والی احادیث رواۃ کے اعتبار سے صحیح ہوں بہر حال اس بارے حصہ اول میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس میں دیکھیں اگر مولانا صاحب اپنی کتاب میں ساری روائیتیں نقل کر دیتے تا کہ پڑھنے والے تقابل کر سکتے اور ان کے لیے اصل مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی۔

علامہ محمد حسین نے خمس نہ دینے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے

ہمارے ہاں تو لوگ ویسے بھی خمس نہیں دیتے سر پرست صاحب اس قسم کی روایت لکھ کر خمس نہ دینے والوں کی تقویت کر رہے ہیں اور ان کے لیے خمس نہ دینے کا جواز مہیا کر رہے ہیں یہ تحریر بھی علمی بحث کے لیے تو نہیں ہے اس کو تو عوام پڑھ رہے ہیں اس میں وہ تو خمس نہ دینے والوں کو سپورٹ دے رہے ہیں نہ کہ وہ کسی سے علمی بحث کر رہے ہیں

احتجاج طبرسی، وسائل الشیعہ اور بحار الانوار جیسی کتابوں کا نام لے کر وہ عوام کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ خمس شیعوں کے لیے امام علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں حلال ہے۔

اس جگہ یہ بات بھی قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ فریضہ خمس اسلام میں اہم فریضہ ہے تو اسے سب مسلمانوں کیلئے ہونا ہے یہ کیا بات ہوئی کہ اس فریضہ کی ادائیگی کے حوالے سے مولا فرمائیں خمس ہمارے شیعوں پر سے معاف ہے یعنی باقی مسلمانوں سے معاف نہیں ہے جب کہ امام علیہ السلام تو پوری اُمت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ کسی خاص گروہ کے لیے...... ان کا خطاب عام ہوتا ہے جو سب کو شامل ہوتا ہے۔

پھر اس قسم کی روایات کو اس دور کے حالات اور مصلحتوں کو سامنے رکھ کر پڑھنا ہوگا جس زمانہ میں وہ رویات بیان ہوئی ہیں۔

سرپرست نے اس جگہ اس قسم کی روایت کو بیان کر کے عام مسلمانوں کو شیعہ مسلمانوں سے نفرت دلائی ہے......

پھر افسوس اس بات کا ہے کہ سرپرست صاحب کو معافی والے مضمون کی روایات تو یاد ہیں اور بس!! باقی روایات یاد نہیں ہیں؟ جبکہ وسائل الشیعہ، اسی طرح ہماری کتب اربعہ خمس دینے اور خمس کی عدم والی روایات سے بھری پڑی ہیں ...... بعض روایتوں میں ہے کہ ایک درزی اگر پانچ دانق لے تو پانچواں خمس ہے۔ اور کوئی خمس نہ دے تو اس پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ جیسا کہ حصہ اول میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی روایت ہے کہ آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ آپ خمس دیئے بغیر اپنا مال خرچ کریں۔ بلکہ آپ نے ایک شخص کو لکھا کہ تم ہم سے خمس روک کر خود کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ کرو اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ ہم تمہارے لیے ہرگز خمس

معاف نہیں کر سکتے۔

عروۃ الوثقیٰ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت ہے راوی کہتا ہے میں نے حضرت محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا وہ کم ترین چیز کون سی ہے جس کی وجہ سے انسان آتش جہنم میں ہوگا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جو یتیم کے مال سے ایک درھم کھا جائے اور پھر فرمایا وہ یتیم ہم ہیں ......

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ جو لا الـہ الا ھو ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے صدقہ حرام قرار دیا ہے اور ہمارے لیے خمس اتارا ہے صدقہ ہمارے لیے حرام ہے یعنی (صدقہ واجبہ) اور خمس ہمارے لیے فرض قرار دیا گیا ہے اور یہ ہمارے لیے کرامت ہے اور حلال ہے۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کسی ایک کے لیے یہ جائز نہیں، حلال نہیں کہ وہ خمس سے کوئی چیز خریدے یہانتک کہ ہمارے حق کو ہم تک پہنچائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے عذر قبول نہیں کیا جائے گا ایسے شخص کا جو خمس کے مال سے کوئی چیز خرید کرلے اور پھر کہے اے ربّ میں نے تو یہ چیز اپنے مال سے خرید کی ہے یہ بات اس سے قبول نہیں ہوگی یہانتک کہ خمس والے اسے اجازت دیں ورنہ اس کا استعمال اس کے لیے حرام ہے......

حضرت ولی عصر امام زمانہ (عج) کے دستخطوں سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو شخص خمس ادا نہیں کرتا وہ ملعون ہے۔

وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے اور ایک اور توقیع میں امام زمانہ (علیہ السلام) نے فرمایا جو شخص خمس کو حلال جان کر کھا جائے تو اس پر اللہ کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہماری اور فرشتوں کی لعنت ہے۔

یہ سب روایات بھی تو وسائل الشیعہ میں ہیں، بحارالانوار میں ہین، فروع کافی میں ہے اور اس مضمون کی کثرت کے ساتھ اور روایات بھی موجود ہیں سرپرست صاحب کو ایک توقیع تو یاد ہے جو شیعوں کے جان مال کے تحفظ کیلئے صادر ہوئی تھی کہ وہ مال امام لیکر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو تلاش کرتے پھر رہے تھے اور دشمن حکومت انکی تاک میں تھی اور یہ حدیث ایک وقتی آرڈیننس تھا جو ہر دور کیلئے نہیں تھا مگر سرپرست نے اسی کو بنیاد بنا کر سادہ عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے

سرپرست صاحب کو معافی والی روایت تو یاد رہی ہے جب کہ اتنی کثرت سے جو اور روایات ہیں کہ اگر خمس نہیں دو گے تو وہ مال تمہارے اوپر حرام ہے وہ یاد نہیں ......

چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے لمحہ فکریہ میں ان روایات کو بھی درج کر دیتے یا یہ کہہ دیتے کہ دونوں قسم کی روایات موجود ہیں لہذا مجتہدین کو اجتہاد کرنا چاہیے ......

لیکن اس جگہ تو ان کا خطاب فقہاء سے ہے ہی نہیں وہ تو شیعہ عوام کو بتا رہے ہیں اور ان سے یہ کہہ رہے ہیں خمس تو تمہارے اوپر معاف ہے۔ فقہاء نے ایسے ہی تم سے خمس دینے کا کہہ رکھا ہے۔

جب کہ مجتہدین نے تو اجتہاد کیا ہے انہوں نے ہر ہر روایت کے بارے میں مفصل بحث کی ہے کئی کئی کتابیں لکھی ہیں ان روایات کی سند کے بارے بحث کی ہے، ان کے مضامین کے متعلق بحث کی ہے، ایسے نہیں کہ انہوں نے بیٹھے بٹھائے بغیر سوچے سمجھے اور غور کیے فتوے دے دیے ہیں بہر حال سرپرست صاحب نے یا تو ان کتابوں کو پڑھا نہیں ہے اور یا پھر کوئی اور بات ہے؟

سادات کو رائل فیملی قرار دینا

سرپرست لکھتے ہیں

اسی لمحہ فکریہ میں اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ آپ اس جملے کو ذرا توجہ سے پڑھیں جسے انہوں نے 520 صفحے پر لکھا ہے وہ کہتے ہیں '' علاوہ بریں خمس کے بارے میں (جو صرف رائل فیملی کا حصہ ہے) ''

تبصرہ:

رائل فیملی کے لفظ کو سرپرست اپنے لمحہ فکریہ میں بریکٹ میں لکھتے ہیں یعنی شاہی خاندان کا خصوصی حصہ ہے...... یہ شخص حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں پر ایک بادشاہ تصور کر رہے ہیں اور ان کی اولاد کو شاہی خاندان تصور کر رہے ہیں رائل فیملی یعنی شاہی خانوادہ جب کہ اتنی کثرت سے روایات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو کرامت وعزت اور احترام اور ان کی تعظیم کے لیے یہ سارا کچھ کیا ہے یہ شخص لکھ رہے ہیں رائل فیملی......

سرپرست صاحب...... اس جگہ کون سا آپ علمی نکتہ پیش کر رہے ہیں؟ یا کون سی علمی بحث کی طرف مجتہدین کو متوجہ کر رہے ہیں، یہ جملہ تو سرپرست صاحب خود لکھ رہے ہیں...... رائل فیملی، بریکٹ میں لکھتے ہیں...... رائل فیملی نہ لکھتے فقط یہی لکھ دیتے کہ سادات کے لیے ایک خاص حصہ قرار دیا گیا ہے ایسا امر قابل اعتراض ہے تو کیا مطلب واضح نہ ہو جاتا؟! اس تحریر سے تو اندرونی بغض اور سادات سے نفرت کا عندیہ ملتا ہے۔

خمس کے فرض ہونے پر اعتراض

سرپرست لکھتے ہیں

علاوہ بریں خمس کے بارے میں (جو صرف رائل فیملی کا خصوصی حصہ ہے) مخالفین کی طرف سے یہ ایراد بھی کیا جاتا ہے کہ ایسا قانون تو دُنیا کے جابر حکمرانوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے نہیں بنایا جو قل لا اسئلکم علیہ اجرا وان اجری الا علی اللّٰہ کے قائل کی اولاد کے لیے بنایا گیا ہے۔

تبصرہ:

سرپرست صاحب نے یہاں ایک بہت بڑا طنز کیا ہے اور کہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآل وسلم تو یہ فرماتے تھے کہ ہماری اجرت اللہ پر ہے اور اجر رسالت اہلبیت سے مودت ہے مگر انکے پس ماندگان نے نعوذ باللہ انکے مقصد کے خلاف اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے ایک ٹیکس ایجاد کر کے مسلط کر دیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو امت سے کسی چیز کے طلبگار اور خواہش مند نہیں تھے لیکن یہ اسلام میں وارثان رسالت نے دین میں ''ڈنڈی ماری'' ہے

قارئین آپ خود سوچیں جو خمس کے بارے میں کسی مجتہد یا مرجع نے اجتہاد کر کے کوئی فتویٰ نہیں دیا بلکہ اللہ جل جلالہ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس کی تاکید شدید فرمائی ہے اس لئے اس مسئلہ خمس کے ضمن میں اگر دین میں ڈنڈی مارنے کا کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے تو بلا واسطہ [نعوذ باللہ] اللہ جل جلالہ اور معصومین علیہم السلام تک جائیگا اور سرپرست صاحب نے کہا ہے کہ'' ایسا قانون تو دُنیا کے جابر حکمرانوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے نہیں بنایا جو قل لا اسئلکم علیہ اجرا وان اجری

الا علی اللہ کے قائل کی اولاد کے لیے بنایا گیا ہے''......

ہم سرپرست صاحب سے کہتے ہیں کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سادات کو شاہی خاندان سمجھتے ہیں اور حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بادشاہ سمجھتے ہیں آپ گستاخ ہیں، اور جن جن اماموں نے خمس کی تاکید فرمائی ہے انھوں نے دین میں ڈنڈی ماری ہے اور آپ ان کے خانوادہ کو رائل فیملی کہہ رہے ہیں، رائل فیملی کا معنی اگر آپ سمجھتے ہیں تو یہ آپ گالی دے رہے ہیں اور یہ سادات کی ہی توہین نہیں بلکہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی توہین کر رہے ہیں ...... العیاذ باللہ

قارئین محترم آپ اس صاحب کی تحریر غور سے پڑھیں اس میں حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اس نے مفرد الفاظ کا استعمال کیا ہے جب کہ جمع کے الفاظ احترام کے لیے بولے جاتے ہیں ان کی تحریر انتہائی گستاخانہ اور بے ادبانہ ہے ...... ان کی اس تحریر کا بھی ایک پس منظر ہے

سوال ہے کہ (رائل فیملی) کا یہ لفظ سب سے پہلے کس نے استعمال کیا؟......

جب انقلاب اسلامی ایران کامیاب ہوا اور پوری دُنیا میں انقلاب اسلامی ایران کے بارے مضامین لکھے گئے، بہت سے تبصرے کئے گئے کہ یہ انقلاب کیسے کامیاب ہوا؟ تو ایک یہودی اسرائیلی نے مضمون لکھا [سنا ہے کہ وہ مضمون مولانا شیر علی شاہ صاحب یعنی قائد ملت جعفریہ کے بڑے بھائی کے پاس موجود ہے] اور سب سے پہلے پڑھا بھی انہوں نے ...... انقلاب کے شروع شروع کی بات ہے ۷۹ یا ۸۰ کی بات ہے، اس میں اس یہودی مصنف نے یہ تبصرہ کیا ...... کہ جہاں اس نے اور باتیں لکھیں اس نے ایک بات یہ بھی لکھی کہ اس انقلاب کی کامیابی میں خمس کا بڑا عمل دخل ہے جو کہ رائل فیملی کا خصوصی حصہ ہے یعنی یہ لفظ ''رائل فیملی'' پہلی دفعہ اس یہودی مصنف نے انقلاب اسلامی

ایران کی کامیابی پر جو تجزیہ وتبصرہ لکھا اس میں اس نے یہ لفظ استعمال کیا اور جناب سرپرست صاحب کو مولانا شیر علی شاہ صاحب نے راولپنڈی میں (اس زمانہ میں) یہ مضمون دکھایا...... سرپرست صاحب جو کہہ رہے ہیں رائل فیملی ...... یہ لفظ انہوں نے اس یہودی کی تحریر سے یہودی کے مقصد کو آگے بڑھانے کیلئے لیا ہے۔

جو کچھ سرپرست نے لکھا ہے ہم نے اس کا جواب دینا ہے ہم تو اس سے ادھر ادھر نہیں جاتے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے ہم اس کی بات کرتے ہیں۔

حضور پاک کی توہین

سرپرست لکھتے ہیں

وہ آگے تحریر کرتے ہیں مخالفین کی طرف سے یہ ایراد کیا جاتا ہے کہ ایسا قانون تو دُنیا کے جابر حکمرانوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے وضع نہیں کیا جو لاٗ اسئلکم علیه اجراً ......وان اجری الا علی اللّٰه کے قائل کی اولاد کے لیے بنا دیا گیا ہے۔

تبصرہ:

(دیکھیں اس عبارت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مفرد الفاظ استعمال کیئے جو کہ بجائے خود توہین ہے) قارئین محترم انصاف کی بات کریں اور سرپرست صاحب کی تحریر کو سامنے رکھ کر بات کریں سچ بتائیں شخصیت پرستی کو چھوڑ کر کیا اس جملے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین نہیں ہے؟ ان جملوں میں سادات کی توہین نہیں ہے؟ یہ کتنا جسارت والا جملہ ہے، مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے...... مولانا آپ کو قسم ہے اپنے ربّ کی ...... اگر کسی ربّ کو مانتے ہو تو ہمیں بتاؤ وہ مخالفین کون ہیں؟ جو یہ اعتراض کرتے ہیں ...... ان کا نام بتادو ورنہ ہم

سمجھیں گے یہ بات آپ خود کہتے ہیں، یہ بھی کوئی بات ہوئی ...... فرض کریں میں کہتا ہوں کسی مخالف نے شیعوں پر یہ اعتراض کیا ہے آپ مجھ سے پوچھیں گے ناں! مولانا وہ مخالف کون ہے؟ آپ کو پوچھنے کا حق بھی ہے۔

سرپرست صاحب یہاں کہہ رہے ہیں مخالفین کی طرف سے ایراد بھی کیا جاتا ہے، مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا قانون تو ...... یعنی یہ خمس والا قانون ...... دُنیا کے جابر حکمرانوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے نہیں بنایا ...... یعنی جو جابر ترین حکمران ہیں، ان بادشاہوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے اس قسم کا ٹیکس مقرر نہیں کیا جو ''قل لااسئلکم علیہ اجرا کی اولاد کے لے قرار دیا گیا'' ہم پوچھتے ہیں! یہ قانون کس نے بنایا ہے؟ کیا ہم نے بنایا ہے؟ بھئی یہ قانون تو اللہ نے بنایا ہے ......

درحقیقت سرپرست صاحب کا اعتراض اللہ کی توحید اور اللہ کی عدالت پر ہے، ہم نہیں کہتے ...... یہ سرپرست نے خود کہا ہے'' کہ کچھ مخالفین ایراد کرتے ہیں'' (اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو ان ایراد کرنے والوں کا پتہ ہے) اگر آپ یہ کہتے کہ کوئی ایسا ایراد کرسکتا ہے تو وہ اور بات تھی ...... اس وقت ہم آپ سے ایراد کرنے والوں کا نام نہ پوچھتے لیکن آپ نے جس طرح جملہ تحریر کیا ہے اس پر تو ہم آپ سے پوچھیں گے ان مخالفین کے نام بتاؤ وگرنہ ...... آپ خود گستاخ ہو ...... اور یہ اعتراض آپ کو ہے

سرپرست صاحب یا تو آپ کو ان کا نام بتانا چاہیے اور آپ معترضین کے نام نہیں بتائیں گے تو اس کا مطلب ...... کہ وہ اعتراض آپ کے دل میں ہے جس کو آپ ان الفاظ میں ادا کررہے ہیں اور اس طرح آپ خداوند عالم کی عدالت پر اعتراض کررہے ہیں اور قرآن کی توہین کررہے ہیں''قل لااسئلکم'' کا جملہ تو رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے''ان اجری الا علی اللہ'' میرا اجر اللہ پر ہے یہ جملہ بھی رسول پاک (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے ...... اور یہ جملے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کے حکم سے فرمائے پھر رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہی کہا گیا اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، تو یہ شخص کہہ رہا ہے کہ جو خمس یہ جملے کہنے والے کی اولاد کے لیے قرار دیا گیا ہے ...... ہم نے تو قرار نہیں دیا ...... ان کی بات کا مطلب یہی ہے ...... یا پھر سرپرست صاحب ایسا سمجھ رہے ہیں یا پھر ان کا نظریہ یہ ہے کہ مجتہدین نے از خود خمس کا قانون سادات کے لیے قرار دیا ہے ...... جب کہ نہ ہم نے یہ قانون بنایا نہ ہی کسی مجتہد نے، بلکہ یہ قانون اللہ نے بنایا ہے اور یہ حق اللہ نے سادات کے لیے قرار دیا ہے۔

اور پھر خمس تو فقط سادات کے لیے نہیں بلکہ اس کا آدھا حصہ تو اللہ کا اپنا حق ہے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حق ہے اور امام کا حق ہے۔ یہ تینوں حصے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اور آئمہ (علیہم السلام) نے فرمایا ہے کہ یہ تینوں حصے ہمارے ہیں اور یہ حق حاکمیت ہے جسے مال امام اور سہم امام کہا جاتا ہے جب کہ تین حصے دوسرے ہیں جو مال سادات ہین اس شخص نے تو سارا خمس سادات کا لکھ کر غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے ...... سرپرست صاحب کو اعتراض کیوں؟! استغفر اللہ محترم سرپرست صاحب آپ ان مخالفین کے نام بتائیں جنہوں نے یہ جملے کہے ہیں ...... عام بحثیں چھوڑو، اس میں گالی دینے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی بحث کرنے کی ضرورت ہے ہمیں فقط ان مخالفین کے نام بتادو جن مخالفین نے یہ جملے کہے ہیں اور جنہوں نے سادات کو رائل فیملی کہا ہے ورنہ ہم تو آپ کی عبارت پڑھ رہے ہیں۔ اور ہم تو یقین سے کہتے ہیں یہ گستاخانہ کلمات آپ کے اپنے ہیں۔ اور خداوند ضرور بالضرور قیامت کے دن آپ کا مؤاخذہ کرے گا اور اس گستاخی کی سزا ضرور دی جائے گی۔

قانون خمس سے ذات پات کی تفریق لازم آتی ہے

سرپرست لکھتے ہیں

''نیز اس قانون سے تو ذات پات کی تفریق کی بو آتی ہے۔''

تبصرہ

سرپرست کی تحریر جاری ہے...... اب ذرا اس جملہ پر بھی غور کریں یہ جملہ تو اس شخص کا اپنا ہے یہاں تو مخالفین کی بات نہیں ہے جو بھی اردو زبان جانتا ہے ان سے ان جملوں کا معنی پوچھ لو، شخصیت پرستی چھوڑو، خدا کا عذاب نازل ہوگا، یہ جملہ اسی کا اپنا ہے...... جا کے کسی سے پوچھ لو کہ جب یہ کہا جاتا ہے ''اس قانون سے تو ذات پات کی تفریق کی بو آتی ہے'' یعنی خمس واجب کرنے میں ذات پات کی تفریق ہے...... کہو اس میں سادات کو غیر سید سے بہتر قرار دیا گیا ہے، اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ و مقام قرار دیا گیا ہے یہاں تو مودۃ فی القربي والی بات بھی آ جاتی ہے...... یہاں تو پورا مذہب اور پورے دین کا بیڑہ غرق کر دیا ہے، جس کا اسلام قائل نہیں ہے۔ اہل سنت بھی سادات کو دوسروں سے برتر سمجھتے ہیں وہ بھی ایسی گستاخی نہیں کرتے۔ اللہ نے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل پر صلوات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور عام امت پر صلوات کا حکم نہیں فرمایا تو اس اللہ جل جلالہ کے حکم سے بھی ذات پات کی بو آتی ہے ...... اور صل اللہ علیک وعلیٰ آلک کہتے ان سب کی عبادت سے بھی ذات پات کی بو آتی ہے ...... سید علم الھدیٰ نے فرمایا تھا کہ صلوات عام میں گنہگار سید بھی شامل ہے [انوار زہرا صلوات اللہ علیھا از علامہ سید حسن ابطحی] تو علامہ مرحوم نے بھی ذات پات کو ہوا دی ہے اور سادات اور ڈھکو خاندان کو ایک جیسا ثابت نہیں کیا...... جو امتیاز اللہ جل

جلالہ نے نسباً آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ کو دیا ہے اس امتیاز کو بیان کرنا اور اس کرامت کا ذکر کرنا ذات پات کو ہوا دینا ہی ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا روز قیامت ہر نسب منقطع ہو جائیگا مگر ہمارا نسب باقی رہے گا ...... اس لئے آل کو امت پر فضیلت دی گئی ہے تو اسے برا کہہ کر اللہ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اعتراض کر کے عاقبت برباد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

حدیث ثقلین میں امت کو عترت کے بارے میں خصوصی تاکید ہے جس سے ثابت ہے کہ عترت اور امت میں فرق ہے عترت جزو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے اور امت انکا کلمہ پڑھ کر پاک ہوتی ہے......

مزید تفصیل کیلئے سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کی کتاب فضائل السادات دیکھیں

سرپرست لکھتے ہیں

آگے کہتے ہیں ...... بنا بریں یہ مسئلہ بھی فقہائے کرام کی خصوصی توجہ چاہتا رہے کہ اس کے جملہ پہلوؤں پر غور وفکر کر کے اس کا کوئی صحیح اور قابل عمل حل پیش کریں۔

آقای شیخ جواد تبریزی کی نظر میں سرپرست کی حقیقت

تبصرہ

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں میں نے یہی بات آیۃ اللہ العظمی شیخ جواد تبریزی سے قم میں (سال 2000 پوچھی تھی ...... ترجمہ کرنے میں خیانت نہیں کی ...... جو لمحہ فکریہ میں لکھا ہوا ہے اسی کا ترجمہ کیا تھا جب میں نے یہ جملے پڑھے تو آغا صاحب نے سنکر فوراً فرمایا ''معلوم می شود ایشاں درس نہ خواندہ '' پتہ چلتا ہے اس نے درس ہی نہیں پڑھا اور کہنے لگے یہ شخص تو قرآن وحدیث سے واقف نہیں پھر فرمایا ''یا

مریض است، خالف تعرف ''یا یہ شخص بیمار...... ہے اسے بیماری کیا لگی ہوئی ہے؟ کہ مخالفت کرو شہرت پاؤ۔

جناب سرپرست صاحب ہم تو مجتہدین کے پاس گئے ہیں جو کچھ آپ نے لمحہ فکریہ میں لکھا ہے ہم نے ہر مجتہد کے پاس بغیر خیانت کے آپ کے جملے پڑھ کر ان کو سنائے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ بات کرنے والا شخص پڑھا ہوا ہی نہیں ہے اگر پڑھا ہوا ہے تو یہ شہرت طلب ہے وگرنہ اسے چاہیے کہ وہ علمی مراکز میں آ کر ہم سے بحث کرے اور جو کچھ اس کے ذہن میں شبہات ہیں ان کو حل کرائے اور بے تکی باتیں نہ کرے...... شاید سرپرست صاحب یہ کہیں کہ وہ یہاں پاکستان آئیں؟ بھئی علمی مرکز تو قم ہی ہے اگر پاکستان میں کوئی اتنا بڑا علمی مرکز ہوتا تو پھر ظاہر ہے کہ نجف اور قم کے مجتہدین اپنے علمی مسائل اور شبہات حل کرانے یہاں پر تشریف لاتے......

ہم وہاں پڑھنے جاتے ہیں یہ اعزاز تو قم اور نجف کو ہم نے نہیں بخشا، یہ بھی اللہ کا عطا کردہ اعزاز ہے، جو کہ سرپرست کو ناگوار گذرتا ہے مرکزیت قم کو عطا ہوئی ہے یہ مرکزیت ہم نے تو نہیں دی خدا نے دی ہے۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو یہ جگہ پسند ہے قم کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر کہا گیا ہے۔ اور پوری دنیا وہاں رجوع کرتی ہے۔

بہر حال یہ لمحہ فکریہ تھا جس کے بارے میں سرپرست صاحب فرما رہے تھے کہ شرارتیوں نے یہ کیا اور وہ کیا...... بھئی کسی نے کچھ نہیں کیا...... سرپرست صاحب کی اپنی تحریر سے یہ ساری باتیں نکل رہی ہیں ایسی تحریریں کیوں لکھتے ہیں جس کو عوام کالانعام غلط سمجھے...... آپ نے عوام میں یہ تحریر دی کیوں؟ اس میں کون سی مذہب کی خدمت آپ نے کی ہے؟...... اگر آپ یہ سب کچھ نہ لکھتے اور اسے قوانین الشریعہ میں نہ دیتے تو اس

میں مذہب کا کیا نقصان ہو جاتا؟ یا اس سے کوئی بے دینی رواج پاتی ...... اس تحریر سے تو الٹا لوگوں کو علماء کے خلاف بات کرنے کا موقع دیا گیا ہے اگر آپ اس کو علمی بحث کہتے ہیں اور یہ کہتے کہ میں نے تو فقہاء کی توجہ ان مطالب کی طرف کرائی ہے اور یہ لمحہ فکریہ میں نے فقہاء کے لیے لکھا ہے عوام کے لیے نہیں تو پھر اردو میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی پھر تو انہی کی زبان میں لکھتے جن کے لیے اسے لکھا تھا جب آپ نے اسے اردو میں لکھا ہے عوام تو اس عبارت سے یہی کچھ سمجھ رہے ہیں ہم کیا آپ کسی بھی اردو دان سے پوچھ لیں کہ وہ اس سے کیا سمجھتا ہے، ممکن ہے کوئی یہ بات کہہ دے کہ سید افتخار حسین جذباتی ہے اور تعصب کا شکار ہے بھئی آپ کسی اور سے لمحہ فکریہ کی عبارت پڑھوالیں۔ نیز سب کچھ لکھنے کے بعد اور عوامانہ + انداز میں اپنے خیالات درج کرنے کے بعد آخر میں یہ جملہ لکھ دینا کہ ہمارے فقہاء کو اس بارے میں غور کرنا چاہیے ...... ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے بے تکی ہانکی ہیں اور توہین آمیز خیالات درج کیے یہ قابل توجہ نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کسی قسم کی علمی بحث کا تقاضا کرتے ہیں آپ کو ایسے خیالات درج کرنے پر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگنا چاہیے۔

دقائق اسلام جنوری، فروری ۲۰۰۲ء کی تحریر اور اس پر مزید تبصرہ

سرپرست

اب آخر میں کہتے ہیں یعنی ...... دقائق اسلام جنوری فروری ۲۰۰۲ء والے شمارے میں لکھتے ہیں کہ جس کی وضاحت اس مقالہ میں میں نے ایک ضروری وضاحت کے زیر عنوان کر دی ہے کہ میرے اس مقالہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں نے زکوۃ و خمس کے بارے میں اپنا سابقہ موقف اور فتویٰ تبدیل کر لیا ہے جو قوانین الشریعہ میں مذکور

ہے ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر میں سابقہ فتوی حذف کر کے اس کی جگہ جدید فتویٰ درج کرتا (قوانین الشریعہ ج ۲ ص ۵۶۵) بہر حال وہ مقالہ لمحہ فکر یہ ضرور ہے مگر اپنا نظریہ نہیں ہے۔

تبصرہ۔

ہم یہ کہیں گے اگر آپ مجتہد ہیں دوسرے مجتہدوں میں تو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اس قسم کا بے تکا اجتہاد کریں بقول آپ کے وہ تو عوام سے ڈر گئے اور علماء سے ڈر گئے آپ تو ماشا اللہ کسی سے نہیں ڈرتے ہو آپ اپنا نظریہ بھی بدل دیں جسے آپ لمحہ فکریہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں میں نے اسے مجتہدین کی خدمت میں پیش کیا ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے اوپر ذکر کر دیا ہے جب کہ حقیقت تو یہ ہے۔

اولاً آپ جھوٹ بول رہے ہیں کہ آپ نے مجتہدین کے لیے لمحہ فکر یہ لکھا ہے کیوں کہ اگر آپ نے اسے مجتہدین کے لیے لکھا ہوتا تو پھر آپ اردو میں نہ لکھتے۔ ان کی زبان میں لکھتے اور ان کو بھیجتے اسے شائع بھی نہ کرتے۔

دوسری بات یہ کہ اس کو بیان کرتے ہوئے آپ نے جو انداز تحریر اپنایا ہے جو آپ کی جملہ بندی ہے وہ تو آپ کے اندر کی بات کو بیان کرتی ہے۔ جو سراسر بغض سادات اور توہین سادات اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مبنی ہے۔

تیسری بات یہ ہے...... ٹھیک ہے یہ ایک لمحہ فکر یہ ہے لیکن اس کے بارے میں آپ اپنا نظریہ بھی تو دے دیں آپ ہی اس بارے میں اجتہاد کر دیں آپ نے اور بھی بہت سے اجتہادات کیے ہیں اس مسئلہ میں بھی اجتہاد کر دیں آپ ایک نڈر عالم ہیں نہ آپ کو

عوام کا خوف ہے اور نہ ہی علماء کا ڈر اور نہ ہی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس ہے...... بقول آپ کے ہمارے فقہاء تو ڈرتے ہیں ظاہر ہے جب وہ ڈرپوک ہیں انہوں نے تو اجتہاد نہیں کرنا پھر یہ سہرا بھی آپ اپنے سر باندھیں اور اجتہاد کر ہی ڈالیں تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ آپ کی اصلیت کیا ہے؟

باقی یہ تو سب کو پتہ چل گیا ہے کہ آپ سادات کا کتنا احترام کرتے ہیں؟ اور اولادِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کتنا احترام آپ کے دل میں ہے؟

سرپرست

آپ فرماتے ہیں...... جی ضروریات دین کن چیزوں کو کہا جاتا ہے (یہ عبارت دقائق اسلام کی ہے) فقہاء کرام ان امور سے بحث کرتے ہوئے جن سے ایک مسلمان مرتد ہوتا ہے ایک ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار بھی شمار کرتے تھے جیسا کے میں نے قوانین الشریعہ جلد۲ صفحہ ۳۷۶ پر بھی لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہر وہ امر جس کا جزو دین ہونا اس طرح بطور بدیہات واضح و آشکار ہو کہ ہر وہ شخص جو اس دین کا قائل ہو بلا اختلاف مذہب و مسلک وہ یہ جانتا ہو فلاں چیز جزو دین ہے جیسے نماز ہائے پنجگانہ کا وجوب، ان کی رکعتوں کا سترہ ہونا، غسل جنابت وحیض وغیرہ کا واجب ہونا، ماہ رمضان کا روزہ اور حج کا واجب ہونا، یا زنا ولواطت کا حرام ہونا، شراب نوشی اور چوری چکاری کا حرام ہونا وغیرہ وغیرہ (قوانین الشریعہ جلد دو صفحہ نمبر ۳۷۲ اور ۳۷۳) کا حوالہ دیا ہے۔

ضروری دین سے مراد

تبصرہ

ظاہر ہے ضروریات دین سے یہی مراد ہوتا ہے جو انہوں نے لکھا ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں، ضروریات دین میں ضروری کا معنی بدیہی ہے، واضح ہے یعنی جو بھی دین سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں جو دین کو جانتے ہیں وہ اسے واجب سمجھتے ہوں جیسے سب جانتے ہیں کہ نماز واجب ہے، سب جانتے ہیں زکات واجب ہے، سب جانتے ہیں خمس واجب ہے، سب جانتے ہیں حج واجب ہے، یا حرام کاموں کے بارے میں جیسے کہ سب جانتے ہیں کہ چوری حرام کام ہے، شراب نوشی حرام ہے زنا حرام ہے گانا سننا حرام ہے یعنی جو واضح احکام ہوتے ہیں ان کو ضروریات دین کہتے ہیں اگر کوئی اس واضح حکم کا منکر ہو تو وہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔

جو بھی ہمارے فقہاء کی کتابیں ہیں جیسے منہاج الصالحین آیت اللہ حکیمؒ کی لے لیں، منہاج الصالحین آیت اللہ آقائے خوئیؒ کی لے لیں العروۃ الوثقی آقائے سید کاظمؒ کی لے لیں، شرح لمعہ ہو، شرائع الاسلام ہو، فقہ کی تحریر الوسیلہ ہوگئی جتنی بھی فقہ کی کتابیں ہیں انہوں نے ضروری دین کی یہی تعریف کی ہے۔

اب اس تعریف کے بعد ہماری بحث جو سرپرست سے ہے وہ یہ ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے یا نہیں ہے؟ ہمارے فقہا و مجتہدین کہتے ہیں خمس ضروریات دین سے ہے یعنی خمس کا واجب ہونا اسی طرح ہر دین دار کے لیے واضح و روشن، بدیہی و ضروری ہے جس طرح نماز، روزہ اور زکات کا واجب ہونا واضح ہے۔ سرپرست صاحب کہتے ہیں خمس ضروری دین نہیں ہے اس میں جھگڑا کی کیا بات ہے؟ ہمارے فقہا و

مجتہدین کے نزدیک خمس ضروریات دین سے ہے جو اس کے ضروری دین ہونے کا انکار کرے گا وہ ہمارے فقہاء و مجتہدین کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اگر اسے شبہ نہ ہوا ہو، وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوا ہو، اگر وہ غلط فہمی کا شکار رہوا ہے تو اسکی اس غلط فہمی کو دور کیا جا سکتا ہے۔

ضروریات مذہب سے مراد

سرپرست

ضروریات مذہب کن چیزوں کا نام ہے ضروریات دین کی تعریف سے ضروریات مذہب کی حقیقت بھی واضح و عیاں ہو جاتی ہے۔

کہ ہر وہ چیز جس کا جزو مذہب ہونا اس طرح بطور بدیہیات واضح و آشکار ہو کہ ہر وہ شخص جو اس مذہب کا قائل ہو وہ جانتا ہو کہ فلاں چیز جزو مذہب ہے جیسے مذہب شیعہ میں اللہ کی عدالت ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل تقیہ اور عقد متعہ کا جواز وغیرہ۔

تبصرہ

آپ ذرا غور کریں سرپرست صاحب تقیہ و جواز متعہ کو ضروریات مذہب سے قرار دیتے ہیں لیکن خمس کو قرار نہیں دیتے تعجب اور حیرانگی ہے جب کہ زکات کو ضروریات دین و مذہب سے قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص خمس کو زکات ہی کی ایک قسم خیال کرتا ہے فی الحال اس کے اظہار کی جرأت نہیں کر رہا...... بہرحال ضروری مذہب کی تعریف ٹھیک کی ہے۔ البتہ اس کی مثالیں کچھ اور بھی دی جا سکتی تھیں جن کو اس نے بوجوہ نہیں دیا ہمارے نزدیک ان کے علاوہ جو چیزیں مذہب شیعہ کا حصہ

ہیں جیسے امام حسین(علیہ السلام) کی عزاداری یا امام حسین(علیہ السلام) کی مصیبت پر رونا یہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہیں یا آئمہ (علیہم السلام) کی عصمت ، بلافصل جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا یہ ہمارے مذہب کا ضروری مسئلہ ہے، مولاعلی علیہ السلام کا فقط خلیفہ ہونا شیعہ مذہب کی خصوصیات سے نہیں بلکہ جو ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے وہ امیرالمومنین(علیہ السلام) کا بلافصل خلیفہ ہونا ہے اسی طرح آج کے دور میں اذان میں حضرت علی(علیہ السلام) مولا کی ولایت کی گواہی دینا ، شفاعت اہل بیت(علیہم السلام) اور توسل کا عقیدہ وغیرہ مذہب شیعہ کے ضروریات سے ہیں۔

سرپرست

وہ کہتے ہیں، آیا خمس کا مروجہ طریقہ کار ضروریات دین اور مذہب سے ہے؟ (یہ سوال سرپرست دقائق اسلام کا ہے)...... مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ خمس کا وجوب اور وہ بھی موجودہ اور مروجہ طریقہ کار کے مطابق کہ خمس سات چیزوں میں واجب ہے۔ ا۔ مال غنیمت دارلحرب ۲۔ معدن ۳۔ کنز، ۴۔ غوص وغوطہ زنی، ۵۔ مال حلال مخلوط بحرام ٦۔ اس زمین سے جو کافر ذمی مسلمان سے خریدے، ۷۔ جو کچھ سال بھر کے اخراجات سے بچ جائے اور پھر اس کے دو حصے ہیں آدھا سہم امام اور آدھا سہم سادات وغیرہ وغیرہ یہ مسئلہ بایں تفصیل نہ ضروریات دین سے ہے کیونکہ شیعہ کے سوا باقی اسلام کے بہتر فرقے صرف اس مال غنیمت سے خمس کے قائل ہیں وہ مال جو اسلامی جہاد کے نتیجہ میں کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

علماء اہل سنت کے ہاں وجوب خمس

تبصرہ

اس جگہ سر پرست صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ باقی اسلامی فرقے جن میں حنفی، حنبلی شافعی، مالکی شامل ہیں یہ صاحب لکھ رہے ہیں وہ فقط مال غنیمت سے خمس کے قائل ہیں اور کسی چیز سے خمس کے قائل نہیں ہیں...... جب کہ باقی فرقے مال غنیمت کے علاوہ معدن، کنز، غوص وغوطہ زنی سے بھی خمس کے قائل ہیں۔

آپ کتابوں کے حوالے نوٹ کر لیں الفقہ علی مذاہب الخمسہ بحث خمس صفحہ ۱۸۶ اور کتاب المؤتلف فی المختلف شیخ طبرسی رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الخلاف شیخ طوسی میں درج ہے۔ وہ چار چیزوں میں خمس کے قائل ہیں ان میں معدنیات کا تو سب نے کہا ہے پھر معدنیات کی بہت ساری شاخیں بنتی ہیں سونے چاندی میں شافعی بھی کہتا ہے خمس ہے وہ کہتا ہے معدنیات کی باقی اقسام میں خمس نہیں ہے۔

مولانا صاحب کہہ رہے ہیں باقی فرقے فقط مال غنیمت میں خمس کے قائل ہیں ان کو کم از کم ایسی کتابیں پڑھ لینی چاہیں جن میں علماء اہل سنت کے خمس کے بارے نظریات درج ہیں کہ اہل سنت کے فقہاء مال غنیمت کے علاوہ بھی بعض چیزوں پر خمس کے قائل ہیں اور وہ معدن، غوطہ خوری اور کنز، خزانہ میں خمس کے قائل ہیں۔ بہر حال انہوں نے تو خمس کے وجوب کا انکار کیا ہی نہیں وہ سب خمس کے وجوب کے قائل ہیں اور کسی نے بھی اس کو زکات کا حصہ قرار نہیں دیا سب نے خمس کے لیے علیحدہ باب باندھا ہے۔ زکات کے لیے علیحدہ باب باندھا ہے۔ اسی طرح ہماری حدیث کی کتابیں الکافی ہے، من لایحضرہ الفقیہ ہے، الاستبصار ہے اور تہذیب الاحکام ہے ان سب میں خمس کا الگ باب

ہے اور اہل سنت کی صحاح ستہ میں انہوں نے بھی خمس کے بارے میں علیحدہ بحث کی ہے اور جو ان کے مشہور فقہا گزرے ہیں انہوں نے بھی خمس کی علیحدہ بحث کی ہے اس کا مطلب ہے کہ تمام عالم اسلام کے فقہاء خمس کو واجب جانتے ہیں۔ اسی لیے تو انہوں نے خمس کے بارے الگ بحث ہے کی اور سب نے خمس کے واجب ہونے کا کہا ہے اور اس کے وجوب میں کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور یہی بات خمس کے ضروریات دین سے ہونے کے لیے کافی ہے اور ہمارے فقہاء نے اسی بات کو بیان کیا ہے۔ باقی جس تفصیل اور مروجہ طریقہ کی اوپر بات کی ہے وہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے...... جب کہ یہ صاحب ضروری نہیں قرار دیتا...... بہر حال ہمارے فقہاء اوپر بیان کردہ طریقہ کو مذہب شیعہ کا حصہ جانتے ہیں۔ اور اسی تفصیل پر فتاوئی جاری فرماتے ہیں۔

سرپرست لکھتے ہیں

اور اس میں بھی پھر ان کے ہاں اختلاف ہے کہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا حصہ ایک ہے یا الگ الگ؟ یہ کہ آیا یہ خمس آنخضرت (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے بعد بھی جاری ہے یا ختم ہو گیا ہے اور یہی اختلاف سہم رسول میں ہے ذی القربی سے مراد آنخضرت (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے قرابت دار ہیں یا عام رشتہ دار؟ اسطرح یتامیٰ، مسکین اور ابناء السبیل میں بھی اختلاف ہے۔ اس سے مراد بنی ہاشم کے یتیم و مسکین اور مسافر ہیں یا عام مسلمانوں کے۔

مقام اختلاف

تبصرہ

بات تو خمس کے مصرف کی نہیں ہو رہی کہ خمس کے کتنے حصے ہیں؟ بات یہ بھی نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی یہ بحث ہو رہی ہے کہ خمس کتنی چیزوں میں واجب ہے؟ اور نہ ہی یہ سوال ہے کہ خمس کتنی چیزوں سے دینا ہے نہ یہ سوال ہے کہ خمس کے کتنے حصے ہیں نہ یہ سوال ہے کہ خمس کو خرچ کیسے کرنا ہے سوال تو فقط ایک ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے یا نہیں ہے خمس ضروریات مذہب سے ہے یا نہیں؟ ہمارے مجتہدین نے کہا ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے جسے ہم پہلے بتا چکے ہیں۔

اب سرپرست صاحب کا یہ کہنا کہ مروجہ طریقہ جو ہے ہمیں اس مروجہ طریقہ سے اختلاف ہے۔ اس میں لوگوں کو اُلجھانے کی کیا ضرورت ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

جو مسئلہ اس قدر اختلافات کی آماج گاہ ہو۔ وہ ضروریات دین میں سے ہوتا ہے نہ ہی ضروریات مذہب میں سے ہوتا ہے۔ کیونکہ موجودہ دور میں گومشہور یہی ہے جو اوپر مذکور ہے کہ خمس سات چیزوں میں واجب ہے مگر مسئلہ خمس میں بالخصوص امام زمانہ عج کی غیبت کبریٰ کے دور میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس میں پورے پندرہ قول موجود ہیں۔

خمس کے بارے پندرہ اقوال کی بابت

تبصرہ

دیکھیں سرپرست صاحب اس جگہ بات کو اُلجھاتے ہیں یہ جدلیاتی طریقہ ہے کہ بات اپنی ایسی جملہ بندی میں کر جاؤ کہ سننے والے اور پڑھنے والے کو اصل موضوع کی طرف توجہ ہی نہ رہے وہ جزوی مسائل کے اختلاف میں اُلجھ جائے اور پریشان ہو جائے یہ سارے مسائل خمس کی جزئیات کے بارے ہیں کہ خمس کے کتنے حصے ہیں، خمس کن کن چیزوں پر واجب ہے، اختلاف تو ان باتوں میں ہے کہ خمس کن کن چیزوں پر واجب ہے، جیسے سرپرست نے کہہ دیا ہے کہ تمام فرقے شیعوں کے علاوہ مال غنیمت میں خمس کے قائل ہیں ہم نے بتا دیا ایسا نہیں بلکہ وہ بھی چار چیزوں میں خمس کے قائل ہیں اس کے لیے ان کی فقہی کتابوں کو دیکھا جا سکتا ہے ہمارے فقہاء نے سات چیزوں میں خمس کا کہا ہے اور بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ سات چیزیں اسی غنیمت کے زمرے میں آ جاتی ہیں اور بعض نے کہا کہ مال مخلوط بالحرام اور کافر ذمی کا زمین خریدنا وہ غنیمت میں شامل نہیں باقی سب شامل ہیں یہ ایک تفصیلی بحث ہے ہم نے اس میں نہیں پڑنا اور اس میں بحث کرنے کی اس جگہ ضرورت ہی نہیں ہے جو شخص جس مجتہد کا مقلد ہے وہ اس کا فتویٰ مانے گا ان کے مجتہدین جن جن چیزوں سے کہیں گے وہ ان سے خمس نکالے گا۔

پھر مولانا صاحب جس اختلاف کا خمس کے بارے میں آپ نے سہارا لے کر اس کے ضروری دین ہونے کا انکار کر دیا ہے اس سے زیادہ شدید اختلاف نمازوں کی ادائیگی کے طریقہ کار کے بارے ہے ان کے اوقات کے بارے اختلاف ہے ان میں اوراد و اذکار کے بارے اختلاف ہے کیا پھر نماز کے بارے بھی یہی کہو گے؟ سوال

تو یہ تھا کہ خمس ضروریات دین سے ہے یا نہیں ہے اور سرپرست صاحب سے دریا خان والے نے جو سوال کیا تھا جس کا جواب انہوں نے دقائق اسلام کے شمارہ جون ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ اس کا سوال تو فقط اتنا تھا کہ آپ جو کہتے ہیں خمس فقط مال سادات ہے۔ تو آج اگر کوئی کہے کہ مال سادات بھی دینا واجب نہیں ہے۔ کیا وہ شیعہ رہے گا یا نہیں رہے گا مولانا صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں نہیں وہ شیعہ رہے گا اور مال سادات کی ادائیگی کو اس دور میں واجب نہ جاننے کی وجہ سے وہ شخص مذہب شیعہ سے خارج نہ ہوگا......

ضروریات مذہب کے ضمن میں سرپرست صاحب کہتے ہیں کہ چوری لواط زنا اور ایسے کبائر ضروریات مذہب سے ہیں تو غصب بھی تو ضرورت مذہب ہی سے ہے اور مال سادات غصب کرنے والا کیا مسلمان رہتا ہے...... جبکہ حکم یہ ہے جب چور چوری کرتا ہے شرابی شراب پیتا ہے ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے تو مسلمان نہیں رہتا لیکن یہ سرپرست کا شامیوں اور کوفیوں والا فتویٰ کے سادات کا مال غصب کرنے والا مسلمان ہی رہتا ہے پتہ نہیں سادات کے ساتھ انکی کونسی پرانی دشمنی ہے؟

لمبی بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اصل بات اور موضوع کو بھولنا نہیں چاہیے جس بات کو وہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافات کی آماجگاہ ہے ہم کہتے ہیں یہ اختلاف جزئیات میں ہے ہاں اس کی جزئیات ضروریات دین سے نہیں ہیں بہرحال جزئیات والا مسئلہ اجتہادی ہے۔ جب کہ اصل خمس کا وجوب ضروریات دین سے ہے یہ مسئلہ اجتہادی نہیں اور اس میں اختلاف نہیں ہے ہمارا مجتہد جو فتویٰ دے گا ہم اس پر عمل کریں گے اور ہمارے مجتہدین کے فتاویٰ واضح ہیں۔

سرپرست:

مگر مسئلہ خمس بالخصوص امام زمانہ عج کی غیبت کبریٰ کے دور میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس بارے میں پورے پندرہ قول موجود ہیں اور اس کے قائل بھی ہیں مثلاً کہ ایک قول یہ کہ خمس نکال کر علیحدہ رکھ دیا جائے اور ساری عمر اس کی حفاظت کی جائے اگر امام علیہ السلام ظاہر ہو جائیں تو فبہا...... ورنہ ان تک پہنچانے کی وصیت کی جائے یہ قول جناب شیخ مفید کا ہے۔ جو انہوں نے کتاب مقنعہ میں اختیار کیا ہے۔ دوسرا قول یہ کہ خمس نکال کر زمین میں دفن کر دیا جائے جب امام علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو وہ نکال لیں گے تیسرا قول یہ کہ سہم سادات ادا کر کے سادات کی ضروریات پر صرف کیا جائے اور سہم امام ساقط ہے اور اس قول کو جناب آقائی سید محمد نے مدارک شرح شرائع الاسلام میں محدث کاشانی نے الوافی میں اور علامہ بحرانی نے حدائق ناضرہ میں اختیار کیا ہے اور یہی میرا قول مختار ہے اور چوتھا قول یہ کہ خمس سرے سے ساقط ہے۔ یہ قول علماء متقدمین میں سے شیخ سالار اور متاخرین میں سے فاضل محمد سبزواری نے ذخیرۃ الفقہاء میں اور جناب شیخ عبداللہ بن صالح بحرانی صاحب عوالم نے اختیار کیا ہے۔

چند فقہاء کا تذکرہ کیوں؟

تبصرہ

دیکھیں سرپرست صاحب نے اس جگہ چند فقہا کا ذکر کیا ہے دو تین اور ہو جائیں گے جن کے خمس کے بارے اس قسم کے فتاویٰ ہیں۔ دس فقہاء ہو جائیں گے میں پھر کہتا ہوں بھئی یہ سب باتیں خمس کے ضروری دین کے بارے نہیں بلکہ خمس کی ادائیگی کے بارے میں ہیں یہ خمس ضروری دین سے ہے یا ضروری دین سے نہیں ہے؟ یہ سارا

اختلاف اس بارے نہیں ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ خمس سرے سے واجب ہی نہیں ہے ہاں انہوں نے یہ کہا ہے کہ خمس واجب ہے لیکن امام علیہ السلام کی غیبت میں اس کی ادائیگی ساقط ہے۔ جس طرح جمعہ کے وجوب کا کہتے ہیں جمعہ واجب ہے لیکن امام علیہ السلام کی غیبت میں ساقط ہے اب اس مجتہد کے لیے ہم یہ نہیں کہیں گے کہ وہ جمعے کے وجوب کا منکر ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک امام زمانہ عج کی غیبت میں جمعہ ادا کرنے کی شرائط موجود نہیں ہیں اس لیے وہ کہتا ہے جمعہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یہاں پر بھی جو فقیہ کہتا ہے (وہ بھی ایک آدھ) کہ غیبت امام زمانہ عج میں خمس کی ادائیگی بالکل ساقط ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خمس بالکل واجب ہی نہیں ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ خمس واجب ہے لیکن امام زمانہ (عج) کی غیبت میں خمس ادا کرنے کے شرائط پورے نہیں ہیں اس لیے ہم اس دور میں ادا کر نہیں سکتے۔ اس کی ادائیگی ہم شیعوں پر سے ساقط ہے۔ ہم نے باب پنجم میں تفصیلی جواب دیا ہے کہ ایسا نظریہ آئمہ معصومین (علیہم السلام) کی روایات کے منافی ہے۔

اور جو مجتہد یہ کہتا ہے کہ اس کو زمین میں دفن کر دو۔ یا اس کو منتقل کرتے رہو وہ بھی اس کے وجوب کا انکاری نہیں ہے۔

اور آپ کے علم کے لیے ہمارے موجودہ تمام مجتہدین جنہوں نے خمس کے بارے فتاوئ دیے ہیں انہوں نے ان تمام فقہاء کے نظریات پر بحث کی ہے جن فقہاء کے فتاوئ کا حوالہ سرپرست صاحب نے دیا ہے انہوں نے ان سب کو پڑھا ہے اور ان کے ایک ایک نظریے کا جواب بھی دیا ہے حدیث کی روشنی میں، قرآن کی روشنی میں اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ خمس کو دفن کر دو یا اس کی ادائیگی ساقط ہے یا مال امام علیہ السلام معاف ہے انہوں نے دلیل سے ثابت کیا ہے کہ یہ سب نظریات غلط ہیں اور انہوں نے ان تمام نظریات کے مدلل جواب دیے ہیں اور علمی دلائل سے ان اقوال کو

رد کیا ہے ظاہر ہے ان کے علمی جوابات کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو عربی سے واقف ہیں اور حدیث کے متن سے واقف ہیں اور استدلال کے مفہوم سے بھی واقف ہیں لہذا کتاب الخمس آیت اللہ المنتظری، کتاب الخمس آیت اللہ سید محمود ہاشمی اور کتاب الخمس آیت اللہ سید عبدالاعلی سبزواری، کتاب الخمس آیت اللہ جوادی عاملی، کتاب الخمس آیت اللہ حسین نوری (یہ سب کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں) کوئی بھی آکر ہمارے پاس ان فقہاء کی علمی بحثوں کو دیکھ سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی جتنے مجتہدین ہیں انہوں نے خمس کی تفصیلی بحث کی ہے اور اس بارے پیش کردہ ہر اعتراض کا جواب دیا ہے۔

سرپرست نے جو فتاویٰ نقل کئے ہیں کہ بعض مجتہدین یہ کہتے ہیں ...... افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہماری پوری تاریخ اجتہاد میں جس میں ہزاروں کی تعداد میں مجتہدین گزرے ہیں اس نے تو چند مجتہدوں کے نام لکھ دیے مگر ان کے مقابلے سینکڑوں مجتہدوں کے نام بھی نقل کرتے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ خمس دینا واجب ہے اور خمس اس دور میں معاف نہیں ہے اس کے دونوں حصے دینے ہیں ان کا بھی تو تذکرہ کرتے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس شخص نے شیعوں کے بارے خمس کے مسئلہ میں پندرہ اقوال والی بات کو بار بار دہرا کر اور ان اقوال میں سے بعض مضحکہ خیز فتاویٰ کو نقل کر کے شیعہ مذہب کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے اور دشمنوں کو خوش کیا ہے وگرنہ مشاہیر کے فتویٰ کو چھوڑ کر متروک قسم کے فتاویٰ کا حوالہ دینا چہ معنی دارد؟ اور پھر خود جس فتویٰ کا انتخاب کیا وہ بھی شیعہ اخباریوں (اھل حدیث) کا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا فیصلہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء نے دیا تھا جب انہوں نے خمس میں سے اللہ کے حصہ کو تیمن وتبرک کا نام دے کر ختم کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کو یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ انکی وفات سے یہ حصہ ختم ہوگیا اور اسی طرح ذوی القربیٰ والا حصہ

بھی ختم کر دیا خمس کے ان تینوں حصوں کو جنہیں آج کے دور میں مال امام کہا جاتا ہے خلفاء نے ساقط کیا اور اسی نظریہ کو جناب سرپرست بڑی سازش کے تحت شیعہ میں رائج کرنا چاہتے ہیں...... حوالے باب نمبر ۵ میں ملاحظہ کریں۔

یہ پوری تحریر شیعہ عوام کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے اغیار کو تقویت دینا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ سب جانتے ہیں اسی خمس سے تو حوزہ ہائے علمیہ چل رہے ہیں، اس طرح کے بیان سے تو لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے لوگ تو پہلے ہی خمس نہیں دیتے ایسے حوالے دے کر ان نادھندگان خمس کے لیے موقع فراہم کرنا ہے کہ وہ خمس نہ دینے کے جواز میں یہ کہیں ہاں بھائی مجتہدین بھی تو کہہ رہے ہیں خمس معاف ہے لہذا ہم خمس نہیں دیتے تو کیا حرج ہے؟ یہ علماء نے خود سے خمس کی اہمیت بنالی ہے...... بھئی میں پھر کہتا ہوں بات تو خمس کے ضروری دین ہونے کی ہے نہ کہ خمس کن کن چیزوں میں ہے؟ بات تو یہ ہے کہ خمس کا وجوب ضروریات دین سے ہے یا نہیں ہے؟ ہمارے مجتہدین نے کہا ہے اور ہمارا ابھی الحمدللہ یہی عقیدہ ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے۔

ضروری دین میں تقلید نہیں

ایک اور بات بھی یہاں بتادوں کہ جو چیز ضروری دین ہوتی ہے اس میں تقلید نہیں ہوتی ہے...... یہ مسئلہ تقلیدی ہے ہی نہیں...... اگر آپ کو ایک مجتہد کہہ دے کہ نماز واجب نہیں ہے آپ اس کی بات نہیں مانیں گے؟ مجتہد آپ کی راہنمائی تو کرسکتا ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے لیکن یہ مسئلہ تقلیدی ہے ہی نہیں جو چیز ضروری دین ہوتی ہے اس میں تقلید نہیں ہوتی آپ عقائد کی کتابوں میں بھی پڑھو گے وہاں لکھا ہوتا ہے کہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی اور جو ضروریات دین ہیں ان میں بھی تقلید نہیں ہے۔ اور

فقہ کی کتابیں جو تقلید کی بحث سے عام طور پر شروع ہوتی ہیں کہ تقلید کن کن چیزوں میں ہے توضیح المسائل سے لے کر عروۃ الوثقیٰ تک اور فقہ کی ساری کتابیں آپ دیکھیں گے کہ ان میں درج ہے کہ تقلید فروع دین میں ہے لیکن ضروریات دین میں تقلید نہیں ہے فقہاء کہتے ہیں ضروری دین میں تقلید نہیں ہوتی جب مجتہدین کہتے ہیں کہ فلاں حکم ضروری دین سے ہے تو وہ ہماری سپورٹ کے لیے ہے نہ یہ کہ ہم خمس کو مثلاً ضروری دین اس لیے کہتے ہیں کہ ہمارے مرجع تقلید نے کہا ہے بلکہ یہ تو ہمارے مذہب کا حصہ ہے یہ تو ہمارے دین کا حصہ ہے۔ اور اس لیے ہر مسلمان کہتا ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے خمس کا وجوب قرآن سے اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

خمس کے بارے احادیث

جن احادیث کو مجتہدین نے خمس کی بحث میں لکھا ہے۔ ان کو احادیث مستفیضہ کہا جاتا ہے واضح رہے کچھ احادیث ہوتی ہیں جن کو احادیث متواترہ کہتے ہیں اور وہ ایسی احادیث ہوتی ہیں جن میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہوتا اور اسی طرح احادیث مستفیضہ بھی ہیں یہ ان احادیث کو کہتے ہیں جو یقین کے قریب قریب ہوتی ہیں ان کے مضمون کے بارے بھی شک نہیں ہوتا یہ احادیث بھی تواتر کے قریب قریب ہوتی ہیں البتہ ایسی احادیث ہوتی ہیں جن میں تواتر کی شرائط تو پوری نہیں ہوتیں لہذا فقہاء ان کو کم درجہ دیتے ہیں۔

ہمارے تمام مجتہدین نے امام زمانہ عج کی غیبت کبریٰ کے دور سے لے کر آج تک، سب نے خمس کی تفصیلی بحث کی ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے دور میں خمس کی وصولی کے لیے عاملین مقرر تھے تمام آئمہ علیہم السلام کے دور

میں عالمین موجود تھے پھر امام زمانہ عج کے دور میں شیعوں سے خمس کا وصول کرنا اور آپ علیہ السلام تک خمس کا آپ کے نائبین خاص کے ذریعہ پہنچایا جانا یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ خمس کا فریضہ ساقط نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کی صریح آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ اگر خمس کے وجوب کا انکار کریں گے تو یہ قرآن کی آیت کا انکار ہوگا۔

بعض ایرانی علماء کے فتاویٰ کی حقیقت اور ان کے متعلق ایک ضروری وضاحت

سرپرست:

ہمیں بعض مخلص عزیزوں نے ایک ٹریکٹ کی فوٹوسٹیٹ کاپی بھیجی ہے جس میں ایران کے بعض علماء کرام اور مراجع عظام کے فتاویٰ درج ہیں کسی نے خمس کو اجمالا مسلمات اسلام سے قرار دیا ہے، اور کسی نے لکھا ہے کہ خمس کا وجوب قرآن سے ثابت ہے۔ اور کسی نے اسے فی الجملہ ضروریات اسلام سے شمار کیا ہے وغیرہ وغیرہ

ان فتاویٰ کے متعلق ایک ضروری وضاحت:

سرپرست:

چونکہ ہمیشہ جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے جیسا سوال ہوگا ویسا ہی جواب ہوگا تو معلم الملکوت کے لائق شاگردوں نے بغیر نام لکھے چونکہ سوال یہ کیا ہے کہ ایک شخص خمس کا بالکل منکر ہے نہ اسے ضروریات دین سے سمجھتا ہے اور نہ ضروریات مذہب سے اور نہ ہی اسے واجب جانتا ہے۔

طلباء، علماء اور فقہاء کی توہین

تبصرہ

ہاں جناب سب نے لکھا ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے اور فی الجملہ کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ خمس کا واجب ہونا ثابت ہے خمس کی جو جزئیات ہیں ان میں اختلاف ہے، خمس کے مصرف میں اختلاف ہے، خمس کی ادائیگی کے طریقہ کار میں اختلاف ہے خمس کن کن چیزوں میں سے دینا ہے؟ اس میں اختلاف ہے خمس کے واجب ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔

تبصرہ

اولاً تو سرپرست کا یہ جملہ طنزیہ ہے سرپرست کا یہ کہنا کہ۔ معلم الملکوت کے لائق شاگردوں نے ...... یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ معلم الملکوت ابلیس ملعون کو کہا جاتا ہے اور یہ نظریہ عالم تشیع کا نہیں ہے کیونکہ شیعہ نظریہ ہے کہ ملکوت کو تعلیم اللہ جل جلالہ کی طرف سے ملی ہے جیسا کہ کلام الہی میں بھی ہے لا علم لنا الا ما علمتنا ...... یعنی جو علم ہمیں تیری ذات نے دیا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی علم نہیں ہے ...... ایک طرف سرپرست صاحب نے علمائے کرام کو شیطان کہہ کر علم کی توہین کی ہے اور دوسری طرف بلیس کو معلم الملکوت لکھ انھوں نے مقدس فرشتوں کی بھی توہین کی اور توہین ملکوت کا ارتکاب بھی کفر سے کم نہیں ہے کیونکہ ان پر ایمان لانا بحکم قرآن جزو ایمان ہے

ہماری خیر وہ اپنے ایمان کو خیر ضرور منائیں ......

سرپرست صاحب ہم تمہیں بھاگنے نہیں دیں گے بلکہ آپکی تحریر سے تمہیں پکڑیں گے۔

قارئین وہ کہتا ہے کہ سوال یہ کیا گیا ہے ''کہ ایک شخص خمس کا بالکل منکر ہے،''

سرپرست صاحب کسی نے یہ سوال نہیں کیا آپ جھوٹ لکھ رہے ہیں سوال یہ کیا گیا ہے کہ ''اگر کوئی شخص خمس کو ضروریات دین سے نہ سمجھے'' سوال یہ ہے ...... امانت میں خیانت نہیں ہونی چاہیے جو کسی نے سوال کیا ہے وہی لکھو۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص خمس کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتا اور نہ ضروریات مذہب سے تیسرا جملہ بھی سرپرست صاحب نے خود لکھا ہے کہ نہ ہی اسے واجب جانتا ہے یہ جملہ بھی سائل کا نہیں ہے قارئین اندازہ کریں یہ شخص نقل قول میں کتنا امین ہے؟

میری بالا سے ......

سرپرست

تو اس بناء پر بعض علماء نے قدرے تیز وتند جوابات دیے ہیں ہمارے اس مضمون سے قارئین کرام پر یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ میں نے کبھی بھی خمس کا انکار نہیں کیا لہذا ان فتاویٰ کی مجھ پر تو کوئی زد نہیں پڑتی خواہ منکر خمس اسلام سے خارج ہو یا مذہب شیعہ سے ...... میری بلا سے ...... اس کا مجھ سے کیا تعلق؟ زیادہ سے زیادہ اسے ایک سوال کے جواب میں اختلاف پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

سرپرست کے متعلق پوچھے گئے سوال کا فارسی متن

تبصرہ

میں سوال کرنے والے کی فارسی عبارت پڑھ دیتا ہوں

"لطفا حکم شخص را بیان فرمائید که در مجله و کتاب می نویسد۔ "خمس نه از ضروریات دین است و نه از ضروریات مذهب است و منکر آن نه از اسلام

خارج می شود نه از مذهب شیعه چون این مسئله از اوائل اسلام مختلف فیه بوده است ودر مذهب شیعه اختلاف تا حدی است که پانزده تاقول بوده است و یکی از اقوال این است که خمس درزماں ایں بکلی (بکلا قسمیه) معاف می باشد"

کہ اس شخص کے بارے میں حکم بیان کریں جو اپنے رسالہ اور کتاب میں لکھتا ہے'' خمس نہ ضروریات دین سے ہے اور نہ ہی ضروریات مذہب سے ہے خمس کا منکر نہ اسلام سے خارج ہوتا ہے نہ مذہب شیعہ سے چونکہ یہ مسئلہ اوائل اسلام سے اختلافی تھا اور یہ اختلاف شیعہ میں اس حد تک ہے کہ اس کے بارے میں پندرہ اقوال ہیں اور ان پندرہ اقوال سے ایک یہ ہے کہ خمس اس زمانہ میں کلی طور پر معاف ہے۔

اظہار حقیقت ...... از مؤلف

سرپرست صاحب آپ دیکھیں کہ اس عبارت میں کہ جس شخص نے اس کا فارسی ترجمہ کیا ہے کون سے جملے میں اس شخص نے خیانت کی ہے؟ جو کچھ آپ فرمار ہے ہیں وہی کچھ اس نے فارسی میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے کہا کہ خمس ضروریات دین سے نہیں ہے اور ضروریات مذہب سے بھی نہیں ہے اور اس کے منکر نہ اسلام سے خارج ہیں نہ مذہب شیعہ سے، کیونکہ یہ مسئلہ اوائل اسلام سے اختلافی تھا۔ اور شیعہ میں یہ اختلاف اس حد تک ہے کہ پندرہ اقوال ہیں اور ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ خمس بالکل معاف ہے (قارئین ملاحظہ فرمائیں سرپرست صاحب کی یہ اپنی عبارت ہے اس میں کسی نے تحریف نہیں کی اور نہ ہی اضافہ کیا ہے)

اس شخص نے فارسی میں اسی عبارت کا ترجمہ کیا ہے سرپرست صاحب آپ لوگوں

کو کیوں غلط بات بتا رہے ہیں؟ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے بارے غلط بات کہی گئی بقول آپ کے میرے بارے میں لکھا گیا ہے کہ وہ اسے ضروریات دین سمجھتا ہے نہ ضروریات مذہب سے اور نہ ہی اسے واجب جانتا ہے۔ مولانا صاحب نے تیسرا جملہ از خود بڑھایا ہے اسی کو خیانت کہتے ہیں جب کہ ان کی عبارت کا فارسی ترجمہ کرنے والے شخص نے تیسرا جملہ نہیں کہا لوگ تو کہیں گے کہ سوال کرنے والا کیسا شخص ہے؟ اس نے غلط بات مجتہدوں تک کیوں پہنچائی جب کہ اس نے خیانت نہیں کی ...... آپ دیکھیں یہ شخص خود یہ بات لکھ رہا ہے...... کہ خمس کی ضرورت کا منکر نہ اسلام سے خارج ہے اور نہ ہی مذہب شیعہ سے جب کہ اس تحریر میں لکھ رہا ہے کہ میں نے کبھی خمس کا انکار نہیں کیا ...... ان کی کس عبارت کو مانیں؟

ہم بھی کہتے ہیں کہ آپ نے لفظ خمس کا انکار نہیں کیا بلکہ آپ نے خمس کا ضروریات دین سے ہونے کا انکار کیا ہے لوگوں کو بیوقوف بنانے کی ضرورت نہیں ہے بات یہ ہو رہی ہے کہ خمس ضروری دین سے ہے یا نہیں ہے؟ کون کہتا ہے کہ آپ نے لفظ خمس کا انکار کیا ہے آپ نے تو لفظ خمس کا انکار نہیں کیا آپ نے تو لمحہ فکریہ میں بھی لکھا ہے کہ خمس کے بارے میں اجتہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا ہے کہ خمس زکات ہی کا حصہ کیوں نہ ہو، ہم نے یہ نہیں کہا کہ آپ خمس کے انکاری ہیں ہم نے آپ کی عبارت سے یہ سمجھا ہے کہ آپ نے خمس کے ضروریات دین اور ضروریات مذہب سے ہونے کا انکار کیا ہے آپ نے لکھا ہے......

اس کی اپنی عبارت ہے...... خمس کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہے لہذا اگر کوئی شخص خمس کو ضرورت دین نہ سمجھے وہ مذہب شیعہ سے خارج نہیں ہے...... یہ بات جناب سرپرست صاحب آپ خود کہتے ہیں ہم نے تو یہ نہیں کہا کہ آپ خمس کا انکار کرتے

ہیں بلکہ آپ خمس کے ضروری دین ہونے کا انکار کرتے ہیں ...... عوام کو لفظوں اور تحریروں میں اُلجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

لکھتے ہیں ''لہذا ان فتاویٰ کی مجھ پر تو کوئی زد نہیں پڑتی خواہ وہ منکر خمس اسلام سے خارج ہو یا مذہب سے ...... میری بلا سے ...... اس کا مجھ سے کیا تعلق؟ زیادہ سے زیادہ اسے ایک سوال کے جواب میں اختلاف پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

تبصرہ

اس جملہ کو بھی پڑھ لیں ...... کیا مجتہدین کا طرز تکلم اور طرز تخاطب یہی ہوتا ہے، علمی بحث کرنے والوں کا انداز یہی ہوتا ہے جناب ہم اسے ضروری دین جانتے ہیں آپ اسے ضروری دین یا ضروری مذہب نہیں مانتے آپ کے اور ہمارے درمیان یہی فرق ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

مثلاً مجھ سے سوال کیا جاتا ہے کہ ایک شخص خمس کا انکار کرتا ہے آیا وہ ضروریات دین کا منکر ہے میں جواب دیتا ہوں کہ نہیں وہ کافر نہیں اور نہ ہی خارج از مذہب ......

تبصرہ

یہ بات مولانا صاحب خود کہہ رہے ہیں ...... مولانا صاحب آپ کہہ رہے ہیں کہ نہ وہ کافر ہے نہ مذہب سے خارج ...... جب کہ ہمارے مجتہدین اور ہم یہ کہتے ہیں کہ جو خمس کے ضروریات دین سے ہونے کا انکار کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور وہ مذہب سے بھی خارج ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

وہ کہتے ہیں اور یہی سوال ایک اور عالم سے کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایسا شخص ضروریات دین و مذہب کا منکر ہے۔

تبصرہ

جی ہاں ہم نے یہی سوال مجتہدین سے کیا ہے وہ کہتے ہیں ایسا شخص ضروریات دین کا منکر ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

تو اس قسم کا اختلاف عام معمول کے مطابق ہے۔ ایک ہی سوال کے جوابات مختلف ہوا ہی کرتے ہیں لہذا اپنا اپنا طریقہ کار رہے میں ایک مسلمان کو کافر قرار دینے میں جلد بازی کا قائل نہیں ہوں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی مرضی۔

فقہاء کے درمیان معمول کا اختلاف

تبصرہ

جی ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ اس قسم کا اختلاف معمول کے مطابق ہے تو پھر آپ کو اس میں غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ہم نے اور تو کچھ نہیں کہا اس میں آپ غصہ کیوں کرتے ہیں؟ اگر اس قسم کا اختلاف معمول کا حصہ ہے تو اس میں غصہ کس بات کا؟

ایک ہی سوال کے جوابات مختلف ہوا کرتے ہیں۔ جناب والا میں نے بھی تو خمس کے بارے میں پہلے یہی لکھا ہے کہ ایک سوال ہے دو جواب ہیں سوال یہ ہے کہ جو خمس

کے ضروریات دین ہونے کا انکار کرتا ہے اور اس کے ضرورت مذہب ہونے کا بھی منکر ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تو جناب سرپرست صاحب جواب دیتے ہیں کہ ایسا شخص نہ اسلام سے خارج ہے اور نہ ہی مذہب سے ...... اور وہ اب بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ ماشاء اللہ یہ ان کی خوبی ہے کہ جو بات کرتے ہیں اس پر ڈٹ جاتے ہیں ...... ماشاء اللہ اب بھی وہ اپنے دیے گئے فتویٰ سے انکاری نہیں ہوئے اگرچہ ان کے عقیدت مند کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کہا بلکہ وہ تاویلیں کرتے پھرتے ہیں جب کہ وہ خود فرما رہے ہیں ''کہ ایسا شخص نہ دین سے خارج ہے نہ مذہب سے'' ...... جبکہ باقی مجتہدین کہتے ہیں خمس ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کرنے والا ضروریات دین کا منکر ہے اور ضروریات دین کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

لہذا اپنا طریقہ کار رہے میں ایک مسلمان کو کافر قرار دینے میں جلد بازی کا قائل نہیں ہوں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی مرضی وہ جانے اور اس کا خدا جانے۔

کیسے فتویٰ دینے میں جلد بازی نہیں؟

تبصرہ

آپ اس بات پر قائم رہنا کہ آپ جلد بازی میں کسی کو کافر قرار دینے کے لیے راضی نہیں جب کہ موجودہ تحریر میں آپ تو جلد بازی میں بہت کچھ کہہ گئے آپ نے اپنے مخالفین کے لیے لکھا ہے وہ شرارتی ہیں، فلاں ہیں، جاہل ہیں، فتنہ پرداز ہیں، یہ سب جلد بازی نہیں تو اور کیا ہے؟ شیطان معلم الملکوت کے شاگرد ہیں آپ جلد بازی میں کسی کو کافر تو نہیں کہتے اگرچہ جلد بازی میں تہمتیں خوب لگاتے ہیں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو

اس کو مت کچھ کہو وہ جانے اور اس کا خدا جانے ہم جانیں اور ہمارا خدا جانے ...... یہاں لفظوں کے چکر دینے کی ضرورت نہیں ...... ہم یہ پوچھتے ہیں کہ خمس ضروریات دین سے ہے یا نہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ جو خمس کے ضروریات دین ہونے کا انکار کرے وہ منکر ضروری دین نہیں ہے، وہ اسلام سے خارج نہیں ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ جو خمس کے ضروریات دین ہونے سے انکار کرے وہ دین کا انکار کرنے والا ہے۔ وہ کافر ہے، وہ مرتد ہے اور نجس ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

کیونکہ جس خمس کے مسئلہ کو یہ علماء کرام فی الجملہ ضروریات دین سے شمار کر رہے ہیں۔ وہ اور مفہوم میں ہے۔ وہ ہے اسلامی جہاد کے نتیجہ میں کفار سے حاصل کردہ مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا جس کے سب قائل ہیں کوئی منکر نہیں ہے اور جس خمس کے ضروریات دین و مذہب سے ہونے کی میں نے نفی کی ہے وہ دوسرے مفہوم میں ہے کہ دارالحرب کے مال غنیمت کے علاوہ سات چیزوں میں بالخصوص ہر طرح کی جائز کمائی سے سال کے اخراجات کے بعد باقی ماندہ ہر چیز سے خمس نکالنا جس کے بارے میں سرکار آقائے خوئی اعلی اللہ مقامہ جیسا استاد المجتہدین بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں والا نصاف انہ لم یتضح لنا کیف کان وضع الخمس فی زمن النبی وزمن امیر المؤمنین الی عهد الصادقین (مستند العروہ) یعنی انصاف تو یہ ہے کہ اب تک ہم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہو سکی کہ عہد علوی اور نبوی میں خمس کی صورتحال کیا تھی یہاں کہ صادقین کے زمانہ سے پہلے تک واضح نہ تھا یعنی ان کے بعد واضح ہوا۔

خمس کے بارے آقای خوئیؒ کا فتویٰ

تبصرہ

یہاں اس عبارت پر غور کریں کہ لوگوں میں غلط فہمی ڈالنے کے لیے آقائی خوئی کی عبارت سے ایک جملہ لیا ہے آقائے خوئی کی پوری بحث اس جگہ بیان نہیں کی ہے حالانکہ آقای خوئیؒ نے اپنی استدلالی کتاب میں خمس کے معترضین کا اعتراض پیش کر کے ان کا جواب دیا ہے اس شخص نے ان کے جواب کو چھوڑ دیا ہے اور اعتراض کو لے لیا ہے؟
جبکہ آقائے خوئیؒ نے خمس کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے وہ یہ ہے کہ خمس سات چیزوں سے دینا واجب ہے اور مستند العروۃ اسی کتاب میں یہ بھی فرمادیا ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے آپ توضیح المسائل اور منہاج الصالحین میں دیکھ سکتے ہیں البتہ انہوں نے اس مسئلہ پر استدالی بحث ضرور کی ہے ظاہر ہے استدلالی بحث میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے اس مسئلہ میں جو احتمالات ہوتے ہیں جو جو اعتراضات ہوتے ہیں سب کو چھیڑا جاتا ہے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے اس بحث میں یہ بات درج ہے ہمارے نزدیک اسلام کی تشریح تدریجی ہوئی ہے اگر ایک بات امیر المومنین (علیہ السلام) نے نہیں کہی اور وہ بات امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) نے کہی ہے تو ہم امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) کو امیر المومنین (علیہ السلام) کی بات ہی مانتے ہیں اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات مانتے ہیں اور اس بات کو خدا کی بات مانتے ہیں۔

احکام کی تدریجی تشریح

وہ کہتے ہیں کہ آقائے خوئیؒ فرمارہے ہیں کہ امام محمد باقر (علیہ السلام) اور امام جعفر صادق (علیہ السلام) کے زمانہ میں آ کر یہ مسئلہ واضح ہوا تو اس میں کیا حرج ہے؟ بعض باتیں

اسلام کی اجمالی تھیں ان کی تفصیل امام جعفر صادق(علیہ السلام) نے آ کر بیان کی بعض باتیں ان کے دور میں بھی رہ گئیں جو امام حسن عسکری(علیہ السلام) کے دور میں آ کر واضح ہوئیں بعض باتیں امام زمانہ عج کے زمانہ غیبت صغریٰ میں واضح ہوئیں ہمارے نزدیک تو چہاردہ معصومین(علیہم السلام) کا جتنا دور ہے یہ زمانہ، اسلام کی تشریح کا زمانہ ہے دین اسلام رسول پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ آیا...... وحی رسول پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آتی تھی اور قرآن رسول پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور اسلام کی تشریح (وحی کی تشریح اور قرآن پاک کی تشریح) حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وصال کے بعد معصومین علیہم السلام نے فرمائی اور یہ تشریح کا سلسلہ ۳۴۳ یعنی ۲۳ سال وحی کا زمانہ اور ۳۲۰ سال ہمارے آئمہ علیہم السلام کا دور ہے اور یہ دور اسلام کی تشریح کا دور ہے اس شخص نے آقائے خوئی کا ایک جملہ لکھ کر تھوڑے پڑھے لکھے افراد کو بیوقوف بنانا چاہا ہے کہ آقائے خوئی بھی لکھ گئے ہیں کہ خمس کا مسئلہ تو امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ تک واضح نہیں تھا ہم کہتے ہیں اگر اس کی جزئیات واضح نہیں تھیں تو امام موسی کاظم علیہ السلام نے واضح کر دیں اس میں کیا حرج ہے؟ یہی بات تو آقائے خوئیؒ کہنا چاہتے ہیں بعد کے دور میں یہ مسئلہ اور واضح ہو گیا اس میں آپ کی بات کو کیا سپورٹ مل رہی ہے؟ اس میں تو ہمارے موقف کی تقویت ہے نہ کہ سرپرست صاحب کے نظریہ کی...... ہم آقای خوئی کی اصل عبارت کو آخر میں دیں گے کہ اس شخص نے آقای خوئی کا حوالہ پیش کرنے میں کس طرح علمی خیانت کی ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

پھر یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان فتاویٰ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے انکار کی

نوبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار تک پہنچے تو ایسا منکر خارج از اسلام ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شخص کو پہلے قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھایا جائے اور اس پر حکم شرعی کو واضح کیا جائے اگر پھر بھی وہ انکار کرے تو اس پر یہ حکم جاری ہوگا لہذا یہاں کوئی شبہ پیدا ہو جائے اور بات واضح نہ ہو تو فتویٰ لاگو نہ ہوگا کیونکہ شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو حاصل ہوتا ہے۔

کون؟ کب کافر ہوتا ہے

تبصرہ

ہم نے تو مجتہدین کی رائے نقل کی ہے اور مجتہدین نے بھی لکھا ہے کہ اس شخص کو ہمارے ہاں بھیجو اگر اسے خمس کے مسئلہ میں کوئی شبہ یا غلط فہمی ہوئی ہے تو ہم اس کی غلط فہمی اور شبہ کو دور کریں گے اب قرآن وحدیث کی روشنی میں جو آپ نے سمجھا ہے سارے مجتہدین کہہ رہے ہیں آپ نے غلط سمجھا ہے اب آپ کی اس غلطی کا ازالہ سید افتخار حسین نقوی تو نہیں کرسکتا آپ کی اس غلطی کو قم اور نجف میں بیٹھے ہوئے مجتہدین اور حقیقی وارثان علوم محمدؐ وآل محمدؑ ہی کرسکتے ہیں۔

بہر حال اتنی بحثوں کے بعد آپ کو اپنے بارے میں تو اتنا شک ہو جانا چاہیے کہ سارے مجتہدین ایک طرف ہیں اور میں اکیلا ہوں ہوسکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں ...... کم از کم ان فقہاء سے جا کر اس مسئلہ کے بارے بحث تو کرلیں ہمارے ساتھ آپ کو بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ مناظرے کا مسئلہ ہے۔

بعض لوگ مجھے آ کر کہتے ہیں کہ مولانا صاحب آپ سرپرست صاحب سے خمس کے مسئلہ پر مناظرہ کرلیں میں نے ان کے جواب میں کہا ہے اس مسئلہ میں کوئی مناظرہ والی

تو کوئی بات نہیں ہے دیکھیے بات دو اور دو چار والی ہے، نماز واجب ہے اور ہم سب اس کے وجوب کے قائل ہیں روزہ واجب ہے اور ہم سب اس کے وجوب کے قائل ہیں اور جو انکو ضروریات دین سے نہ سمجھے تو ہم اسے مسلمان نہیں سمجھتے وہ اسلام سے خارج ہے اور اسی طرح خمس بھی ضروریات دین سے ہے اور جو اسے ضروریات دین سے نہیں سمجھتا وہ اسلام سے خارج ہے اور یہ ہی ہمارا عقیدہ ہے یہ ہمارا نظریہ ہے اور ہم اس میں کسی کے مقلد نہیں ہیں اور یہ تقلید کا مسئلہ بھی نہیں ہے۔

سرپرست صاحب کو اگر تسلی چاہیے تو وہ خود علمی مراکز کی طرف رجوع کریں ...... ہمیں اپنے عقیدے و نظریے پر تسلی ہے اگر وہ اپنی تسلی نہیں چاہتے تو رجوع نہ کریں لہذا ہم تو آپ کو یہ کہتے ہیں کہ آپ ضرور جائیں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ نہ جائیں البتہ ہم نے عوام تک یہ بات پہنچائی ہے کہ وہ قم یا نجف اشرف میں بیٹھے ہوئے مراجع کی بات مانیں یا سرگودھا کے مولانا صاحب کی بات مانیں اور اس میں نہ غصہ کرنے کی بات ہے نہ گالی دینے کی ضرورت ہے۔ نہ تہمتیں لگانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی کو فراڈ یا کہنے کی ضرورت ہے اس میں تو کوئی فراڈ والی بات نہیں ہے فراڈ تو وہ ہوتا ہے کہ زبان سے کچھ کہو اور دل میں کچھ ہو، ہم تو اندر اور باہر ایک ہیں ...... صاحب ہم نے بات بڑی واضح اور ٹھونک بجا کر کر دی ہے یہ مسائل مناظرے والے نہیں ہیں جو انکے مقلدین ہیں وہ ان کی بات مانتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ تقلید کا نہیں ہے ...... یہ تو ان کے نصیب ...... اس میں غصہ کرنے والی بات کون سی ہے۔

سرپرست کا مشورہ

سرپرست لکھتے ہیں

مشورہ: سرپرست صاحب کا مشورہ ملاحظہ ہو

یہ تلخ حقیقت تو حوزہ علمیہ کے علماء کرام پر واضح ہو چکی ہوگی ہمارے جو طلباء بغرض تحصیل و تکمیل علوم کے لیے رہ رہے ہیں ان کی اکثریت گوہر مقصود سے تہی دامن ہے۔

طلباء قم پر الزام تراشی

تبصرہ

یہ ایک بہت بڑا الزام ہے وہاں ہزار دو ہزار طلباء پڑھ رہے ہیں انکے بارے یہ کہنا کہ ان کی اکثریت ان پڑھ ہے، ان کی اکثریت گوہر مراد سے تہی دامن ہے تو مولانا کیا آپ نے ان سب سے علمی بحث کی ہے؟ آپ نے ہر ایک کا امتحان لیا ہے کیا آپ ہر ایک طالب علم کو جانتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر حوزہ علمیہ قم میں پڑھنے والے طلباء کے بارے میں یہ جملے کہنا آپ کی شان کے منافی ہیں اور طلباء کرام کی توہین ہے اور شیعہ عوام کو قم سے واپس آنے والے طلباء کرام کے بارے بدگمان کرنا ہے اور اس طرح دانستہ یا نادانستہ طور پر مستقبل کے علماء سے عوام کو دور رکھنے کی سازش کی جارہی ہے۔ اور شیعہ عوام کو علماء سے نفرت دلائی جارہی ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں حوزہ علمیہ کے طلباء کے بارے لکھتے ہیں۔

وہ ہیں ...... گم کردہ راہ ......

تبصرہ:

کسی مومن کو، آئمہ (علیہم السلام) کے ماننے والے کو، خدا پرست کو، کہنا کہ وہ ''گم کردہ راہ ہے'' یہ کوئی اچھی بات نہیں اور نہ ہی دین اس قسم کی تہمت کی اجازت دیتا ہے اس کے بعد ایک اور الزام لگا رہے ہیں کہ

سرپرست: تحریر جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں

جنہیں تخریبی کاروائیوں سے فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ کوئی تعمیری کام کریں لہٰذا علماء کرام کا فرض منصبی ہے کہ ان تخریب کاروں کی تحریروں پر اعتماد نہ کیا کریں۔

نجف اور قم کے طلبہ کا مقام

تبصرہ

بس تعمیری کام آپ ہی کر رہے ہیں جو قم اور نجف میں طالب علم پڑھ رہے ہیں وہ وہاں تخریبی کاروائیاں کر رہے ہیں کتنی بڑی تہمت ہے؟ سرپرست صاحب طلباء کرام کو آپ تخریب کار کہہ رہے ہیں، یہ تہمت ہے بلکہ گالی ہے، ایسا کرنا گناھان کبیرہ سے ہے ...... پھر تخریب کار تو وہ تب ہوتے اگر انہوں نے آپ کی تحریر کا ترجمہ کرنے میں خیانت کی ہوتی آپ کو میرا چیلنج ہے کہ جو انہوں نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے اگر وہ آپ کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے تو جو جملے مرضی آئیں انکے بارے میں کہیں ...... پھر جن حضرات نے آپ کی تحریر کا ترجمہ کر کے وہاں کے مراجع سے استفتاء کیا ہے وہ تو چند طلباء ہیں جب کہ سرپرست صاحب تو سب طلباء کو تخریب کار کہہ رہے ہیں ...... سرپرست صاحب کچھ تو خوف خدا کریں جو آپ کی عبارت ہے اسی کا انہوں نے ترجمہ کیا ہے انہوں نے تو ایک لفظ بھی اس پر نہیں بڑھایا ہاں کچھ کم ضرور کیا ہے ترجمہ میں کچھ بڑھایا نہیں ہے اور نہ ہی مرچ مصالحہ لگا کر مسئلہ کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے بلکہ آپ کی عبارت سے

چھوڑا اور ہے اگر جواب آپ کی مرضی کا ہوتا تو پھر وہ تخریب کار نہیں تھے اور اگر جواب آپ کی مرضی کے مطابق نہیں آیا تو وہ تخریب کار ہو گئے ہیں۔ کیا حق اور صحیح فقط وہ ہے جسے کہتے اور سمجھتے ہیں؟ جو بھی آپ کے مخالف نظریہ رکھے وہ آپ کے نزدیک تخریب کار ہے؟ کیا اسلامی اخلاقیات یہی ہیں؟۔

علماء قم کے لیے مشورہ از سرپرست

سرپرست لکھتے ہیں

(علماء قم کو مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں) اور ہمیشہ خیال رکھیں کہ اس اگر مگر کے رنگ میں بھی پوچھے گئے سوالات کے جوابات سے مفسد لوگ سوئے استفادہ نہ کریں اور خود تو بدنام ہوئے ہی ہیں ان علماء کی بدنامی اور رسوائی کا باعث نہ بنیں اور اگر وہ پاکستانی علمائے اعلام کی جو گوناگوں مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اور بیک وقت ناصبیوں اور خارجیوں سے، غالیوں اور مفوضہ سے، علی اللھیوں اور ملنگوں سے، جاہلوں سے اور متجاھلوں سے، اور بے لگام مقررین سے، جاہل ذاکرین سے، غیر مقلد دشمن علم و علماء، بدعمل عوام کالانعام اور تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے والے گم گشتہ راہوں سے برسرپیکار ہیں۔

عوام کو علماء سے دور کرنے کی سازش

تبصرہ

سر پرست صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کر کے عوام کو علماء سے دور کیا ہے ...... بھائی اگر آپ جاہل کو جاہل کا طعنہ دیں گے تو وہ آپ کے پاس کیسے آئے گا؟ ایک ذاکر ہے اور آپ اس کو گالی دیں گے تو وہ آپ کے پاس کیوں آئے گا؟ آپ کی بات کو کیوں مانے گا مریض جو ہوتا ہے وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے کیا ڈاکٹر کا یہ کام ہوتا ہے کہ اسے کہے تو دفعہ ہو جا یا وہ مریض کو سینے سے لگاتا ہے علماء کی مثال تو ایک مہربان ماں کی ہے ماں چھوٹے بیٹے کو نہلاتی ہے اسے صاف ستھرے کپڑے پہناتی ہے وہ بازار میں جاتا ہے بازار سے گندا ہو کر گھر آ جاتا ہے اور دوڑ کر ماں کو لپٹ جاتا ہے کیا ماں اسے مارنا شروع کر دے گی؟ کیا اسے گھر سے نکال دے گی یا اسے پیار کرے گی علماء کو تو عوام کو پیار دینا چاہیے ان سے محبت کرنی چاہیے عوام تو بھٹکی ہوئی ہے ان کو راہ راست پر لانا چاہیے علماء ان سے پیار کریں اور ان کو پیار سے سمجھائیں نہ کہ ان کو گالیوں کے کوڑے لگائیں۔

اگر ہمارے سارے عوام دشمن علم و علماء ہیں بدعمل ہیں تو پھر مدارس کیسے چل رہے ہیں؟ کیا یہی عوام علماء کی مجلسیں سننے نہیں آتے؟ ''بدعمل عوام کالانعام'' پھر وہی جملہ کہ عوام جانوروں کی طرح ہیں سرپرست صاحب جن کو آپ جانور کہتے ہو یہی تمہیں روٹیاں کھلاتے ہیں، یہی آپ کی عزت کرتے ہیں انہی کے پیسوں سے آپ نے مدرسہ بنایا ہے اور جو لوگ آپ کے قریب آ کر بیٹھتے ہیں اور آپ کے حلقہ مریدین و مقلدین میں داخل ہو جاتے ہیں۔ آپ ان کو متکبر نہ بنایا کریں کہ وہ دوسروں کو انسان

ہی نہ سمجھیں آپ کے قریب بیٹھنے والے آپ کی انہی باتوں کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ بس ہم انسان بن گئے ہیں اور فقط ہم ہی شیعہ ہیں کیونکہ مولانا صاحب کے قریب آ گئے ہیں جو مولانا کے قریب نہیں ہیں وہ سب حیوان ہیں۔ اور شیعہ بھی نہیں ہیں۔

سرپرست لکھتے ہیں

اور تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے والے گم گشتہ راہوں سے برسر پیکار اور ان کی نہ صرف جاہلانہ اور مفسدانہ تنقیدوں کا شکار ہیں۔ بلکہ ان کے سب وشتم میں بھی گرفتار ہیں اگر ان حالات میں وہاں کے علماء ان مجاہد علماء اعلام کی تائید نہیں کر سکتے جو کہ ان کو کرنی چاہیے۔

تبصرہ

وہ آپ کی تائید کیا کریں؟ آپ فارسی یا عربی میں اپنی باتیں لکھ کر ان کی طرف بھیجیں اور اپنے نظریات ان تک پہنچائیں اور پھر آپ ان سے رابطے میں رہیں وہ آپ کو سمجھائیں گے جہاں جہاں آپ سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں وہ آپ کی اصلاح کریں گے کیونکہ آپ کوئی معصوم تو نہیں؟ جب کہ مولانا کہتے ہیں میں جو بھی کہتا ہوں وہ صحیح ہے اور میرے علاوہ جتنے ہیں وہ سب غلط ہیں وہ سب جھوٹے ہیں یہ بات ٹھیک نہیں ہے ایسا اپنے بارے سوچنا ہی خلاف اسلام ہے۔ اور ایسا تکبر خدا کو پسند نہیں متکبرین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سرپرست لکھتے ہیں

ان کا فرض منصبی بھی ہے تو کم از کم اس قسم کے فتاویٰ جاری کرے جن سے بے دین ٹولہ خوش ہو۔ اور دین دار طبقہ پریشان علماء کرام کی پریشانیوں میں اضافہ تو نہ کریں گر

نیاید بگوش حقیقت کس برسولان بلاغ باشد وبس۔

مجتہدین کا خمس کے بارے فتویٰ خلاف اسلام نہیں

تبصرہ

ہمارے مجتہدین نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا جو خلاف اسلام ہو یا جس سے علماء کی تضعف ہوئی ہیں ان کے فتویٰ سے مذہب شیعہ کو نقصان ہوا ہو بلکہ ان کے بیان سے شیعوں پر حقیقت روشن ہوئی ہے جو لوگ آپ کے بے ہودہ قسم کے فتویٰ کو پڑھ کر علماء اور مجتہدین کے خلاف ہو گئے تھے ان کی غلط فہمی کا ازالہ ہوا ہے ان پر واضح ہوا ہے کہ خمس کے بارے سرپرست اپنی رائے میں تنہا ہیں فقہاء اور مجتہدین ان کے حامی نہیں ہیں۔ اگر سرپرست صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہماری بات اور حقیقت انہیں سمجھ نہیں آئی ہم تو رسول ہیں اور بس! ہم نے تو اپنی بات پہنچا دی ہے۔

یہ بات بھی وہ غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ انہیں چاہیے تھا کہ وہ اپنی پوری بات فارسی یا عربی میں لکھ کر فقہاء کی خدمت میں روانہ کرتے پھر ان کو یہ بات زیب دیتی تھی ...... ادھر آپ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ذاکرین غداران قوم ہیں، یہ لوگ تاجران خون امام حسین علیہ السلام ہیں اور عیاران ملت ہیں کیا یہ عالمانہ گفتگو ہے؟ کیا آپ نے جو عشرے پڑھے ہیں یا مجالس پڑھتے ہیں کیا وہ دین فروشی اور خون حسین علیہ السلام کی تجارت نہیں ہے آپ بڑی بڑی فیسیں لیں تو تجارت نہیں اور کوئی ذاکر لیتا ہے تو وہ تاجر ہو جاتا ہے یہ ڈبل سٹنڈرڈ کیسا ہے؟ ...... ایسی تحریر سے تو اپنے عقیدت مندوں کے حوصلوں کو بڑھا رہے ہیں کہ وہ عام شیعوں کے متعلق جو مرضی آئے کہتے جائیں ...... مولا علی علیہ السلام کے ماننے والے ذرا ان جملوں کو پڑھیں وہ کہتے ہیں۔

سرپرست کی جانب سے اتھام بازی

سرپرست لکھتے ہیں

''پاکستان کے غداران قوم تاجران خون حسینؑ اور عیاران ملت کو انتباہ''

پاکستان کے بعض جاہل اور بد قماش ملا۔ اور کچھ گداگران صحافت ...... کہ جنہوں نے قم ونجف کے درودیوار دیکھنے کے سوا کچھ علمی فیض حاصل نہیں کیا ...... یہاں ساری زندگی قومی مفادات سے غداری کرنے اور چندہ خوری کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا ...... اور اب بھی بڑے لطائف والحیل سے قوم کا مال ھضم کررہے ہیں اور قوم کی مقدس امانت میں خیانت کررہے ہیں یعنی قوم کے بچوں اور بچیوں کے عقائدہ ونظریات کو خراب کررہے ہیں اور صحیح شیخیت کی بجائے شخصیت کی تعلیم دے رہے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر علماء اعلام کے لیے فضاء مسموم بنارہے ہیں وہ خیال رکھیں کہ کہیں بموجب چاہ کن راچاہ درپیش ...... اگر ہم نے مجبور ہو کر قلم اٹھایا تو پھر ان غداران ملت کو سر چھپانے کی جگہ کوئی نہیں ملے گی۔

سرپرست صاحب کا اصل بحث سے فرار

تبصرہ

بات کو خمس کے ضروری دین سے ہونے یا نہ ہونے کی ہورہی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ سرپرست صاحب اپنے نظریے پر مکمل دلائل پیش کرتے اور ثابت کرتے کہ خمس کا فریضہ ضروریات دین سے نہیں ہے لیکن انھوں نے فلمی ولن جیسے ڈائیلاگ بولنا شروع کر دیئے اور انہوں نے خدمت گذاران قوم، مبلغین دین، علماء اعلام، مدرسین اور معلمین پر کیچڑ

اچھالا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ پاکستان میں علماء کرام عوام کی مدد سے چھوٹے بڑے دینی ادارے چلا رہے ہیں اور سب نے اپنی بساط کے مطابق قومی مفادات کے لیے کام کیا ہے اور ہر ایک کا کام قوم کی نظروں کے سامنے ہیں۔ خائن ہمیشہ رسوا ہوتے ہیں اور قوم ان کا ساتھ نہیں دیتی اور خیانت کاروں کا نام صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے اور خیانت کاروں کو قوم چندہ بھی نہیں دیتی اور ان کی بات بھی نہیں سنتی اور نہ ہی ان کے پاس اپنے بچوں اور بچیوں کو تعلیم کے لیے بھیجتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ خداوند قوم کو خیانت کاروں کے شر سے محفوظ رکھے...... باقی یہ سب پر عیاں ہے کہ قم مقدسہ اور نجف اشرف میں جو حضرات جاتے ہیں تو وہ جس نیت سے جاتے ہیں وہی کچھ وہاں سے لے کر آتے ہیں۔ ہمارے لیے تو ان دیار کی گلیاں اور کوچے بھی مقدس ہیں۔ ان کی زیارت کرنا اور ان جگہوں کے درودیوار کو دیکھنا ہی ہمارے لیے سعادت مندی ہے۔ بد بخت ہیں وہ لوگ جو در مدینہ علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جا کر خالی دامن واپس آئیں۔ خداوند کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے حق کی معرفت عطا فرمائی ہے حق پر چلنے کی توفیق دی ہے حق کی تعلیم دینے اور حق کی تبلیغ کرنے کی توفیق دی ہے...... بحث خمس کی ہو رہی ہے۔ اس بحث میں موصوف الزام تراشیوں اور گالیاں دے کر فرار ہونا چاہتے ہیں اور قارئین کرام کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹانا چاہتے ہیں ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے اس جگہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے ہم اس کا شکوہ حضرت امام زمانہ عج علیہ السلام کے حضور درج کر رہے ہیں پس خداوند ہی احکم الحاکمین ہے وہی معین ہے اسی پر ہمارا توکل ہے۔

سرپرست صاحب خمس کے بارے میں حقیقت کا سامنا کرنے پر قادر نہیں ہیں اس لیے انہوں نے بے جا الزامات، گالیاں اور تہمتیں لگانے کا سہارا لیا ہے ہم یہ معاملہ اللہ

پر چھوڑتے ہیں وہی احکم الحاکمین ہے۔ شیعیت کیا ہے؟ خداوند کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے ولی اعظم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے در اقدس سے اتنا شعور عطاء کر دیا ہے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھ سکیں۔ اور جو حق ہے اور صحیح ہے اسی کو تعلیم بھی دے رہے ہیں اور اسی کی ترویج بھی کرر ہے ہیں حاسدین کو سوا جلنے اور رسوا ہونے کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا خداوند سے دعاء ہے کہ وہ بتصدق محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے ہمیں اپنے دین مبین کی تعلیم و ترویج و تبلیغ کے لیے جو توفیق دے رکھی ہے اسے سلب نہ فرمائے اور اس راستہ میں توفیق مزید عطاء فرمائے۔ اور دشمنان اسلام کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے اور تمام خدمت گذاران دین کو امام زمانہ عج کے ناصران و معاونین سے قرار دے اور ان کے مخالفین سے ہمیں نہ بنائے خداوندا ہمیں حضرت ولی عصر حجت زمانہ عج مہدی الامم کی دعائیں نصیب فرما۔ ان کی مدد اور نصرت ہماری قسمت ہو۔ اور ہر مرحلہ میں ان کی رضایت ہمارے شامل حال ہو۔

تمام مفسدین کے لیے کھلا چیلنج

سرپرست لکھتے ہیں

جو مفسدین صبح و شام میرے خلاف گلے پھاڑ پھاڑ کر میرے منکر خمس ہونے کا زہریلا پروپاگنڈا کر رہے ہیں ان کو کھلا چیلنج کیا جاتا ہے کہ اگر ان میں کچھ بھی دم خم ہے اور ہمت ہے تو میری کسی تقریر و تحریر سے اس انکار کا ثبوت پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کریں یا پھر خدا کے عذاب کے لیے تیار ہو جائیں ان بطش ربک لشدید۔

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائینگے

تبصرہ

سرپرست مولانا صاحب نے اپنے مخالفین کو مفسدین کہا ہے جبکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اس تحریر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی صاحب رائے آپ کی رائے سے اختلاف کرے وہ فاسد ہے، وہ مفسد ہو جاتا ہے فقط آپ ہی ہیں مصلح، اور آپ ہی کا نظریہ درست ہے، حالانکہ آپ کی آراء سے تو بہت سارے ایسے محققین علمائے کرام کو اختلاف ہے جن کے نظریے اور اعتقادات قرآن وحدیث سے ملتے ہیں جب کہ آپ کے نظریات تو قرآن وسنت سے ٹکراتے ہیں۔ اسی خمس کے مسئلہ کو لے لیں قرآن کی سورہ انفال میں آیت خمس کے ساتھ آپ کا فتویٰ ٹکرا رہا ہے۔ آپ کی تحریر کو جو بھی منصف مزاج پڑھے گا اس پر روز روشن کی طرح عیاں ہوگا کہ آپ کے پاس دلیل نہیں آپ اپنے مخالفین کا جواب دلیل کی بجائے گالی سے دیتے ہیں باقی رہا آپ کا روایتی چیلنج ...... تو اس بارے گذارش ہے۔ کہ آپ کی اسی تحریر میں ہے کہ آپ کہتے ہیں ''کہ مجھ سے سوال کیا جاتا ہے کہ ایک شخص خمس کا انکار کرتا ہے آیا وہ ضروریات دین کا منکر ہے میں جواب دیتا ہوں کہ نہیں وہ کافر نہیں اور نہ ہی خارج از مذہب ہے اور یہی سوال ایک اور عالم سے کیا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایسا شخص ضروریات دین و مذہب کا منکر ہے تو اس قسم کا اختلاف عام معمول کے مطابق ہے''۔

سرپرست صاحب کے نزدیک خمس ضروری دین نہیں

مولانا صاحب یہ تحریر آپ کی اپنی ہی تو ہے پس یہ حوالہ تحریر ہو گیا ہے کہ آپ خمس کے ضروری دین ہونے کے انکاری ہیں اسی طرح وہ تحریر جو کہ رسالہ جون ۱۹۹۹ رحمت العالمین نمبر میں ہے کہ آپ نے خود تحریر کیا ہے ''کہ جو خمس کا ضروریات دین ہونے سے انکار کرے نہ وہ مذہب شیعہ سے خارج ہے اور نہ ہی وہ کافر ہے''۔ یہ دوسرا حوالہ ہو گیا کہ آپ خمس کو ضروری دین و مذہب قرار نہیں دیتے۔

میں نے بھی علمائے کرام اور مجتہدین سے پوچھا ہے کہ خمس ضروریات دین و ضروریات مذہب سے ہے یا نہیں تو انہوں نے جواب دیا ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے اور جو شخص خمس کے ضروریات دین ہونے کا انکار کرے وہ منکر دین ہے اور کافر ہے۔ بقول آپ کے جب اس قسم کا اختلاف معمول کا اختلاف ہے تو پھر آپ کو ہمارے اس جواب کو شائع کرنے پر تکلیف کیوں ہوئی ہے؟ اور آپ سیخ پا کیوں ہیں؟ اور چیلنج کیسا؟

میں مولانا صاحب کی اسی تحریر سے ایک اور حوالہ بھی دینا چاہتا ہوں کیونکہ دقائق اسلام کے سرپرست صاحب نے کہا ہے کہ جو مفسدین صبح و شام میرے خلاف گلے پھاڑ پھاڑ کر خمس کے انکاری ہونے کا زہریلا پروپاگنڈا کر رہے ہیں ان کو کھلا چیلنج کیا جاتا ہے اگر ان میں دم خم ہے اور کچھ ہمت ہے تو میری کسی تحریر اور کسی تقریر سے انکار کا ثبوت دے کر منہ مانگا انعام حاصل کریں یا پھر خدا کے عذاب کے لیے تیار ہو جائیں۔

تو اس کے جواب میں تیسرا حوالہ دینا چاہتا ہوں اسی تحریر سے ...... کہ قارئین کرام ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

سرپرست صاحب دقائق اسلام کے شمارہ جنوری، فروری ۲۰۰۲ء شروع میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۹۹ میں دریا خان ضلع بھکر سے ایک مومن نے استفسار کیا تھا جسکا خلاصہ یہ تھا جو شخص یہ کہے کہ غنیمت کا تعلق صرف جنگ سے ہے اس لیے اب خمس واجب ہی نہیں ہے اس قسم کا شخص کیا شیعہ مذہب کے دائرہ میں رہے گا یا منکر ضروریات مذہب شیعہ کے انکار کی وجہ سے مذہب شیعہ سے خارج تصور کیا جائے گا اس کا جو جواب دیا گیا اس کا خلاصہ یہ تھا......

جنگی غنائم میں خمس کا مسئلہ

تبصرہ: قابل توجہ

رسالے کی عبارت آپ نے پڑھی بھی ہوگی کہ سوال کرنے والا سرپرست صاحب سے یہ سوال کررہا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ غنیمت کا تعلق صرف جنگ سے ہے اور اب خمس واجب نہیں ہے وہ بھی مال سادات والا حصہ...... وہ اس کا انکار کردے اور بات جو ہو رہی ہے وہ صرف غنیمت سے جو مال جنگ کے حوالہ سے ہے اب آپ یہاں دیکھ لیں کہ جو سوال کیا گیا ہے وہ مال غنیمت کے بارے میں کیا گیا ہے یعنی اس مال کے بارے سوال ہے جس کا تعلق مال غنیمت سے ہے سائل کہہ رہا ہے کیونکہ جنگ اب نہیں ہے اس لیے خمس اب واجب ہی نہیں ہے تو اس کا منکر مذہب شیعہ سے خارج ہوگا یا نہیں ہوگا۔ جس مال غنیمت کے بارے میں خود اسی رسالہ میں لکھا ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن آپ ذرا توجہ سے سرپرست کی تحریر ملاحظہ کریں میں چاہتا یہ ہوں کہ سرپرست کی اسی تحریر سے خمس کا انکار اپنے قارئین کے لیے ثابت کردوں۔ تاکہ سرپرست کے چیلنج کا جواب ہو جائے۔

خمس کا انکار

سرپرست لکھتے ہیں

اس جواب کا خلاصہ یہ تھا یہ مسئلہ اوائل اسلام سے ہی محل اختلاف رہا ہے اور مذہب شیعہ میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلافات کا یہ عالم ہے کہ اس بارے پندرہ قول ہیں اوران کے قائل موجود پس الغرض یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے اور نہ ہی ضروریات مذہب سے ہے لہذا اگر کوئی اس کا انکار کرے تو اسے خارج از اسلام یا خارج از مذہب قرار نہیں دیا جاسکتا (دقائق اسلام جون ۱۹۹۹)

جو شخص جنگ کے مال غنیمت سے خمس دینے کو واجب نہ سمجھے اور جنگ کے مال غنیمت کے خمس سے انکاری ہوتا ہے وہ شخص اس کے بارے سوال کررہا ہے اور جواب بھی اسی کے متعلق ہے کسی اور کے متعلق نہیں تو منکر خمس نہیں تو کیا ہے؟...... اب ذرا آگے ملاحظہ کریں۔

مولانا صاحب صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ نزاع لفظی ہے یا زیادہ سے زیادہ نزاع صغروی ہے کیونکہ جس خمس کو یہ علمائے کرام ''فی الجملہ ضروریات دین'' سے شمار کررہے ہیں وہ اور مفہوم میں ہے اور (صاحب خود اس بات کی تشریح کررہے ہیں) کہ وہ ہے اسلامی جہاد کے نتیجہ میں کفار سے حاصل کردہ مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

یعنی جنگ کے مال غنیمت سے خمس ادا کرنا واجب ہے یا نہیں مولانا صاحب کہتے ہیں۔

اور یہ وہ چیز ہے جس کے سب قائل ہیں اور کوئی منکر نہیں ہے۔

متضاد بیان

سر پرست لکھتے ہیں

اور جس خمس کے ضروریات دین و مذہب سے ہونے کی میں نے نفی کی ہے وہ دوسرے مفہوم میں ہے۔کہ دارالحرب کے مال غنیمت کے علاوہ سات چیزوں میں بالخصوص ہر طرح کی جائز کمائی سے سال کے اخراجات کے بعد باقی ماندہ خرچ ہر چیز سے خمس نکالنا۔

تبصرہ

ہم آپ کی تحریر سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ مولانا صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مال غنیمت جو جنگ سے حاصل ہوتا ہے اس سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں ہے اور جس کو علمائے کرام نے ضروریات دین سے اور ضروریات مذہب سے سمجھا ہے وہ یہی چیز ہے اگر جناب ڈھکو صاحب کے نزدیک یہ چیز ضروریات دین سے ہے یعنی مال غنیمت سے خمس دینا تو پھر دریا خان کے مومن نے بھی تو یہی سوال کیا تھا جس کو شروع میں خود جنوری فروری ۲۰۰۲ء والے شمارے میں دوبارہ بھی لکھ رہے ہیں۔

''کہ وہ مال غنیمت جس کا تعلق جنگ سے ہے اب اسکا وجود نہیں اس لیے اب خمس واجب ہی نہیں ہے۔اس قسم کا شخص کیا مذہب شیعہ میں رہے گا یا نہیں''

تو آپ نے اسی مال غنیمت کے حوالے سے جواب دیا ہے، سرپرست صاحب سے تو دوسری چیزوں کا سوال ہی نہیں کیا گیا کہ مال غنیمت کے علاوہ جو چیزیں ہیں ان کے بارے میں تو ان سے پوچھا ہی نہیں گیا دریا خان والا تو ان سے یہ پوچھ رہا ہے کہ جو مال غنیمت سے خمس کی ادائیگی کا منکر ہو جاتا ہے وہ مذہب میں رہتا ہے یا نہیں رہتا اور اسی

سوال کے بارے وہ جواب دے رہے ہیں ''کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے اور اس کا منکر خارج از اسلام اور خارج از مذہب نہیں ہے''
اس سطرح ایک طرف مال غنیمت کے خمس کے منکر کو خود کافر اور خارج از دین و ذہب قرار دیا اور خود ہیں اس کے منکر کو داخل دین و مذہب کر دیا تو ثابت ہوا کہ یہ اپنی زبانی بھی دین سے خارج ہیں یعنی کوئی دوسرا کہے نہ کہے یہ اپنے فتوے کی رو بھی دین سے خارج ہیں۔

ہمارا چیلنج

اب ہمارا بھی چیلنج ہے کہ آپ علمائے ایران و نجف و پاکستان کے سامنے اپنے آپ کو منکرین خمس سے نکال ہی نہیں سکتے اگر قم یا نجف میں جا کر آپ اپنے آپ کو منکرین خمس سے ثابت کر دیں تو منہ مانگا انعام ہم بھی دیں گے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ شخص کس طرح الفاظ کا ہیر پھیر کرتا ہے پھر یہ جملہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہتے ہیں کہ مال غنیمت کے علاوہ سات چیزوں میں...... حالانکہ مال غنیمت سمیت سات چیزیں ہیں۔

اوائل اسلام سے مراد

پھر جس بات کو یہ شخص کہہ رہا ہے کہ مسئلہ اوائل اسلام سے اختلافی تھا...... ذرا غور کریں۔ اولائل اسلام سے مراد اگر حضوز پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ لیا جائے تو پھر یہ مسئلہ خمس موردا خلاف نہیں تھا اور اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کا زمانہ لیتے ہیں تو اس میں خمس کے واجب ہونے کے بارے میں تو اختلاف نہ تھا اختلافات تو اس کی ادائیگی اور یہ کہ خمس کن کن چیزوں سے

دینا واجب ہے اس بارے تھا...... خمس اسلام میں ایک فریضہ ہے اس کا انکار کسی نے نہیں کیا اور اسی وجہ سے علماء نے اس فریضہ کو ضروریات دین سے قرار دیا ہے۔ جب کہ دقائق اسلام کے سرپرست صاحب پہلے شخص ہیں جو خمس کے فریضہ کو ضروریات دین میں سے ہونے کا انکار کر دیا ہے جسے ہم نے سابقہ اوراق میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے ہماری دعاء ہے کہ خداوند دقائق اسلام کے سرپرست کو توفیق دے کہ وہ اپنی غلطی کا احساس کریں اور اپنے اس اشتباہ پر اصرار نہ کریں اور اسی بات کو تسلیم کرلیں جسے ہمارے مجتہدین وفقہاء نے بیان کیا ہے اور اپنے اس اقدام سے ملت کے شیرازہ میں جو دراڑ ڈال دی ہے اسے پر کر دیں۔ (آمین)

بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ جو کچھ دقائق اسلام کے سرپرست نے خمس کے ضروریات دین سے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اپنے رسالے کے صفحہ ۲۰ سے لے کر صفحہ ۲۵ پر تحریر کیا ہے اس کا تجزیہ اور تحلیل کریں اور اس کی عبارت کا ہر سطح پر ہم نے تھوڑا تھوڑا جواب دے دیا ہے اور امید ہے کہ ہمارے قارئین ہماری تحریر سے حقیقت کو جان گئے ہوں گے یہ واضح ہے کہ دقائق اسلام کے سرپرست نے اس تحریر میں کوشش کی ہے کہ ان کے قارئین حقیقت کو نہ جان سکیں اور اس نے طلباء ہم اور قم پر کیچڑ اچھالنے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ تاکہ اصل حقیقت مخفی رہے۔

لیکن ہم نے ان کا پردہ چاک کر دیا ہے اور ان کی اس تحریر کا مکمل تجزیہ کر دیا ہے جو بھی انصاف پسند ہیں اور اردو تحریر کے معانی اور مفاہیم کو آسانی سے سمجھتے ہیں وہ دقت کے ساتھ اس تحریر کو اول سے لے کر آخر تک مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر ضرور پہنچیں گے کہ دقائق اسلام کے سرپرست اعلیٰ صاحب خمس کو ضروریات دین سے قرار نہیں دیتے یعنی اپنے فتویٰ کے مطابق وہ مال غنیمت سے خمس دینے کو بھی ضروریات دین

سے نہیں سمجھتے ۔ کیونکہ اگر مال غنیمت سے خمس کو ادا کرنا ضروریات دین سے سمجھتے ہوتے تو دریا خان کے سائل نے جو سوال کیا تھا کہ اگر کوئی مال غنیمت سے خمس کا انکار کر دے تو وہ اس انکار کرنے کی وجہ سے مذہب شیعہ میں باقی رہے گا یا نہیں تو انہوں نے اس کے سوال کا جواب دیا تھا کہ جو خمس کو مال غنیمت سے دینے کا انکار کر دے اور واجب نہ سمجھے تو وہ دین اسلام اور مذہب شیعہ میں رہے گا دین سے خارج نہ ہوگا۔

ضروری دین ہونے کا مطلب

اس جواب سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ شخص خمس کو اصلاً واجب ہی نہیں سمجھتا کیونکہ کسی حکم کا قرآن سے ثابت ہو جانا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اسی کو علماء کی اصطلاح میں ضروری دین کہا جاتا ہے۔ اور ضروری دین کا انکاری اسلام سے خارج ہے۔ آپ خود ملاحظہ کریں کہ یہ شخص کہہ رہا ہے کہ جو شخص مال غنیمت سے خمس کے واجب ہونے کا انکاری ہو وہ دین اسلام سے خارج نہیں ہے؟ اس کا مطلب واضح ہوا کہ یہ شخص خمس کو واجب نہیں سمجھتا۔ توجہ اور غور سے ان کی عبارت کو پڑھیں !!

بات تمام ہوئی ان سے ہمارا اختلاف یہی ہے، ہم کہتے ہیں جو خمس کو ضروریات دین سے نہیں جانتا وہ دین اسلام سے خارج ہے اور اس پر منکر ضروریات دین کا حکم لاگو ہوگا۔

اب قارئین کے لیے راستہ کھلا اور واضح ہے، مرضی ہے کہ وہ نجف اور قم کے مراجع اور مجتہدین کا جو فیصلہ ہے اسے قبول کریں یا سرگودھا کے مجتہد (بقول انکے) کے فتویٰ و نظریات پر اکتفا کریں۔

چیلنج کا مسئلہ

ان کا یہ کہنا کہ اس مسئلہ پر ہم مناظرہ کرلیں تو ہم کہتے ہیں بسم اللہ قم یا نجف اشرف چلیں اپنا نظریہ اور فتویٰ علمائے کرام اور مجتہدین کے سامنے پیش کردیں حق اور سچ واضح ہوجائے گا جو ان علمی مراکز کے فقہاء نے فیصلہ دیا ہمیں وہ قبول ہوگا۔

بہرحال ہمارا مشورہ یہ ہے کہ دقائق اسلام کے سرپرست صاحب شیعہ عوام کو بیوقوف نہ بنائیں کیونکہ یہ مسئلہ عوامی ہے ہی نہیں بلکہ یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے اور اسکا تعلق مراجع کرام وفقہائے عظام سے ہے اس مسئلہ کو انہی کے سامنے جاکر پیش کرنا چاہیے بے شک وہ اپنے ہمراہ کچھ اور علماء کو بھی چلیں، کرایہ اور دیگر اخراجات ہم ادا کردیں گے ایک دفعہ قم ونجف اشرف تشریف تو لے چلیں انہیں ہم سے اُلجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور ہمارا ساتھ جانا بھی ضروری نہیں مرکز علم میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا وہاں پر جو طلباء کرام ہیں وہ خود ہی آپ کی علمی بحثوں میں شریک ہوجائیں گے اور جو اسکا فیصلہ ہوگا اس کا سب کو علم ہوجائے گا اور اس طرح پاکستان کے اندر دقائق اسلام کے سرپرست کے خیالات کی وجہ سے شیعہ عوام میں اختلافات پیدا ہوگئے ہیں ان کا بھی خاتمہ ہوجائے گا۔ جو حقیقت تھی ہم نے اسے آشکار کردیا ہے آخر میں ایک دفعہ پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا ہر انسان کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حق سمجھنے، حق کہنے، حق لکھنے، حق پڑھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق دے اور امام زمانہ (عج) ہم پر راضی ہوں۔

اللھم صل علی محمد وآل محمد و عجل فرجھم والعن اعدائھم

سوالات اور جوابات

سوال:۔ سرپرست نے لمحہ فکریہ کے عنوان سے جو تحریر لکھی ہے اس سے یہ محسوس ہوتا ہے ان کے نزدیک خمس زکواۃ کی اقسام سے ایک قسم ہے اور خمس کوئی علیحدہ فریضہ نہیں ہے اس کے بارے اگر آپ کچھ تفصیلی روشنی ڈال دیں تو بہتر ہوگا؟

جواب:۔ ان کی اس تحریر پر ہم نے پہلے تبصرہ کر دیا ہے البتہ قارئین کے لیے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ہم خمس کے بارے لکھی گئی استدلالی دلیل تحریر الوسیلہ کی عبارت اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ تحریر الوسیلہ کے متن میں آیا ہے

خمس کا وجوب زکواۃ کے بدلہ میں ہے زکات لوگوں کی ہاتھوں کے میل ہے اور ایسا اہلبیت علیہم السلام کے اکرام واحترام کیلئے کیا گیا ہے۔

اس عبارت کی شرح دلیل تحریر الوسیلہ میں آیا ہے۔

یہ بات جیسا کہ معتبر اور غیر معتبر روایات میں وارد ہوئی ہے۔

(۱) سلیم بن قیس کی صحیح روایت میں حضرت علی(علیہ السلام) سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے صدقہ (زکات واجبہ) میں ہمارے لیے حصہ قرار نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی عزت واکرام کے لیے ہے اور ہمیں اس سے محفوظ رکھا ہے کہ ہمیں لوگوں کی ہاتھوں کی میل کھلائی جائے اسی مضمون کی ایک اور صحیح روایت موجود ہے۔

(۲) ابوبصیر کی صحیح روایت میں آیا ہے

ابوبصیر:۔ میں نے حضرت ابوجعفر(علیہ السلام) (امام باقر(علیہ السلام)) سے عرض کی معمولی ترین چیز کونسی ہے جس کی وجہ سے انسان آتش جہنم میں داخل ہوگا؟

امام ابوجعفر علیہ السلام:۔ جو شخص یتیم کے مال سے ایک درہم کھا جائے اور وہ یتیم ہم

ہیں۔ یعنی خمس سے جو شخص ایک درہم کھا جائے تو یہ عمل اسے جہنم میں لیجائے گا۔

(۳) زکریا بن مالک الجعفی نے امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے روایت بیان
ہے۔

زکریا: میں نے امام صادق(علیہ السلام) سے "واعلموانما ماغنمتم من شئی فان ال
خمسه وللرسول ولذی القربیٰ" والی آیت کے بارے سوال کیا۔

امام جعفر صادق(علیہ السلام) نے فرمایا: اللہ کا خمس جو ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)
لیے ہے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف کریں گے اور جو حصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آل
سلم) کا ہے تو وہ آپ کے قرابت داروں کے لیے ہے باقی رہا مساکین و یتامیٰ اور اب
سبیل کا مسئلہ تو آپ جان چکے ہو کہ ہم صدقہ (زکات واجبہ) سے نہیں کھاتے، صد
ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ (زکات واجبہ)

(۴) حماد کی مرسل روایت امام موسیٰ کاظم(علیہ السلام) سے وارد ہوئی ہے۔

'اللہ تعالیٰ نے خمس ان کے لئے (اہل بیت(علیہم السلام)) قرار دیا ہے خمس ان کے واسط
خاص کیا ہے خمس لوگوں کے مساکین اور ان کے ابناء سبیل کیلئے نہیں ہے غیر سادات کیل
جو صدقات قرار دیے گئے ہیں انکے بدلہ میں (خاندان نبوت "سادات") کے واسط
خمس کو قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ان کی پاکیزگی کیلئے ہے کیونکہ وہ رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قرابت دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت و کرامت دی ہے
لوگوں کی میل کچیل سے انھیں پاک رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے یہ خمس ان
کے لیے مخصوص کیا ہے جو ان کو بے نیاز کرتا ہے کہ وہ ذلت اور بیچارگی کی حالت
میں داخل نہ ہوں۔

(۵) امام صادق(علیہ السلام) سے روایت وارد ہوئی ہے بتحقیق اللہ تعالیٰ "لا الہ

الاھو'' ہے جب اس نے ہمارے اوپر صدقہ (واجب زکات) کوحرام کیا ہے تو اس نے ہمارے لئے خمس کو اتارا ہے پس صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے اور خمس کا فریضہ ہمارے لئے عزت وکرامت و بزرگی ہے اور یہ ہمارے لیے حلال ہے۔

(۶) امام صادق(علیہ السلام) سے روایت وارد ہوئی ہے کوئی بھی بندہ اس بات میں معذور نہیں ہوگا کہ وہ چیز خمس کی رقم سے خرید کرلے اور پھر جب اس سے سوال کیا جائے کہ یہ چیز تم نے کس مال سے خرید کی ہے تو وہ جواب دے کہ میں نے تو یہ اپنے مال سے خرید کی ہے مگر یہ خمس والے افراد اس شخص کیلئے اجازت دے دیں۔ یعنی جس مال سے خمس ادا نہ کیا جائے اس سے کوئی شخص اپنے لیے کچھ نہیں خرید سکتا۔

۷۔ امام محمد باقر(علیہ السلام) سے روایت ہے کہ کسی ایک کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ خمس ادا کرنے سے پہلے اپنے لئے کچھ خرید لے بلکہ اسے اپنے مال سے پہلے ہمارے حصہ کو ہمارے پاس پہنچانا ہوگا پھر وہ اس مال سے اپنے لئے کچھ خرید سکتا ہے۔

ان روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خمس اور ہے زکوٰۃ اور ہے، زکوٰۃ لوگوں کے اموال کی میل کچیل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی عزت وکرامت کی خاطر سادات پر حرام قرار دیا ہے اور خمس کو ان کی خاطر زکوٰۃ کے بدلہ میں واجب قرار دیا ہے۔

خمس کی ادائیگی انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر کوئی شخص اپنے مال میں تصرف نہیں کرسکتا ایسا سوچنا کہ خمس زکوٰۃ کی قسم سے ایک فریضہ ہو یہ ان سب روایات اور ظاہر قرآن کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ ایسی سوچ دشمنی سادات تو ہوسکتی ہے خاندان نبوت کیساتھ ہمدردی کیلئے نہیں۔ اس بارے پہلے بھی ہم نے لمحہ فکریہ میں درج شدہ عبارت ول تبصرہ میں واضح بیان دے دیا ہے صاحبان فکر کیلئے اتنا کافی ہے (دلیل تحریر الوسیلہ تالیف علی اکبر سیفی صفحہ نمبر ۱۸)۔

سوال:۔ مولانا صاحب آپ یہ بھی بتا دیں کہ توضیح المسائل میں یہ جو درج ہوتا ہے کہ خمس سات چیزوں سے دینا واجب ہے تو یہ ہمارے مراجع تقلید کا اجتھاد ہے یا اس بارے بھی روایات موجود ہیں جن کی روشنی میں ان اشیاء پر خمس دینے کا کہا گیا ہے؟

جواب:۔ ہمارے مراجع تقلید کا اجتھاد قرآن اور حدیث کے گرد گھومتا ہے خمس کن کن اشیاء سے دینا واجب ہے اس بارے بھی انہوں نے روایات کا سہارا لیا ہے ذیل میں دلیل تحریر الوسیلہ کی عبارت قارئین کے استفادہ کیلئے نقل کرتے ہیں۔

خمس سات چیزوں سے دینا واجب ہے۔

یہ انحصار استقرائی ہے جیسا کہ المدارک میں کہا گیا ہے اور صاحب الجواہر نے اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کسی اور دلیل سے کوئی اور قسم ثابت ہو جائے کہ اس سے بھی خمس دینا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ (دلیل استقرائی کا معنی یہ ہوتا ہے کہ مکمل طور پر جتنے منابع اور شرعی احکام ثابت کرنے کے ذرائع ہیں ان سب میں چھان پھٹک کرنے کے بعد اس نتیجہ پر فقہاء پہنچے ہیں میں کہ جن اشیاء سے خمس کا نکالنا واجب قرار دیا گیا ہے وہ سات ہیں)۔

وضاحت:۔ اس مقام پر جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے بہت ساری کا ظہور اس میں ہے کہ خمس کا تعلق ان سات چیزوں سے ان کے مخصوص عنوان کے حوالے سے ہے۔ جبکہ بعض روایات کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ خمس کا تعلق مطلقا ہر قسمی فائدہ سے ہے اور ارباح پر خمس ہے البتہ ان دو باتوں کا فرق اور فائدہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا کہ خمس سال کے اخراجات نکال کر خمس دینا ہوتا ہے یا سال کے اخراجات نکالے بغیر خمس دیتا ہے اگر خمس ان چیزوں کے عنوان خاص پر ہے تو پھر سال کے اخراجات نکالنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر یہ راہ اختیار کی گئی کہ خمس فوائد اور رباح پر ہے تو پھر

اخراجات نکالنے کے بعد خمس دینا ہوگا۔ (بہر حال اس بارے مجتہدین کے فتاویٰ میں اختلاف موجود ہے اور اس اختلاف کی وجہ روایات کے مضمون کا مختلف ہوتا ہے) وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ خمس مطلقاً فوائد اور ارباح پر ہے ان میں چند ایک یہ ہیں۔

ا۔ علی ابن مھز یار کی صحیح روایت میں آیا ہے کہ امام ابو جعفر علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں بیان فرمایا کہ ''بہر حال غنائم اور فوائد جو حاصل ہوتے ہیں ان سب پر ہر سال میں خمس دینا واجب ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور تم سب یہ بات جان لو کہ جو کچھ بھی تم کسب و کار کرو گے تو اسکا خمس اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کیلئے تم پر دینا واجب ہے۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ غنائم اور فوائد (ارباح) ایک معنی میں ہیں۔

غنیمت ہر وہ مال جسے انسان حاصل کرتا ہے اور فائدہ بھی ہر اس کمائی کو کہتے ہیں جسے وہ حاصل کرتا ہے، اور اس سب پر خمس واجب ہے۔

اس حدیث میں تمام غنائم اور تمام فوائد پر خمس واجب کا کیا گیا ہے اور خمس کے واجب ہونے کیلئے آیت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اور پھر آیت میں غنیمت کو مطلقاً فائدہ سے تفسیر کیا گیا ہے۔ ہماری بات پر گواہ یہ امر ہے کہ امامؑ نے ہر سال خمس دینے کا فرمایا ہے جبکہ غنیمت کا جو خاص عنوان ہے۔

جسے جنگی اموال پر بولا جاتا ہے تو اس میں سال والی بات نہیں آتی ہے پس معلوم ہوا امام علیہ السلام نے غنیمت سے ہر قسمی فائدہ مراد لیا ہے جو انسان کسب و کار سے حاصل کرتا ہے۔

۲۔سماعہ کی روایت موثقہ میں آیا ھے۔

سماعہ:۔ میں نے حضرت ابوالحسنؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا خمس ہر

اس چیز میں ہے جولوگ فائدہ اٹھاتے میں چاہے وہ فائدہ اور منفقت تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

وہ روایات جوخمس کوان اشیاء کے عناوین پرواجب قرار دیتی ہیں۔

ا۔عمار بن مروان کی روایت معتبرہ میں آیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوعبداللہؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ معدنیات سے نکالا جاتا ہے۔۔۔۔جو کچھ سمندر سے نکالا جاتا ہے۔۔۔تمام غنیمت پر اور حلال مال جوحرام سے مخلوط ہو جائے اور اس کا مالک معلوم نہ ہوان سب پرخمس ہے۔

دیکھیں اس روایت میں عناوین کا ذکر کیا گیا ہے اوران پرخمس دینے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ ابن ابی عمیر کی صحیح روایت میں امام جعفر صادقؑ سے بیان ہوا ہے کہ خمس پانچ چیزوں سے دینا فرض ہے۔ ا۔ تمام خزانوں پر ۲۔معدنیات پر ۳۔غوطہ خوری سے حاصل ہونے والے اموال پر ۴۔غنیمت پر اور پانچویں کا نام راوی ابن ابی عمیر کہتا ہے کہ میں بھول گیا۔(دلیل تحریرالوسیلہ ص ۲۱ تا ۲۲)

قارئین کرام کیلئے ہم نے نمونہ کے طور پر دوروایات نقل کی ہیں وگرنہ اصل مسئلہ بڑا واضح ہے بعض روایات میں ان سات چیزوں کا نام درج ہے جن سے خمس دینے کا حکم دیا گیا ہے۔اور بہت ساری روایات ایسی ہیں۔ جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جو فائدہ کسی کو حاصل ہوتا ہے چاہے وہ منفعت تھوڑی ہو یا زیادہ اوروہ فائدہ جس عمل سے بھی حاصل ہوا ہو چاہے تجارت سے، زراعت وصنعت وحرفت سے، معدنیات سے، خزانہ ملنے سے،غوطہ خوری سے، جنگی غنائم سے، حلال مال کے حرام مال سے مخلوط ہو جانے سے، اس پرخمس واجب ہے۔

روایات کے ظاہر سے خمس کے حکم کا استخراج کرنا اوراس کی تفصیلات بیان کرنا اوراس

کے نکالنے کا طریقہ بیان کرنا مجتہدین کا کام ہے اور ہمارے مراجع عظام نے اس بات کو اپنی کتابوں میں تفصیل کیساتھ خمس کی بحث میں بیان کر دیا ہے۔ہمیں اس بحث کو اس جگہ بیان نہیں کرنا۔خمس ادا کرنے کے بارے تفصیلی مسائل کو آپ فقہی کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

سوال:۔ مولانا صاحب خمس کی بحث کی تکمیل کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے آپ ان روایات کے بارے بھی کچھ بیان کر دیں جن میں یہ آیا ہے کہ امام علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں خمس شیعوں پر معارف ہے کیونکہ دقائق اسلام کے سرپرست صاحب نے اپنی تحریروں میں اس پوائنٹ کو اٹھایا ہے کہ خمس کے معافی والی روایات موجود ہیں اور ساتھ ہی انہوں نے سابقہ سالوں میں شائع ہونے والی اپنی کتاب ''قوانین الشریعہ'' میں یہ نظریہ اپنایا کہ مال امام علیہ السلام انکی غیبت کے زمانہ میں ان کے شیعوں پر معاف ہے البتہ سادات کا حصہ انہیں دیا جائے اگرچہ انکی بعد والی تحریروں اور بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خمس کے وجوب کو ضروری نہیں جانتے خمس کے عنوان کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن اسے زکات کی اقسام سے جانتے ہیں اگرچہ اس رائے کو انہوں نے سوال اور لمحہ فکریہ کے عنوان سے بیان کیا ہے اور اپنی واضح اور دوٹوک رائے نہیں دی لیکن ان کا انداز تحریر جیسا کہ آپ نے اپنے تبصروں میں اسکی بڑی وضاحت کر دی ہے لگتا ہے کہ وہ خمس کے بالکل قائل نہیں ہیں بہرحال جہاں پر آپ نے خمس کے فریضہ کے بارے میں دیگر اٹھائے گئے سوالات کی وضاحت فرما دی ہے خمس کی معافی سے متعلق روایات والی بات کی بھی مکمل وضاحت فرما دیں تاکہ ہمارے قارئین کیلئے کسی قسم کا ابہام فریضہ خمس کے بارے باقی نہ رہے؟

جواب:۔ اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے اس جگہ میں ''دلیل تحریر الوسیلہ'' کی مکمل بحث کا

ترجمہ دے رہا ہوں جو اسی حوالے سے ہے امید ہے اس سے ہر قسم کا ابہام دور ہو جائے گا اور سرپرست صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراض کا جواب بھی مل جائے گا دلیل تحریر الوسیلہ کے ص ۳۹۴ پر ہے۔

خمس کو حلال قرار دینے والی روایات کے مضمون بارے تحقیق

اس قسم کی روایات کے بارے تحقیق کی ضرورت اس لئے ہے کہ ایسی روایات کا مضمون خمس کی قانون سازی کی غرض کے ساتھ منافات رکھتا ہے کیونکہ اس قانون سے غرض یہ ہے کہ والی اور حاکم حکومت اپنے مالی مشکلات کو حل کر سکے اور سادات کے حق کو ادا کرے اور ان کے مساکین اپنی اپنی حاجات پوری کر سکیں اگر خمس حلال ہو گا تو اس صورت میں خمس اپنے مقررہ مصارف میں خرچ نہ ہو سکے گا البتہ ایسی صورت میں جب خمس کے فریضہ کا مکلّف جو ہے وہ تنگدست اور فقیر ومحتاج ہو تو اس صورت میں اسکی آبرو کی حفاظت کرنا اس سے موقوف ہے کہ خمس کو اس کے لئے ہٹا دیا جائے اس صورت میں خمس اسے واپس کر دیا جاتا ہے خمس دینا اس پر واجب نہیں رہتا۔ کیونکہ ایسا کرنا مسلمانوں کے مفادات سے ہے ایک تنگدست اور فقیر مسلمان کو یہ چیز شامل ہے (اس بات کا مطلب یہ ہے کہ ایک فقیر اور تنگدست سے خمس اس لیے معاف ہے کیونکہ اس کی عزت وآبرو اور اسکی زندگی کی گذران اس پر کہ خمس اسے واپس دے دیا جائے کیونکہ وہ فقیر ومحتاج اور تنگدست ہے ایسے شخص سے خمس کی معافی والی بات معقول ہے اور مسلمانوں کے مفادات کے عین مطابق ہے اس کے علاوہ یہ بات درست نہیں ہے)

۲۔ فقہاء کے درمیان یہ بات مشہور اور معروف ہے کہ انہوں نے خمس کے حلال ہونے کے مسئلہ کو اس بات سے مقید ومشروط کر دیا ہے جب مال ایسے افراد سے منتقل

ہوا ہو جو خمس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ کافروں سے مال ملے یا مخالفین سے مال ملے اور وہ مال ایسے عناوین سے ہو جن میں وہ خمس کو واجب نہیں جانتے تو ایسے مال سے خمس دینا معاف ہے لیکن یہ بات جو فقہاء کے ہاں مشہور ہے اس کی شرط اور قید خود روایات کے متن میں موجود نہیں ہے۔ البتہ فقہاء روایات کے مضامین کو اس طرح جمع کرتے ہیں۔

بہر حال اس بارے اقوال مختلف ہیں اور اس اختلاف کی وجہ روایات کے مضامین کا اختلاف ہے۔

جو روایات اس بارے وارد ہوئی ہیں جب ہم ان تمام روایات کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ تین قسم کی ہیں۔

ا۔ وہ روایات ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ خمس شیعوں کے لئے بغیر قید و شرط کے حلال ہے شیعوں پر خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے روایات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ فضلاء سے روایت صحیح میں آیا ہے امام ابو جعفر (علیہ السلام) یعنی امام محمد باقر (علیہ السلام) سے روایت ہے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے فرمایا لوگ اپنے شکموں اور فروج (نکاحوں) کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو گئے کیونکہ انہوں نے اس مال سے جو ہمارا حق بنتا تھا وہ ہمیں ادا نہیں کیا آگاہ رہو کہ بتحقیق ہمارے شیعہ اور انکے آباء اس مسئلہ میں آزاد ہیں ان کے لئے یہ سب حلال ہے۔

۲۔ ضریس کناسی کی روایت صحیحہ میں ہے حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ کس راستہ سے لوگ زنا میں ص نے فرمایا یہ لوگ زنا میں وارد ہوئے کہ انہوں نے ہم اہلبیت علیہم السلام کا خمس نہیں دو وارد ہو گئے ضریس کناسی کہتا ہے میں نے عرض کیا نہیں مولا ہم نہیں جانتے۔ امام جعفر صادق (علیہ السلام) فرمایا مگر ہمارے شیعوں

کیلئے جو کہ اطیب و پاکیزہ ترین ہیں وہ اس سے محفوظ ہیں کیونکہ ان کے لئے خمس کو حلال کیا گیا ہے اور ایسا ان کی ولادت کے پاکیزہ ہونے کی خاطر ہے۔

۳۔اسی طرح کی روایت صحیحہ زرارۃ سے ہے انہوں نے حضرت امام محمد باقر صلوات اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ الصلوات والسلام نے شیعوں کے لئے خمس کو حلال قرار دیا تا کہ ان کی ولادت پاکیزہ ہو۔

۴۔صدوقؒ کے ذریعہ سے ابن مسلم کی روایت صحیحہ ہے جو امام باقر (علیہ السلام) یا امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

قیامت کے دن لوگ جس امر کی وجہ سے سخت ترین مشکل اور پریشانی میں ہونگے وہ یہ حالت ہوگی کہ جب خمس کے مالک اٹھیں گے اور کہیں گے یارب میرا خمس !اور ہم نے یہ خمس اپنے شیعوں کے لئے حلال قرار دیا ہے تا کہ ان کی ولادت پاک و پاکیزہ ہو اور ان کی اولاد پاک وصاف ہو۔

۵۔جعفر بن محمد بن حکیم نے عبدالکریم بن عمرو خثعمی سے انہوں نے حارث بن مغیرہ النصری سے انہوں نے امام ابوجعفر باقر (علیہ السلام) سے حدیث بیان کی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ہم نے اس خمس کو اپنے شیعوں کے لئے حلال قرار دیا ہے۔

راوی کہتا ہے پھر امام (علیہ السلام) نے ہماری طرف رُخ کر کے فرمایا اے نجیہ ہمارے علاوہ اور ہمارے شیعوں کے سوا کوئی بھی فطرت ابراہیم علیہ السلام پر نہیں ہے۔

۶۔ابوعمارہ نے حارث بن المغیرہ النصری سے اورانہوں نے امام ابوعبداللہ جعفر الصادق (علیہ السلام) سے حدیث بیان کی ہے۔۔امام (علیہ السلام) نے ایک حدیث میں فرمایا ۔۔۔۔خمس ہم نے اپنے شیعوں کے لئے حلال نہیں کیا مگر اس لئے تا کہ ان کی ولادت طیب و پاکیزہ ہو جائے اور ہر وہ شخص جس نے میرے آباء کی ولایت ومحبت رکھی تو اس کے لئے جو کچھ ان کے پاس ہمارے حق سے ہے وہ ان کے لیے حلال ہے پس جو حاضر

وموجود ہیں ان کو چاہیے کہ وہ غیر موجود افراد تک یہ بات پہنچا دیں۔

تبصرہ:۔ یہ وہ روایات ہیں جو بیان کر رہی ہیں کہ آئمہ علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیعوں کے لئے خمس کو حلال قرار دیا ہے تاکہ ان کی ولادتیں ٹھیک رہیں، ان کی اولاد طیب و پاک ہو مطلب یہ ہے کہ ہمارا حق کھا جانے کی وجہ سے ان کی نسلیں خراب نہ ہوں اور ان کے بچے حرام زادے نہ ہوں۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں۔

خمس کی معافی فریضہ خمس کی قانون سازی کے منافی ہے

ہم ان روایات کے مضامین کو بغیر قید و شرط کے نہیں لے سکتے اور یہ چند وجوہات سے ہے۔

ا۔ اگر اسے ہم مطلقاً لے لیں اور یہ کہیں کہ بغیر قید و شرط کے خمس شیعوں پر معاف ہے تو یہ بات خمس کے فریضہ کی قانون سازی سے منافات رکھتی ہے جس کی غرض حاکم شرعی کی مالی مشکلات کو حل کرنا ہے شیعوں کی رہبری وزعامت و امامت کے حالات و امور سے جو کچھ مربوط ہے اس کے اخراجات کو پورا کرنا ہے اور سادات کے فقراء کی ضروریات کو پورا کرنا ہے کیونکہ خمس بیت المال کے سب سے بڑے اموال سے ہے اسے بہرحال اسلام اور مسلمانوں کے مفادات اور مصالح میں خرچ ہونا ہے خاص کر آئمہ (علیہم السلام) کے زمانہ میں اور پھر غیبت کے طولانی دورانیہ میں ...... کیونکہ امور المسلمین کے اولیاء اور سرپرستان کے پاس ایسے اختیارات موجود نہ تھے کہ وہ لوگوں سے اسلام کی طرف سے لگائے گئے مالیات کو وصول کر سکیں ان کے پاس فقط خمس اور زکات ہی تھا جسے وہ اسلام اور مسلمانوں کے مصالح میں خرچ کر سکتے تھے جبکہ خمس کی مقدار زکات سے بہت زیادہ ہے۔

۲۔ اس قسم کی روایات کا مضمون کثیر تعداد میں وارد ہونے والی ان صحیح روایات کے مضمون سے ٹکراتا ہے جو یہ کہتی ہیں کہ خمس ادا کرنا ضروری ہے، خمس کو آئمہ علیہم السلام کی خدمت میں بھیجنا ضروری ہے اور خمس کی ادائیگی کے متعلق سخت تاکید کی گئی ہے جیسا کہ اس قسم کی روایات کو پہلے بھی بیان کیا گیا ہے (ہم نے بھی اس مضمون کی روایات سے بعض کو بیان کیا ہے جب کہ تفصیلی طور پر ان روایات کو آپ خمس پر لکھی جانے والی تحقیقی کتابوں اور کتب احادیث میں دیکھ سکتے ہیں)

اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ان روایات کے مضمون کو بغیر قید و شرط کے نہیں لے سکتے اور یہ قابل قبول نہیں ہے کہ خمس شیعوں پر معاف ہے کیونکہ ایسا نظریہ خمس کے فریضہ کو بنانے کے مخالف ہے۔

خمس کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہے۔

۲۔ روایات کا دوسرا گروپ

ایسی روایات ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ خمس کی معافی بالکل نہیں ہے ان روایات میں خمس کے حلال کئے جانے کی نفی کی گئی ہے اور یہ نفی بھی مطلقاً ہے یعنی کسی بھی حال میں خمس معاف نہیں ہے اور کسی پر خمس کو حلال نہیں کیا گیا اس بابت روایات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ جناب علی بن ابراہیم کی روایت صحیحیہ میں ہے انہوں نے اپنے باپ ابراہیم سے روایت کی ہے۔

ابراہیم :۔ میں حضرت ابوجعفر الثانی یعنی امام علی نقی (علیہ السلام) کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ کی خدمت میں صالح بن محمد بن سھل آگئے اور وہ آپ کی جانب سے قم میں اوقاف کے متولی مقرر تھے اس نے عرض کی اے میرے سردار آپ مجھے دس ہزار درہم حلال

کر دیں کیونکہ میں نے اتنی رقم خرچ کر دی ہے۔ امام علیہ السلام اس سے فرماتے ہیں آپ کو اس کی اجازت ہے یعنی جو خرچ کر چکے ہو اسکی معافی دی جاتی ہے۔

ابراہیم :۔ جب صالح امام (علیہ السلام) سے رخصت ہو کر چلے گئے تو امام (علیہ السلام) نے ابراہیم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ان میں سے (شیعوں سے) ایک شخص آل محمدؐ کے اموال حاصل کرتا ہے ان کے ایتام، ان کے مساکین اور ان کے ابناء سبیل کے اموال کو حاصل کر لیتا ہے پھر وہ ہمارے پاس آجاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے اس مال کو حلال قرار دے دو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اسے یہ کہوں گا کہ نہیں میں تمہارے لئے اسے حلال نہیں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم قیامت کے دن ان لوگوں سے اس کے متعلق سخت ترین سوال کیا جائے گا۔

تبصرہ :۔ یہ روایت بیان کر رہی ہیں کہ ان مذکورہ اموال سے مراد خمس ہے کیونکہ قرینہ اس جگہ موجود ہے کہ ان اموال کی نسبت آل محمدؑ ان کے یتامیٰ، ان کے مساکین اور ان کے ابناء سبیل کی طرف دی گئی ہے کیونکہ یہ عناوین خمس کے مصارف سے ہیں، جب ایسا ہے تو پھر اس روایت میں امام (علیہ السلام) نے معافی طلب کرنے کی بات کو ناپسند فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جن کے پاس اس قسم کے اموال ہیں اس سے قیامت کے دن سخت سوال ہو گا۔

علی بن ابراہیم کی روایت سے حلیت خمس کے لیے استدلال کرنے پر اعتراض

الف :۔ پہلی بات یہ ہے کہ ایک واقعہ کے بارے مسئلہ ہے جسے عمومیت نہیں دے سکتے۔

ب :۔ حلیت کے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں وہ اس صورت کے بارے میں ہیں کہ خمس ایک شخص کی طرف منتقل ہو اور وہ اس خمس کو اپنی شخصی ضروریات میں خرچ کر دے تو

اس کے لیے خمس کو حلال قرار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ خمس اس لئے ان کے لئے حلال قرار دیا گیا ہے تا کہ ان کی ولادت طیب و طاہر ہو سکے جبکہ اس روایت میں بات مختلف ہے اس جگہ بات یہ ہے کہ کچھ اموال امام علیہ السلام کے وکیل کے پاس پہنچتے ہیں اور وہ وکیل ان اموال کو اپنی ذاتی حوائج میں خرچ کر دیتا ہے پھر سوال اسی حوالے سے ہوا ہے پس یہ روایت خمس کے حلال قرار دینے کو اس طرح سے جسے ہم بعد میں روایات کے درمیان جمع کرنے میں بیان کریں گے اس کی نفی نہیں کرتی مقصد یہ ہے کہ اس روایت میں مطلقاً حلیت کو بیان نہیں کیا گیا بلکہ ایک خاص مورد میں مسائل کو اجازت دی گئی ہے۔

۲:۔ابو بصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے جو شخص خمس کے مال سے کچھ خرید کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول نہیں کرے گا کہ وہ یہ کہے کہ میں نے اسے اپنے مال سے خرید کیا ہے یعنی اس سے اس بارے باز پرس ہوگی۔ کیونکہ اس نے ایسے مال سے اس چیز کو خرید کیا ہے جو اس کے لئے حلال نہیں تھا۔

یہ روایت مکمل طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خریدار کیلئے مال خمس سے جو کچھ منتقل ہوا ہے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے اور اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ وہ فروخت کرنے پر جس پر خمس واجب ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ خمس کے مال کو فروخت کرے۔

لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ اس معتبر روایت کے مدنظر اصل وجوب خمس کی قانون سازی ہے اور اس روایت کا شمار ان روایات سے ہے جو خمس کی قانون سازی کو بیان کرتی ہیں لہذا اگر چہ یہ روایت اصل وجوب خمس کے قانون پر جو حکم مرتب

ہوتا ہے اس کے بیان کے درپے ہے لیکن اس کے ضمن میں یہ روایت اس مال کے
بارے بھی حکم بیان کر رہی ہے جو خریدار کی طرف منتقل ہوا ہے جب کہ وہ مال خمس کا ہے
خریدار اس مال کو خرید کر یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ میں نے یہ مال اپنے مال سے خرید کیا
ہے مگر یہ کہ جو خمس کے مالک ہیں وہ اس خریدار کو اس خرید کئے ہوئے مال میں تصرف کی
اجازت دے دیں اس روایت نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ ایسا مال اس کے لئے
حلال نہیں ہے یہ روایت مال خمس کے حلال ہونے کی نفی کر رہی ہے۔

وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ خمس ادا کیا جائے خمس کو اموال سے نکالا جائے خمس کو
اہلبیت تک پہنچایا جائے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یہ سب روایات جو خمس ادا کرنے کا
بڑی تاکید سے کہہ رہی ہیں ان کا مضمون خمس کے حلال ہونے والی روایات کے مضمون
کے ساتھ منافات رکھتا ہے اور اسی طرح وہ روایات جن میں بیان ہوا ہے کہ کچھ شیعوں
نے جب امام علیہ السلام سے خمس کے مال میں تصرف کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے
اس قسم کی اجازت دینے سے انکار کر دیا

خمس ادا نہ کرنے سے امام علیہ السلام کی دعاء سے محرومیت ہے

خمس کی معافی نہیں ہے:۔

الکلینیؒ نے الکافی میں اور شیخ الطوسیؒ نے تہذیب الاحکام میں اپنی سندات سے
بیان کیا ہے کہ محمد بن الطبری کہتے ہیں فارس کے تاجروں سے ایک تاجر نے جو کہ امام
رضا علیہ السلام کے موالیوں سے تھا اس نے آپ کے پاس خط لکھا جس میں اس نے خمس
کے بارے اجازت طلب کی تھی تو امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اس کے لئے تحریر
فرمایا کہ

سبحان اللہ مال کو جس طرح اللہ نے حلال کیا ہے وہ حلال نہیں مگر اس راستہ سے جس راستہ سے اللہ نے اسے حلال قرار دیا ہے خمس ہمارے دین پر ہماری مدد ہے اور ہمارے عیال اور ہمارے موالیوں کے اخراجات کے لئے ہماری مدد ہے اور جس کو ہم خود خرچ کرتے ہیں اور ہم اپنے اعراض اور عزتیں ان سے خرید کرتے ہیں جن کے غلبہ اور پکڑ کا ہمیں ڈر ہوتا ہے یعنی خمس ہماری آبرو بچانے کا ذریعہ ہے خمس کے ذریعہ ہم اپنے اہل وعیال اور اپنے موالیوں کی آبرو کو محفوظ کرتے ہیں۔ پس تم خمس کو ہم سے مت روکو اور خود کو ہماری دعا سے محروم نہ رکھو جس قدر تم اس بارے قدرت رکھتے ہو خمس ادا کرو کیونکہ خمس نکالنا تمہاری روزی کی چابی ہے اور تمہارے گناہوں کی بخشش ہے۔

خمس ادا کرنا مودت اہلبیتؑ کی نشانی ہے

ایک اور روایت میں ہے راوی کہتا ہے کہ ایک گروہ خراسان سے امام ابوالحسن رضا(علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچتا ہے انہوں نے آپ سے سوال کیا کہا آپؑ انہیں خمس کے معاملہ میں معافی دے دیں راوی کہتا ہے امام(علیہ السلام) نے ان کی بات سن کر فرمایا یہ کتنی گھٹیا بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تم اپنی زبانوں سے اپنی مودت کو ہمارے لئے خالص کرتے ہو اور ہم سے اس حق کو روکتے ہو جس حق کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمہارے اوپر فرض کیا ہے اور ہمیں اس حق کے لئے قرار دیا ہے اور وہ حق خمس ہے؟ ہم قرار نہیں دیں گے، ہم قرار نہیں دیں گے، ہم قرار نہیں دیں گے کہ تم سے کسی ایک کے لئے یہ اجازت ہو کہ خمس اس پر معاف ہو۔

تبصرہ

اس روایت کا مضمون بڑا واضح ہے کہ امام علیہ السلام نے سخت لہجہ سے ان کے مطالبہ کی نفی کر رہے ہیں اور بڑی قطعیت کے ساتھ فرمار ہے ہیں ہم کسی ایک کو بھی خمس حلال نہیں کریں گے اور اس جملہ کا تین دفعہ تکرار فرما کر اس نفی کی تاکید در تاکید فرما دی ہے اس قسم کی روایت کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اس دور میں خمس معاف ہے یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔

خمس ادانہ کرنے والا ملعون ہے

امام زمانہ عج خمس نہ دینے والے پر لعنت بھیجتے ہیں :۔شیخ ابو جعفر محمد بن عثمان العمری کے مسائل کا جواب امام زمانہ کے دستخطوں سے جاری ہوا اس کا جواب تھا۔

ا۔باقی رہا آپ کا اس شخص کے بارے میں سوال کہ جس کے پاس ہمارے اموال سے کچھ مال موجود ہے اور وہ اس مال کو اپنے لئے حلال قرار دیتا ہے اور وہ اس مال میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح وہ اپنے مال میں تصرف کرتا ہے اور یہ سب کچھ ہمارے امر اور اجازت کے بغیر کرتا ہے تو جو شخص بھی ایسا کرتا ہے وہ شخص ملعون ہے اور ہم اسکے دشمن ہیں۔

۲۔اسی قسم کی ایک اور توقیع بھی جو ایک اور سوال کے جواب میں صادر ہوئی ہے جس کو راوندی نے اپنی سند سے حسن بن عبداللہ بن حمدان سے اور انہوں نے اپنے چچا حسین سے ایک حدیث میں بیان کیا ہے یہ حدیث امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ہے۔

اے حسین ! کتنے احسانات ناحیہ پر جتاؤ گے (ناحیہ سے مراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا دربار اور آپ کا دفتر ہے) اور تم اپنے مال سے خمس کو میرے اصحاب سے

کیوں روکتے ہو؟ پھر امام(علیہ السلام) نے فرمایا کہ:۔ جب تم اس جگہ پر جاؤ جہاں جانے کا قصد رکھتے ہو تو تم اکرام سے وہاں داخل ہو جاؤ اور وہاں جو کام کرنا چاہتے ہو وہ کام کرو اور پھر تم اس کمائی کا خمس اسکے مستحق کی طرف لے جاؤ۔

۳۔علی بن مھیز یار کی صحیح روایت میں آیا ہے جس کے پاس خمس کے مال سے کچھ بھی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مال کو میرے وکیل تک پہنچا دے۔

خمس آئمہ علیہم السلام کا حق

۴۔ابوعلی راشد حضرت امام ابوالحسن ثالث علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے مولا آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے مشن کو انجام دوں اور آپ کا حق وصول کروں میں نے یہ بات آپ کے موالیوں کو بتائی ہے ان میں سے بعض نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ ان کا (امام(علیہ السلام)) کا حق کیا ہے؟ تو میں اس بارے نہیں جانتا تھا کہ آپ کا اس حق سے کیا مراد ہے اور آپ کا حق کیا چیز ہے؟ تو امام(علیہ السلام) نے اس کے جواب میں فرمایا ان سب پر خمس ادا کرنا واجب ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سارے روایات ہیں جن کا مضمون اسی طرح کا ہے یہ سب روایات قطعی اور حتمی ثبوت ہیں کہ خمس کو آئمہ معصومین علیہم السلام نے پورا خمس اپنے سب شیعوں کے لئے مطلقاً بغیر قید وشرط کے حلال قرار نہیں دیا ہے۔

دو مختلف مضامین پر مشتمل روایات میں جمع

ہمارے سامنے دو طرح کی روایات ہیں۔

ا۔کچھ وہ روایات ہیں جو بتا رہی ہیں کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے خمس اپنے شیعوں کے لئے بغیر قید وشرط کے حلال قرار دیا ہے۔

۲۔ دوسری قسم کی وہ روایات ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ خمس بالکل معاف نہیں ہے خمس آئمہ تک پہنچانا ہوگا یا ان کے وکلاء کو دینا ہوگا خمس کسی کیلئے حلال نہیں ہے۔

ان روایات کے مضمون کے درمیان فقہاء نے جمع کیا ہے جو اس طرح ہے۔

پہلا قول:۔ صاحب حدائق کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو خمس حلال کیا گیا ہے وہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا اپنا حصہ ہے جسے سہم امام علیہ السلام کہا جاتا ہے اور جس خمس کو حلال نہیں کیا گیا جسے ہر صورت ادا کرنا ہے وہ سادات کا حصہ ہے۔

لیکن یہ اس قول کو انہوں نے تبرا اپنایا ہے بغیر ثبوت پیش کیے اسے اختیار کیا ہے اور روایات سے اس نظریہ پر شاہد نہیں لائے۔

ایک توہم کا ازالہ

علی بن مہز یار اھوازی کی صحیح روایت سے جو استدلال اور ثبوت لانے کی کوشش کی گئی ہے وہ نا درست ہے روایت میں یہ جملہ ہے جس کے پاس میرا حق ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس کے لئے یہ مال حلال ہے (صاحب حدائق کے قول پر اس سے ثبوت لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں مولا نے اپنے حق کی معافی دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے)

ا۔ پہلی بات تو اس جگہ یہ ہے کہ مولا کی مراد ''حقی'' (میرا حق) پورا خمس ہے نہ کہ خمس کا بعض حصہ اس نظریہ کے پیش نظر جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ خمس اپنی تمام اقسام سمیت امام کی ولایت اور رہبری کے شئون اور دائرہ کار سے ہے یہ مالی حق امامت، اور حکومت کے دائرہ میں آتا ہے اور اس کا اختیار مسلمانوں کے والی اور رہبر کے پاس ہے جیسا کہ راوی کا سوال کرنا اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ اس نے خمس کی حلیت طلب کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے خمس کی بات ہے فقط مال امام کی بات اس میں نہیں

ہے۔پس صاحب حدائق کا یہ خیال کہ مال امام معاف ہے اور مال سادات دینا ہوگا اوراس کیلئے اس روایت سے ثبوت لانا بالکل نادرست ہے۔

۲۔دوسری بات اس جگہ یہ ہورہی ہے کہ ہمارے پاس دوقسم کی روایات موجود ہیں ان کوجمع کرنے کی بات ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ جوروایات خمس کوحلال کرنے والی ہیں ان میں اس حلیت کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ خمس اس لئے حلال کیا جارہا ہے تاکہ ولادت پاک وپاکیزہ ہواولادحرام کی نہ ہوتوظاہر ہے یہ بات پورے خمس کے حوالے سے ہورہی ہے نہ کہ بالخصوص مال امام علیہ السلام کے حوالے سے ہورہی ہے۔

۳۔تیسری بات یہ ہے کہ اوپروالی روایت میں معافی کی بات ان کے لئے ہے جوخمس اداکرنے سے قاصر ہیں تنگدست اورمحتاج ہیں جبکہ ولادت کی طہارت اوراولاد کا پاک وطاہر پیدا ہونے کا معاملہ تو سب شیعوں کے لئے ہے چاہے وہ محتاج اورتنگدست ہوں یا خوشحال ہوں تحلیل کی بات سب شیعوں کے لئے ہے جوآپ علیہم السلام کی ولایت اورامامت کے قائل ہیں یہ بات تنگدستوں اورمحتاجوں کے لئے خمس حلال قرار دینے سے مناسبت نہیں رکھتی ایسا درست نہیں ہے کہ سب شیعوں کے درمیان آئمہ معصومین علیہم السلام اس طرح فرق کے قائل ہوں کہ تنگدست خمس نہ دیں توان کیلئے ان کی اولاد حلال ہوگی اوراگرخوشحال لوگ خمس نہ دیں توان کیلئے ان کی اولادیں حلال نہ ہوں گی یہ فرق روایات سے نہیں سمجھا جاتا۔

اسی بات سے یہ توہم اورخیال بھی باطل ہوجاتا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت ان روایات سے خاص تر ہے اوراس کا دائرہ محدود ہے لہذا یہ ان تمام روایات کے اطلاق اورعمومیت کومقید کردے گی تو یہ بات بھی درست نہیں ہے کیونکہ ان روایات میں تحلیل اورخمس کوشیعوں کے لئے حلال کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے اوروہ

ولادتوں کا پاک ہونا ہے جب کہ اس روایت میں محتاجوں اور تنگدستوں کو خمس حلال قرار دینے کی بات ہے۔

نتیجہ بحث

پس اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ اس روایت میں تحلیل اور جواز کی بات جو ہے وہ سہم امام علیہ السلام کو شامل نہیں ہے اور اس حق سے مراد فقط سہم امام علیہ السلام نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسے محتاج اور تنگدست افراد جو امام علیہ السلام کے حق کو ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے انہیں خمس میں تصرف کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے اور ان کے لئے یہ کہا جا رہا ہے کہ جب تم تنگدست ہو تو تمہارے لئے وہ مصارف جائز اور حلال ہیں جو تم نے خمس میں کئے ہیں البتہ اس میں اس بات کی طرف نگاہ نہیں کہ وہ خمس ان کی طرف دوسروں کی جانب سے منتقل ہوا ہو جیسا کہ تحلیل والی روایات سے مراد لیا گیا ہے یعنی تحلیل والی روایات میں یہ ہے کہ جب کسی کے پاس ایسا مال آ جائے جس میں ہمارا حق خمس بنتا ہے تو اس مال میں ہمارے شیعوں کے لئے تصرف کرنا ہماری جانب سے حلال و جائز ہے تا کہ ان کی ولادتوں کا معاملہ درست ہو سکے۔

تبصرہ

دقائق اسلام کے سرپرست نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ میں اسی نظریہ کا انتخاب کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ امام زمانہ عج کی غیبت میں سہم امام علیہ السلام شیعوں پر معاف ہے اور مال سادات دینا چاہیے ...... اس نظریہ کی حقیقت آپ کے سامنے روشن ہو گئی اور ہمارے قارئین پر یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ ہمارے فقہاء شرعی احکام کے بیان کرنے میں کس طرح دقت سے کام لیتے ہیں یہ بھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اس قول کے اختیار

کرنے پر کوئی ثبوت اور روایات سے گواہ نہیں ہے جس صحیح روایت کا سہارا لیا گیا ہے اس سے استدلال کرنا بھی نادرست ہے جبکہ سرپرست صاحب نے تو اس فتویٰ کے صادر کرنے میں استدلال کے طور پر امام زمانہ علیہ السلام کی ایک توقیع کا حوالہ دیا ہے جو بالکل اس مقام کو شامل نہیں ہے بلکہ اگر اس روایت کے مضمون کو لیں گے تو پھر خمس معاف ہے تو پورا معاف ہے اور اگر معاف نہیں ہے تو پھر پورا نہیں ہے اسمیں تقسیم بندی کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔

جمع بین روایات کے بارے دوسرا نظریہ

روایات کو اس طرح جمع کیا گیا ہے خمس کے سارے مصارف کی معافی نہیں ہے بلکہ خمس کے حساب میں ایسے تصرفات جن کا تعلق کنیزوں سے بنتا ہے یا نکاح وغیرہ سے ہے ایسے تصرفات کو حلال قرار دیا گیا ہے یعنی خمس کے مال سے کنیز خرید کی گئی ہو یا ایسے مال سے حق مہر دے دیا گیا ہو جس سے خمس ادا نہیں ہوا تو ایسا تصرف کرنا شیعوں کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے۔

اس توجیہ پر اعتراض

یہ بات بھی روایات کے مضمون سے مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ بعض روایات میں زراعت، تجارت، صنعت وحرفت، خوراک، لباس سے خمس حلال کرنے کی بات آئی ہے جیسا کہ علی بن مہزیار کی صحیح روایت میں اور ابو خدیجہ کی معتبر روایت میں اور جو کچھ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں وارد ہوا ہے اور اسی طرح بعض روایات میں آیا ہے کہ لوگ اپنے شکموں اور فروج کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو گئے ہم نے اپنے شیعوں کے لئے خمس کو حلال قرار دیا ہے جیسا کہ فضلاء کی صحیح روایت میں تھا ان روایات

کا مضمون سب کو شامل ہے چاہے وہ تصرف فرج کا ہو مال کا ہو، لباس کا ہو یا خوراک کا ہو پس یہ جمع بھی درست نہیں ہے

جمع بین روایات کے بارے تیسرا نظریہ

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ تحلیل اور اجازت آئمہ معصومین علیہم السلام کے اپنے دور سے مخصوص ہے جبکہ وہ خود لوگوں کے درمیان موجود ہے کیونکہ ہر امام خمس کا مالک ہے اس عنوان سے کہ وہ امام میں جب تک وہ زندہ وموجود ہے نتیجہ یہ نکلا کہ تحلیل اور حلال کرنے کی روایات خمس کے وجوب کو ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے اس میں تصرف کی اجازت دی ہے۔

اس توجیہ پر اعتراضات

یہ بات ان روایات سے منافات رکھتی ہے کہ جن میں ہے کہ یہ شیعوں کے لئے قیامت کے دن تک حلال ہے جیسا کہ ابو خدیجہ کی روایت معتبرہ میں آیا ہے یا وہ روایت جو یہ کہتی ہے کہ یہ خمس حضرت حجت کے قیام کرنے تک حلال ہے جیسا کہ مسمع کی معتبر روایت میں آیا ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی ملالیں جو اسحاق بن یعقوب کی حضرت حجتہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے خط وکتابت اس بارے ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس امر کے ظہور تک خمس حلال کیا جاتا ہے۔

جمع بین روایات کے بارے چوتھا نظریہ

یہ جمع صاحب معالمہ کی طرف منسوب ہوئی ہے کہ ارباح سے خمس حلال قرار دیا گیا ہے کیونکہ ارباح [جو کچھ کمانے وکسب وکار سے منفعت حاصل ہوتی ہے] اسے خمس کی قانون سازی آئمہ معصومین علیہم السلام کی جانب سے ہوئی ہے جیسا کہ علی بن مہیز یار کی طولانی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اس توجیہ پر اعتراض

پہلی بات تو یہ ہے کہ خمس کے حلال کرنیوالی روایات عام ہیں ان کا مضمون خمس کی تمام اقسام کو شامل ہے اس سے فقط ارباح کے خمس کو مراد نہیں لے سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض روایات میں وضاحت آئی ہے کہ مال غنیمت، فئی اور انفال سے خمس کو حلال قرار دیا گیا ہے ان توجیہات کے علاوہ اور اقوال بھی بیان ہوئے ہیں جو سب کے سب تحلیل کی روایات کے مضمون سے منافات رکھتے ہیں اور بعض اقوال تو روایات کے ظاہری مفہوم کے منافی ہیں جس طرح تحلیل کی جو وجہ اور حکمت بیان کی گئی ہے وہ اس کو مقید اور کسی قسم کے ساتھ مخصوص کرنے کی بات سے مناسبت نہیں رکھتی ہے

جمع بین روایات کے بارے پانچویں توجیہ

ان توجیہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم تحلیل والی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے اس نظریہ کو اپناتے ہیں کہ خمس کا تقاضا واجب نہیں ہے اور جو روایات خمس کی ادائیگی کا کہہ رہی ہیں اور ان پر اس طرح عمل کرتے ہیں کہ خمس نکالنے کے بارے استحباب کا فتویٰ دیا جائے لیکن اس توجیہ کا جواب واضح ہے کیونکہ جو روایات خمس کی

تحلیل کا کہہ رہی ہیں وہ فقط اس میں منحصر نہیں ہیں کہ خمس نکالنے کا کہا گیا ہو بلکہ بعض روایات ایسی ہیں جو کہتی ہیں کہ خمس کی تحلیل نہیں ہے خمس کی معافی کی بالکل نفی کی گئی ہے ایسے مال سے خریداری کرنا منع کیا گیا ہے جس سے خمس ادا نہیں کیا گیا فقط سادی سی بات نہیں ہے کہ خُمس ادا کرو اور یہ خمس حلال ہے جیسا کہ امام باقر(علیہ السلام) ، سے ابوبصیر کی معتبر روایت میں آیا ہے اور زید الطبری کی روایت امام رضا(علیہ السلام) سے بیان ہوئی ہے اور بعض توقیعات جو حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف سے وارد ہوئی ہیں ان میں بڑی وضاحت ہے کہ خمس کو حلال قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی خمس کی معافی ہے بلکہ خمس نہ دینے والوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

پوری بحث کا نتیجہ

بہر حال دو قسم کی روایات موجود ہیں دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے نہیں ملتا اگر ایک قسم والی روایات کو لیتے ہیں تو دوسری روایات جن کا مضمون پہلی قسم والی روایات سے بالکل مختلف ہے ان کو چھوڑنا ہوگا اور اسی طرح برعکس ہے اور ان دونوں کے درمیان جمع کرنے کے لئے جتنی توجیہات اوپر بیان کر آئے ہیں ان میں سے کوئی بھی درست نہیں ہے اب سوال یہ ہے پھر کس طرح ان کے درمیان جمع ہوگی کہ کسی ایک گروپ کی مخالفت لازم نہ آئے اور ہمارا عمل بھی درست قرار پائے۔ اور سب روایات کے مضمون پر عمل ہو جائے

مسئلہ کا حل:

ان مذکورہ روایات کو جمع کرنے کے حوالے سے زیادہ مضبوط بات یہ ہے کہ خمس کی حلیت والی روایات سے مراد یہ لی جائے کہ وہ اموالی جو ایک شیعہ کے پاس ایسے

افراد سے منتقل ہوں جولوگ یا توخمس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں یا خمس کو واجب قرار دیتے ہیں لیکن انہوں نے ان اموال سے خمس ادانہیں کیا ہے اوراس حکم کی نافرمانی کی ہے تو ان روایات کی روشنی میں ایک شیعہ کے لئے ایسے اموال میں تصرف کرنا جائز ہے اور اسمیں تصرف کرنے سے پہلے خمس نکالنا اس پر واجب نہیں ہے۔اور دوسری قسم کی روایات کا مضمون جو ہے وہ خمس کے اصل وجوب کی طرف متوجہ ہے ابتدائی طور پر ہر مکلّف پرخمس اپنے اموال سے ادا کرنا واجب ہے بغیراس کے کہ اس کی طرف یہ اموال دوسروں کی طرف سے منتقل ہوئے ہوں...... اس پر جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی کمائی سے اوراسکی مالکیت میں جو اموال ہیں ان سے خمس نہ دے اس کے لئے خمس کی معافی بالکل نہیں ہے۔

جمع بین روایات بارے صحیح نظریہ پر روایات سے استدلال

مذکورہ بالا دوطرح کی روایات کے درمیان جوجمع کی گئی ہے اس معنی اور مفہوم پر ایک اورطرح کی روایات ہیں جوکہ صحیح روایات ہیں اور وہ روایات کا تیسرا گروہ ہے جن کا مضمون اس مفہوم ومعنی پر صادق آتا ہے جو ہم نے ان روایات کے درمیان جمع کرنے کے لئے اختیار کیا ہے اس قسم کی روایات اوران کے مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔شیخ صدوقؒ نے اپنی سند صحیح سے یونس بن یعقوب سے روایت کیا ہے۔

یونس ؛ میں حضرت ابوعبداللہ(علیہ السلام) کی خدمت میں موجود تھا آپ کے پاس قماطین کا ایک آدمی آتا ہے اورعرض کرتا ہے مولا ہمارے پاس اموال ،تجارت ،ارباح موجود ہوتے ہیں اور ہم یہ جانتے ہیں کہ ان سب میں آپ کا حق ثابت ہے اور ہم ان اموال وتجارت وارباح سے آپ کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام؛ اس شخص کے جواب میں فرماتے ہیں ہم اگر آج آپ پر واجب کر دیں کہ ایسے اموال سے بھی ہمارا حق ادا کرو تو یہ ہماری جانب سے آپ لوگوں کے ساتھ انصاف نہ ہوگا اس روایت میں اموال، تجارت اور ارباح میں جس حق کی بات کی گئی ہے اس حق سے مراد یقینی طور پر خمس ہے۔

تبصرہ

اس روایت کا مضمون واضح ہے کہ جو اموال، تجارت اور ارباح دوسروں سے کسی شیعہ کے پاس منتقل ہوتے ہیں اور وہ شیعہ جانتا ہے کہ ان میں خمس ہے تو امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ نہ انصافی ہوگی کہ ہم ایسے اموال وتجارت وارباح سے آپ کو خمس دینے کا کہیں۔

۲۔ ابو سلمہ سالم بن مکرم کی معتبر روایت امام ابو عبداللہ جعفر صادق(علیہ السلام) سے وارد ہوئی ہے[ابو سلمہ سے مراد ابو خدیجہ ہیں

ابو سلمہ؛ میں حضرت ابو عبداللہ(علیہ السلام) کی خدمت میں موجود تھا ایک آدمی آپ کے پاس آتا ہے اور آپؑ سے عرض کرتا ہے مولا میرے لئے فروج [اس سے مراد خواتین سے ازدواجی تعلقات مراد ہیں] کو حلال کر دیں امام(علیہ السلام) اس کی یہ بات سن کر چونکے تو اس شخص نے فوراً امام علیہ السلام سے عرض کیا میرا آپ سے سوال یہ نہیں ہے کہ آپ فروج کو حلال کرنے کا راستہ بیان کریں بلکہ سوال یہ ہے کہ جب ایک خدمتگار کو اپنے لئے خرید کرتا ہے یا کسی عورت سے ازدواج کرتا ہے یا جب کوئی وراثت اسے ملتی ہے یا تجارت کے لئے مال اسے ملتا ہے یا کوئی اور چیز جو اسے کسی حوالے سے دی جاتی ہے...... اس آدمی نے وضاحت کر کے عرض کیا ان سب کے حوالے سے حلیت کی

درخواست کی ہے۔

یہ اوپر والی روایت کا ترجمہ مبہم ہے اسے واضح الفاظ میں لکھنا چاہیے

امام(علیہ السلام) نے اس کے جواب میں فرمایا ہے یہ تو ہمارے شیعوں کے لئے حلال ہے جو موجود و حاضر ہیں ان کے لئے بھی اور جو غیر موجود ہیں ان کے لئے بھی اور جو مر چکے ہیں ان کے لئے بھی اور جو زندہ ہیں ان کے لئے بھی اور قیامت تک ان سے جو پیدا ہونگے ان کے لئے بھی پس یہ سب کچھ ان کے لئے حلال ہے۔

روایت کی سند

اس روایت کی سند میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ شیخ الطّوسیؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ سالم بن مکرم کی کنیت ابو خدیجہ ہے اور مکرم کی کنیت ابوسلمہ ہے انہوں نے ابوسلمہ سالم کے والد کی کنیت قرار دی ہے خود سالم کی کنیت قرار نہیں دی لیکن یہ ان سے بھول ہوئی ہے کیونکہ النجاشی ،البرقی اور ابن قولویہ [جیسے شخصیات کے احوال میں ماہرین] نے اس جگہ کے علاوہ اس بات کو امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے روایت کیا ہے کہ آپ(علیہ السلام) نے سالم کی کنیت ابوسلمہ رکھی جبکہ اس سے پہلے اسے ابو خدیجہ کہا جاتا تھا۔

بیان شدہ روایات کا مضمون و مفہوم

ان دونوں معتبر روایتوں کا مضمون واضح ہے بالخصوص دوسری روایت کا مضمون وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے کہ جو اموال دوسروں کی طرف سے کسی شیعہ کے پاس منتقل ہوتے ہیں اور ان اموال پر خمس ہوتا ہے تو وہ ایک شیعہ کے لئے حلال ہے اور اس پر ان اموال سے خمس ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ خمس اس شخص کی گردن پر ہے جس کی جانب سے مال اس شیعہ کی طرف منتقل ہوا ہے اس ساری گفتگو کی بازگشت اس

بات کی طرف ہے کہ جب ایک شیعہ کسی سے کوئی کاروبار کرتا ہے اور وہ دوسرا شخص اپنا مال اس کے پاس بیچتا ہے ظاہر ہے بیچنے والا شخص 4/5 کا مالک ہوتا ہے جب کہ اس کے پانچویں حصے کا وہ مالک نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کاروباری معاملہ صحیح ہے یا نہیں ہے تو امام (علیہ السلام) نے اس معاملہ اور کاروباری معاہدہ کو امضاء کیا ہے اور اس شیعہ کو اس مال میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے۔

سوال :۔امام علیہ السلام نے جو حلیت کا حکم دیا ہے یہ فقط اس صورت میں ہے جب یہ اموال ایسے افراد سے منتقل ہوں جو خمس ادا کرنے کا عقیدہ نہیں رکھتے یا ان اموال کو بھی شامل ہے جو خمس کو واجب سمجھتے ہیں لیکن حکم خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے خمس ادا نہیں کیا؟

جواب ؛۔فقہاء کے درمیان مشہور پہلا قول ہے یعنی ایک شیعہ کی طرف جب اس قسم کے اموال ایسے افراد سے منتقل ہوں جو خمس ادا کرنے کو واجب نہیں جانتے جیسے غیر مسلم یا وہ مسلمان جو خمس کے وجوب کے ان اموال سے دینے کے قائل نہیں لیکن اگر یہ اموال ایسے شخص سے حاصل ہوں جو خمس کے وجوب کا قائل ہو جیسے شیعہ یا غیر شیعہ جو ان اموال سے خمس دینے کا قائل جو اموال اس کی طرف منتقل ہوئے لیکن امام خمینیؒ فرماتے ہیں اس قسم کی قید حلیت کا ثبوت فراہم کرنے والی روایت سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ یونس بن یعقوب کی روایت صحیحہ اور ابو سلمہ سالم کی روایت معتبرہ کے مضمون سے واضح ہے کہ اس میں عمومیت ہے علاوہ ازیں آئمہ معصومین (علیہم السلام) کے زمانہ سے لے کر آج تک بہت سارے شیعہ ہیں جو خمس ادا نہیں کرتے اور وہ اپنے دوسرے شیعہ بھائیوں کے ساتھ تجارتی اور کاروباری معاملات بھی انجام دیتے ہیں اس طرح شیعوں کے پاس بہت سارے اموال ایسے تھے جن پر خمس واجب تھا کیونکہ ایسے افراد سے ان کے پاس

اموال آئے تھے جو خمس کے قائل ہونے کے باوجود انہوں نے خمس ادا نہ کیا تھا اور پھر
ا اپنے ان اموال سے کاروبار کیا اور وہ بھی شیعوں سے تو وہ غیر مخمس اموال دوسرے
شیعوں کے پاس آ گئے جبکہ جتنی روایات آئمہ معصومین(علیہم السلام) سے وارد ہوئی ہیں ان
میں اس قسم کے اموال سے خمس ادا کرنے کے مسئلہ کو بیان نہیں کیا گیا اور ان کو اسی حال
پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

پوری بحث کا نتیجہ

پس وہ روایات جو یہ کہتی ہیں کہ خمس شیعوں کے لئے حلال ہے اور ان پر خمس کو
معاف کر دیا ہے تو اس سے مراد ان اموال [وہ اموال جس قسم کے ہوں] سے خمس
دینے کی معافی ہے جو اموال ایک شیعہ کے پاس ایسے شخص سے آئیں جس نے ان
اموال سے خمس ادا نہ کیا ہو چاہے اس وجہ سے خمس نہیں دیا کہ وہ خمس دینے کے اصلاً قائل
نہیں ہیں جس طرح کافر اور مخالفین اور یا وہ اموال ایسے شخص سے منتقل ہوئے ہوں جو
خمس دینے کا قائل ہے لیکن خدا کے حکم کی اس نے خلاف ورزی کرتے ہوئے خمس نہیں
دیا۔

اور وہ روایات جو یہ کہتی ہیں کہ خمس معاف نہیں ہے اور اسے شیعوں کے لئے حلال
قرار نہیں دیا گیا تو اس سے مراد ابتدائی طور پر اس خمس کی ادائیگی واجب ہے جو کچھ اس
کے پاس اپنا ہے جو اس نے کمایا ہے یا جن ذرائع سے اس کے پاس اموال آئے ہیں
ان سے ہر ایک شیعہ پر خمس ادا کرنا واجب ہے کسی بھی حوالے سے معافی نہیں ہے۔

خمس نکالنے کے بعد وراثت تقسیم کرنا ہوگی

ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خمس کسی کے ذمہ ثابت ہو نہ یہ کہ اس وقت اس کے مال میں خمس واجب ہے اور وہ ادا نہیں کر رہا بلکہ کسی شخص پر خمس واجب تھا اس نے خمس نہ دیا پھر اس کا وہ مال جس سے اس نے خمس نہیں دیا وہ ضائع ہوگیا یا اس نے کسی وجہ سے اس مال کو ضائع کر دیا تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ خمس اس شخص کے ذمہ واجب تھا اور اس نے اسے نہیں دیا اب فرض کرتے ہیں وہ شخص اپنے ذمہ والا خمس دیئے بغیر مر جاتا ہے اس کا ترکہ اسکی اولاد کو منتقل ہو جاتا ہے تو اس صورت مین خمس کا حصہ بعینہ کسی شیعہ کی طرف منتقل نہیں ہوا تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ مال اس کے لئے حلال ہے بلکہ یہ اس حوالے سے ہوگا جس طرح کسی نے قرضہ دینا ہو اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو اور وہ مر جائے تو ورثاء پر ہے اسکا قرضہ ادا کریں خمس بھی ایک قسم کا مرنے والے پر قرض ہے جسے وہ دے کر نہیں گیا اب جبکہ وہ مر گیا ہے تو ورثاء پر لازم ہے کہ وہ اس مال سے پہلے خمس علیحدہ کریں پھر اسکی تقسیم ورثاء میں کریں جیسا قرآن مجید میں بھی اس بارے واضح حکم موجود ہے کیونکہ قرضہ لینے والا ارث لینے والے پر مقدم ہے اس لئے پہلے قرضہ دینا ہوگا جو روایات تحلیل خمس کے بارے وارد ہوئی ہیں وہ اس مدا کو شامل نہیں ہیں۔

سوال:۔ خمس کے حلال کیئے جانے کا مسئلہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ علیہم السلام نے اپنے شیعوں پر احسان فرمایا ہے جب یہ احسان ہے تو پھر یہ فقط اس شیعہ کو کیوں شامل ہو جس کی طرف کسی کا مال منتقل ہو رہا ہے اور اس نے اس مال سے خمس نہیں دیا یہ احسان ان گناہگار شیعوں کو کیوں نہ شامل جو بالکل خمس نہیں دیتے اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ

خمس کے وجوب کا قانون ہی ختم کر دیا گیا ہو حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام اور ظہور کے زمانہ تک شیعوں سے خمس کی ادائیگی کے وجوب کو اٹھا لیا گیا ہو اور حلیت والی روایات سے یہ مراد لیا جائے جو ایک گناہگار اور دوسرے غیر گناہگار شیعہ دونوں کو شامل ہو؟

جواب؛۔ یہ بات اس صورت میں درست مانی جا سکتی تھی اگر یہ حکم آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے واضح طور پر نہ آیا ہوتا کہ خمس کو ادا کیا جائے اور تمام حضرات خمس یا خود آئمہ تک پہنچائیں یا پھر ان کے وکلاء کے سپرد کریں یہ حکم تب ہی آئمہ علیہم السلام دے سکتے ہیں جب اس حکم کے صادر ہونے سے پہلے خمس کے وجوب کی قانون سازی ہو چکی ہو خاص کر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زمانی لحاظ سے جو آئمہ علیہم السلام مقدم ہیں جیسے حضرت علی علیہ السلام ...... ان کی طرف سے حلیت کا حکم صادر ہوتا ہے جبکہ زمانی اعتبار سے جو آئمہ متاخر ہیں ان کی طرف سے خمس کی ادائیگی کی تاکید وارد ہوتی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ خمس کسی کے لئے معاف نہیں ہے ہر صورت میں خمس ادا کرنا ہوگا جو خمس ادا نہیں کرے گا وہ ملعون ہے گویا انہوں نے اس قسم کے احکام اور فرامین جاری کر کے یہ چاہا ہے کہ اپنے شیعوں کو سمجھا دیں کہ خمس کو حلال قرار دینے والی روایات بغیر قید و شرط کے نہیں ہیں بلکہ وہ حلیت ایک محدود مورد کو شامل ہے جیسا کہ اوپر بیان کر آئے ہیں پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر سابقہ آئمہ (علیہم السلام) کی طرف سے حلیت والی روایات کا مضمون مطلق ہوتا اور یہ کسی بھی حوالے سے ان روایات کا مضمون مقید و مشروط نہ ہوتا اور یہ اس معنی میں ہوتا کہ حضرت حجت زمانہ عج کے ظہور تک خمس کے فریضہ کی ادائیگی کے وجوب کو اٹھا لیا گیا ہے تو پھر متاخر دور میں آنے والے آئمہ علیہم السلام کے بیانات اس کے منافی ہونگے کہ جن میں کہا گیا ہے کہ خمس ادا کرو خمس کو اھل

البیت تک پہنچاؤ خمس کو روک کر خود کو امامؑ کی دعاء سے محروم نہ رکھو۔

حلیت کا عنوان بتا رہا ہے کہ وجوب خمس کا قانون برقرار ہے

اس جگہ ایک اور نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خمس کی حلیت کی وجہ ولادت کا طیب و طاہر رہنا بتایا گیا ہے اس لئے خمس حلال کیا جا رہا ہے تاکہ شیعوں کے ہاں حرام زادے پیدا نہ ہوں اور یہ اسی صورت میں صحیح ہوگا جب خمس دینا واجب ہو کیونکہ جو اپنے مال کا خمس نہیں دیتا گویا اس کے مال میں غیر کا حق شامل ہے جب غیر کا حق شامل ہے اور اس مال سے وہ اپنے لئے غذا تیار کرتا ہے ظاہر ہے حرام مال سے جو نطفہ تیار ہوگا اس کے نتیجہ میں جو اولاد ہوگی وہ پاک وطیب وطاہر نہ ہوگی ایسی اولاد حرام زادوں کے حکم میں ہوگی کیونکہ جن کا وہ مال ہے ان کی اجازت کے بغیر اس مال میں تصرف کیا گیا ہے اب جبکہ آئمہ علیہم السلام کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے اسے اپنے شیعوں کے لئے حلال قرار دیا ہے تو اس کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہمارا حق جو ان کے ذمہ بنتا ہے اور انہوں نے ہمیں نہیں دیا اور ہمارے مال میں انہوں نے تصرف ناحق کیا ہے تو آئمہ علیہم السلام فرماتے ہیں ہم نے اپنے شیعوں کے لئے اسکی اجازت دی ہے اور ان کے لئے اس قسم کا تصرف کرنا حلال قرار دیا ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت حجت زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام تک خمس ادا کرنے کے وجوب کا قانون ہی اٹھا لیا گیا تو پھر جو چیز واجب ہی نہیں رہی جس مال میں کسی اور کا حق ہے ہی نہیں تو پھر اس مال کے تصرف کے لئے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے اس کا مورد ہی باقی نہیں رہتا۔

باقی اس تفصیل کی بات کہ فقط وہ اموال جو شیعہ کی طرف ایسے اشخاص سے منتقل ہوں جنہوں نے ان اموال سے خمس نہیں دیا چاہے اس لئے نہیں دیا کہ وہ خمس پر عقیدہ

نہیں رکھتے یا اس لئے نہیں دیا کہ انہوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی ہے دونوں صورتوں میں اس مال سے خمس دینا اس پر واجب نہیں ہے جس شیعہ کی طرف وہ مال کسی کاروباری معاملہ کے طور پر منتقل ہوا ہے چنانچہ جب وہ اسمیں تصرف کرے گا تو یہ تصرف اس لئے جائز وحلال ہے اسی طرح تمام روایات کا معنی اور مفہوم درست بن جاتا ہے اور جو ظاہری عبارات سے تضاد اور منافات اور روایات کے مضامین کا باہمی اختلاف نظر آرہا تھا وہ حل ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو دلیل تحریر الوسیلہ تالیف علی اکبر سیفی مازندرانی ص ۳۹۴ تا ص ۴۰۶

تبصرہ

ہم نے جب خمس کے مسئلہ کے بارے میں بحث کا آغاز کیا تو اس وقت یہ خیال نہیں تھا کہ خمس کی مباحث اس قدر پھیل جائیں گی ہم نے سوچا تھا کہ دقائق اسلام کے سرپرست جناب علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب سے کسی نے خمس کے بارے سوال کیا ہے انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جواب دیا ہے جب وہی سوال موجودہ مراجع تقلید اور فقہاء عظام کے سامنے پیش کیا گیا تو ان سب نے متفقہ طور پر واضح جواب دیا کہ خمس کا فریضہ ضروریات دین سے ہے اور اسکا انکار کرنے والا شخص اسلام کے دائرہ سے خارج ہے مگر یہ کہ کسی کو اس مسئلہ کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو تو وہ اپنی اس غلط فہمی کا ازالہ استدلالی کتابوں کو پڑھ کر یا علمی مراکز حوزہ علمیہ قم اور حوزہ علمیہ نجف اشرف کی طرف رجوع کر کے اپنے شبہات کو دور کر سکتا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جب ہم نے ایک سوال اور دو جواب کے عنوان سے پمفلٹ شائع کیا تو دقائق اسلام کے سرپرست نے اس مسئلہ کو اپنے لئے انا کا مسئلہ بنالیا اور اپنے ماہنامہ کے شمارہ جنوری فروری

۲۰۰۰ء میں اس بارے بہت کچھ لکھ ڈالا جس کو پڑھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا اور ہم نے ضروری سمجھا کہ شیعیان حیدر کرار (علیہ السلام) کے لئے حقائق کو واضح اور روشن کر دیا جائے لیکن پھر بھی ہم نے اختصار کو مدنظر رکھ کر تمام اٹھائے گئے نکات کا جواب دینے کی کوشش ہے البتہ زمانہ غیبت میں شیعوں پر مال امام معاف ہے اور مال سادات ان پر فرض ہے اس پر ماضی میں دقائق اسلام کے سرپرست زور دیتے رہے ہیں تو اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کو ہم نے تحریر الوسیلہ جو کہ امام خمینیؒ کے فتاوی کی کتاب ہے اسکی شرح دلیل تحریر الوسیلہ سے پوری بحث دے دی ہے ہمارا مقصد اپنے قاری کو یہ واضح کرنا ہے کہ ہمارے مجتہدین کس طرح فقہی مسائل کو روایات سے اخذ کرتے ہیں اور کس طرح وہ اس سلسلہ میں دقت اور باریک بینی سے کام لیتے ہیں اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ ہمارے فقہاء نے تمام فقہی مسائل پر اچھی طرح بحث کی ہے جو کہ ان کی استدلالی کتابوں میں موجود ہے اور دقائق اسلام نے اپنی تحریروں میں ہمارے فقہاء پر جو الزام تراشی کی ہے کہ انہوں نے اچھی طرح اجتہاد نہیں کیا اور بعض مسائل کو واضح نہیں کیا تو یہ بات بالکل جھوٹ اور حقیقت کے خلاف ہے۔

آخر میں خداوند سے دعاء ہے کہ وہ خمس کے بارے میں میری اس تحریر کو تبلیغ دین مبین کا ذریعہ قرار دے اور اسے میرے والدین کی آخرت کے لئے ذخیرہ قرار دے ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے ہمیں تکبر اور غرور سے محفوظ رکھے، ریا کاری کے عفریت سے بھی اپنی امان میں رکھے اور مومنین کرام کو انس وجن کے شیاطین کے وسوسوں اور غلط شبہات اور بے جا اعتراضات وانکارات میں پڑنے سے بچائے رکھے حضرت حجت حق عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور خداوند جلد فرمائے اور اس پوری دھرتی کو ان کی آمد سے ظلمت وتاریکی سے صاف کرے اور اپنی عدالت کے نور سے اس

جہان ظلمت و تاریکی کو روشنی کی نعمت عطاء فرمائے ہمیں ان کے ناصران سے قرار دے ان کے مخالفین سے قرار نہ دے۔

خمس کا وجوب ضروریات دین سے ہے

اس بارے میں چند پہلو سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ پہلی بات کے اصل وجوب کے بارے ہے۔

ا۔ فی الجملہ اصل خمس کے وجوب میں کوئی اشکال موجود نہیں ہے اور خمس کا وجوب ضروریات دین سے ہے کیونکہ کتاب کریم نے یہ نہیں لکھا اسکے وجوب پر واضح بیان دیا ہے اور سنت (بیانات حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آئمہ معصومین علیہ الصلوات والسلام) قطعی طور پر اس پر دلالت کر رہی ہے۔ اس پر سنی شیعہ دونوں فریقین کا اتفاق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔

سورہ انفال آیت ۴۱ "واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتا والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ "

اور تم سب اس بات کو جان لو کہ جو کچھ تم کماؤ اور کسب کرو تو اس کا خمس اللہ کیلئے، رسول اللہؐ کیلئے، ذی القربیٰ کیلئے، یتامیٰ کیلئے، مساکین کیلئے، اور ابن سبیل کیلئے ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو" اس آیت کے مضمون سے جو چیز یقینی طور پر ثابت ہے اور جس پر فریقین کا اتفاق ہے وہ جنگی غنائم سے خمس کا وجوب ہے اگر چہ ہر قسمی فوائد کو یہ آیت آئمہ اہل بیتؑ کے واضح بیانات سے شامل ہے۔

خمس کی بعض اقسام ضروریات دین سے ہیں جیسے جنگی غنائم سے خمس کا واجب ہونا اور خمس کی بعض اقسام ضروریات مذہب شیعہ سے ہیں جیسے ارباح مکاسب کا خمس، خزانہ

اور معدنیات سے خمس کا واجب ہونا کیونکہ اہل بیتؑ کے ذرائع سے جو معتبر اور صحیح روایات اس باب میں وارد ہوئی ہیں وہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور مکتب اہل بیتؑ کے پیروکاروں کا اس پر اتفاق ہے۔

سوال:۔ مولانا صاحب میرے لئے یہ بات عجیب لگ رہی ہے کہ آپ فرمارہے ہیں کہ خمس کے اصل وجوب پر سب کا اتفاق ہے اور اس میں قدر متقین جس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا وہ جنگی غنائم کا خمس ہے اور اسی حوالہ سے خمس کے وجوب کو فی الجملہ ضروریات دین سے قرار دیا گیا ہے اور بعض دوسری اقسام میں خمس کا وجوب مذہب شیعہ کی ضروریات سے ہے جبکہ دقائق اسلام کے سرپرست واضح کہہ چکے ہیں کہ خمس کا وجوب نہ ضروریات دین سے ہے اور نہ ہی ضروریات مذہب سے ہے ہم اس بات کو کس طرح دیکھیں اور اس بیان سے کیا سمجھیں؟

جواب:۔ ڈوگر! صاحب ہم نے تو اپنے مراجع تقلید اور مجتہدین کے استدلالی بیانات کو اس بارے نقل کردیا ہے تاکہ قارئین کو حقائق سمجھنے میں آسانی ہو باقی یہ بات کہ سرپرست صاحب نے ایسا کیوں کہا ہے تو اس کا جواب تو وہ خود دے سکتے ہیں۔ بہرحال جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کیلئے ان کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے وہ بغیر ثبوت پیش کیے بات کررہے ہیں۔

دقائق اسلام کے سرپرست کا حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای خوئیؒ کی طرف غلط نسبت دینا

س: دقائق اسلام کے سرپرست نے اپنی تائید کیلئے استاد الفقہاء حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای خوئیؒ کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے بھی فرمایا ہے کہ خمس کا موجودہ سلسلہ نبی پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں واضح نہ تھا حتیٰ کہ امام صادقین (حضرت امام محمد(علیہ السلام) اور حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام)) کے زمانے تک اسی طرح رہا ہے......اور انہوں نے اس بات کو اپنی تائید کے لئے لکھا ہے...... اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: میں کہتا ہوں کہ اس شخص نے ایک بڑی شخصیت کا نام لے کر اپنی بات کی تصدیق و تائید لینا چاہی ہے تاکہ لوگ ان کی بات کو وزن دیں اور شاید وہ یہ سوچ رہے تھے کہ ان کی اس بات کی حقیقت سے کوئی پردہ نہیں اُٹھائے گا لیکن ہمیں بڑی حیرانگی ہوئی کہ جب ہم نے حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای خوئی کی اصل عبارت کی طرف رجوع کیا کیونکہ آقائے خوئی نے خود سے اپنی تحقیق بحث میں ایک اعتراض اٹھایا ہے اور پھر اس اعتراض کا خود ہی جواب دیا ہے۔ اور اس شخص نے ان کے بیان کردہ اعتراض سے اپنی تائید کے لیے ایک جملہ نکال لیا جبکہ انہوں نے اس اعتراض کے ترتیب وار چار جواب دیے ہیں۔ دقائق اسلام کے سرپرست نے ان کے جوابات کا تذکرہ نہیں کیا...... ایسے عمل کو علمی خیانت کہا جاتا ہے۔

س: آپ مہربانی کریں اور آقای خوئی مرحوم کی اصل عبارت پڑھ دیں۔

ج: جی ہاں ...... اس جگہ آقای خوئی نے اپنی کتاب مستند العروۃ کی کتاب خمس کے

ص ۱۹۵ اور ۱۹۷ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں ...... جی ہاں ...... یہاں پر ایک مشہور اعتراض اور اشکال ہے۔ آقای خوئیؒ کا خمس کے بارے بیان کردہ اعتراض جو عام زبانوں پر جاری ہے خاص کر اس زمانے میں یہ اعتراض زیادہ کیا جارہا ہے اور اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ خمس والی آیت اگر مطلق ہے یعنی خمس والی آیت ہر چیز کو شامل ہے اور انسان کو جو جو منفعت آتی ہے اخراجات نکالنے کے بعد اسے جو بچت ہوتی ہے اس پر خمس واجب ہے تو اعتراض کرنے والا یہ کہتا ہے کہ شریعت مقدسہ میں اگر یہ چیز ثابت ہوتی تو پھر ایسا کیوں معروف نہیں ہے؟ کہ ارباح مکاسب سے صاحب شریعت حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خمس لینا ...... اور یہ بات حدیث کی کتابوں میں نقل کیوں نہیں ہوئی اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا بیان کیوں نہیں آیا اور پھر نبی اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے بعد ان کے اوصیا (علیہم السلام) بالخصوص حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) نے اپنی ظاہری خلافت کے دور میں تجارتی اموال اور منفعت سے خمس لینے کا کیوں اقدام نہیں کیا؟ جیسا کہ وہ زکات کی وصولی کے لئے کارندے بھیجتے تھے بلکہ خود کارندوں کے لئے بھی ایک خاص حصہ قرار دیا گیا اگر یہ خمس بھی زکات کی طرح عام ہوتا اور اس کی وصولی کا انتظام کیا گیا ہوتا تو یقیناً وہ بات ہماری طرف نقل ہوتی اور پھر تعجب اس پر زیادہ ہے کہ اس طرح کا خمس جو اس زمانہ میں رائج ہے اسکا کوئی اثر اور نشان اوائل اسلام سے لے کر امام صادقین (امام محمد باقر (علیہ السلام) اور امام جعفر صادق (علیہ السلام)) کے زمانے تک نہیں ملتا اور اس سلسلے میں روایات بڑی تھوڑی ہیں اور وہ تھوڑی روایات بھی ان دو آئمہ (علیہ السلام) کے زمانے میں آئی ہیں لیکن ان سے پہلے نہ کوئی روایت ہے نہ کوئی اس کا نام و نشان ہے۔

استاد الفقہاء آیت اللہ العظمیٰ آقای خوئیؒ کے بیان کی حقیقت

آپ دیکھیں یہ بات آقای خوئی نے بطور اعتراض کہی ہے جو دقائق اسلام کے سرپرست کی سپورٹ میں نہیں جاتی بلکہ جو اعتراض آج ہمیں سرپرست صاحب کے لمحہ فکریہ میں پڑھنے کو مل رہا ہے اور جسکا تذکرہ انہوں نے اپنے شمارے جنوری فروری ۲۰۰۲ میں بھی کیا ہے یہ تو وہی اعتراض ہے جس کے بارے میں آقای خوئی فرمارہے ہیں کہ اس دور میں یہ اعتراض زیادہ کیا جارہا ہے یہی اعتراض تو سرپرست صاحب نے بھی کیا ہے لیکن آقای خوئی نے یہ اعتراض پیش کر کے اسکا خود جواب تحریر کیا ہے بلکہ یوں کہیں کہ جس اعتراض کو لمحہ فکریہ کے عنوان سے آج سرپرست صاحب دے رہے ہیں اس اعتراض کا جواب تو خود آقای خوئیؒ نے پہلے ہی دے دیا ہے حیرانگی ہے انہوں نے ان کے سوال کو اٹھا کر اپنی تائید میں لکھ دیا...... بہرحال علماء کا یہ طریقہ تو نہیں ہوتا۔

خمس کے بارے اعتراض کا جواب از آیت اللہ العظمیٰ آقای خوئیؒ

آقای خوئیؒ ...... اس اعتراض کو آقای خوئیؒ نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور پھر اس کا جواب یوں دیا ہے ...... فرماتے ہیں کہ ...... پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ احکام شریعت تدریجی آئے ہیں اور قانون سازی کا بیان حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہوا کہ شریعت انہیں پر اتری لیکن اسکی ساری

تشریح اور تبلیغ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب تک پہنچا کرنہیں گئے بلکہ وہ اپنے بعد والے امام(علیہ السلام) کے سپرد کر گئے اور ہر امام(علیہ السلام) نے اپنے زمانہ کو سامنے رکھ کر تدریجاً ان احکام کی تشریح کی ۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور ہر امام(علیہ السلام) نے اپنے زمانہ میں احکام کی تدریجاً تشریح جاری وساری رکھی بلکہ بعض بیانات ابھی تک واضح نہیں ہیں جب امام زمانہ(علیہ السلام) تشریف لائیں گے تو اس وقت وہ امور واضح ہونگے جب وہ تشریف لائیں گے تو عدل وانصاف سے اس دھرتی کو بھر دیں گے ۔

آقای خوئیؒ فرماتے ہیں کہ...... جب ہماری یہ بنیاد ہے کہ احکام کی تشریح تدریجاً ہوئی ہے تو امام جعفر صادق(علیہ السلام) اور امام محمد باقر(علیہ السلام) کے دور میں جو تشریح ہوئی ہے وہ حضور نبی اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں نہیں تھی ......لہذا یہ اعتراض وارد نہیں ہے ان امام(علیہ السلام) کا فرمان بھی خود رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے ۔

دوسری بات یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس سے قطع نظر کہ احکام شریعت کی تدریجا تشریح ہوئی ہے اس جگہ زکات اور خمس میں ایک فرق بھی تو ہے یعنی آقای خوئی فرمارہے ہیں کہ زکات فقراء اور محتاجوں کی ملک ہے اور یہ ایک ایسا حق ہے جو مسلمانوں کے مفادات اور حق میں خرچ کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کے اموال سے صدقہ لیں گویا کہ یہ ایک واجب کی وصولی کا حکم تھا اور اس کے بغیر چارہ ہی نہیں تھا کہ حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے واجب زکات کی وصولی کے لئے کارندے بھیجے لیکن جو خمس ہے وہ خود حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اپنا حق اور آپ کے اقرباء کا حق ہے اور گویا یہ ایک شخصی ملک سے مشابہت رکھتا ہے اور اسکا فائدہ عام مسلمان کے لئے نہیں ہے اور اس کے لئے جو حضور پاک(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم ہوا وہ یہ ہوا کہ یہ حکم پہنچا دیا جائے کہ خمس واجب ہے جس طرح کہ نماز

واجب کا حکم پہنچایا گیا، روزہ رکھنے کا حکم پہنچایا گیا اسی لئے یہ نہیں ہے کہ خود جا کر اس کی وصولی بھی کریں بلکہ آپ کی کرامت وجلالت اور شان کے لئے ضروری بھی تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خمس کی وصولی کے لئے افراد باقاعدہ نہ بھیجتے۔ پس خمس اور زکات میں واضح فرق ہے جو آپ جان چکے ہیں تو اس کے لئے یہ اعتراض وارد نہیں ہے کہ خمس کی وصولی کیلئے عاملین مقرر کیوں نہ تھے۔

تیسری بات آقای خوئی فرماتے ہیں کہ فرض کریں کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عاملین نہیں بھیجے پھر ہم یہ کہیں گے کہ کسی واجب کے لئے کارندے نہ بھیجنا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں کہ وہ امر واجب نہیں ہے اور بھلا یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ کہ خمس کا وجوب...... معدنیات میں ہے جسمیں تمام اہل سنت متفق ہیں سب کہتے ہیں کہ خمس ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ خمس واجب نہ ہو...... اور پھر کوئی ایک بھی ایسا مورد نہیں ملتا کہ خمس واجب نہیں ہے خمس کے وصول کرنے کے لئے کسی کو نہ بھیجنا اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ خمس واجب نہیں ہے۔ یعنی آقائے خوئی خود فرماتے ہیں خمس کا ارباح مکاسب میں واجب ہونا ایک الگ مسئلہ ہے اور خمس وصول کرنے کے لیے کسی کو بھیجنا یا نہ بھیجنا دوسرا مسئلہ ہے۔

چوتھی بات وہ یہ کہنا چاہتے ہے کہ اہل سنت کی بہت سی روایات میں ہے کہ اس قسم کا خمس حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوا ہے صحیح بخاری ترمذی میں آیا ہے کہ ایک آدمی بنی عبد قیس سے آیا۔ اور جب جانے لگا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یہ حکم دیا کہ نماز قائم کرو، روزہ رکھو زکات دو اور جو کچھ تم کماؤ اس سے خمس دو۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں غنم کا لفظ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال کیا اس سے جنگی مال غنیمت مراد نہیں تھا کیونکہ ایک شخص کو وصیت کررہے تھے اور ظاہر ہے کہ وہاں نہ تو جنگی

علاقہ تھا اور نہ غزوہ ہو رہا تھا۔ اور نہ ہی اس کا ایک شخص یا فرد سے تعلق بنتا ہے (جبکہ اس تحریر میں خمس ایک فرد سے طلب کیا جا رہا ہے) اور نہ ہی جنگ فرض تھی تا کہ یہ کہا جا سکے کہ خمس جنگ سے حاصل شدہ مال غنیمت میں ہے یقینی بات ہے آپ اسے ارباح مکاسب اور متاجر سے خمس دینے کا حکم دے رہے ہیں یعنی جو سال کے اخراجات سے بچے اور تجارت سے جو منفعت ہو اس سے خمس کا کہا گیا ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ......

ایسا تو ہے کہ بہت سارے مسائل ایسے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ان کی صورتحال کیا تھی لیکن ہمارے لیے واضح نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ بہت گزر گیا ہے درمیان میں فاصلہ لمبا آ گیا ہے، ہمارے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اموی حکمرانوں کا دور آیا جنہوں نے حکومت اسلامی کی شکل بگاڑ دی اور حکومت اسلامی کو حکومت جاہلیت میں بدل دیا۔ تمام دینی احکام کو انہوں نے مسخ کر دیا اور بہت سارے لوگوں پر تو قرآن کی رو سے جو زکات واجب ہے جس کا ثبوت واضح و بین ہے تو وہ اس کے وجوب کو ہی نہیں مانتے تھے جیسے تاریخ اور حدیث ہمیں بتاتی ہے اس کیلئے دیکھیں صحیح ابی داؤد اور صحیح سنن، صحیح نسائی میں ہے کہ اہل شام بہت سارے فرائض اور واجبات سے واقف نہیں تھے۔

ابن سعد لکھتا ہے...... وہ حج کے مناسک کے بارے میں واقف نہیں تھے۔

ابن حزم نے ابن عباس کا ذکر کیا کہ...... انہوں نے بصرہ میں خطبہ دیا اور زکات و روزہ اور صدقہ واجبہ کا ذکر کیا تو وہ لوگ اس بارے نہیں جانتے تھے لہذا ابن عباس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں جا کر ان احکام کی تعلیم دیں۔

بس اس قسم کے احکام جو ضروریات دین سے ہیں اسلام سے ہیں لوگ ان سے واقف

نہیں تھے اور وہ بھی ایسا واجب جس کا عام مسلمانوں کے ساتھ تعلق ہے اور جیسے زکات اور زکات وفطرہ کے احکام ہیں۔

جبکہ خمس جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مخصوص حق ہے اور آپ کے قرابت داروں کا حق ہے اور عوامی حقوق سے نہیں ہے جیسا کہ زکاۃ ہے یہ فریضہ بالخصوص بنی ہاشم کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سادات بنی ہاشم کی عزت اور شرافت کو بڑھانے کے لیے قرار دیا ہے تو اگر اس بارے تفاصل معلوم نہ ہوں تو اس میں تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اگر ہم خمس کے بارے بعض تفصیلات سے واقف نہ ہوں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کیسے خمس وصول کیا جاتا تھا اور کیسے خرچ کیا جاتا تھا تو ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خمس واجب نہیں، ہم تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی ایک بات کا نہ پہنچنا اس کو ثابت نہیں کرتا کہ اس حکم کی قانون سازی ہی نہیں ہوئی جبکہ قرآن مجید نے خمس کا واضح حکم دیا ہے جو اس فریضہ کی قانون سازی پر دلیل ہے۔ اور پھر تواتر اور کثرت کے ساتھ روایات جو ہمارے پاس ہیں اگرچہ اجمالی طور پر وہ سب خمس کے وجوب کو ثابت کر رہی ہیں اور آپ اس کی تفصیل پڑھ چکے ہیں اور آگے بھی پڑھیں گے۔ (آقای خوئیؒ کی بات ختم ہوئی)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خمس کی وصولی کے لیے اور وہ بھی مال تجارت سے اور جو کچھ اخراجات سے بچ جائے اس سے یعنی ارباح مکاسب سے خمس دینا واجب تھا اس کی وصولی کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دور میں زکات کی طرح افراد اور نمائندگان بھیجتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں خمس کی وصولی کیلئے دعاملین بھی جاتے رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کی وصولی کیلئے نمائندگان نہ بھیجے ہوں۔

ایک اشتباہ کا ازالہ

دقائق اسلام کے سرپرست نے صاحب حدائق کے اس نظریہ کا انتخاب کیا ہے کہ غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مال امامؑ شیعیوں کے لیے معاف ہے اور اس کا وجوب ساقط ہے ہم نے اپنی سابقہ بحثوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت کر دی ہے کہ خمس کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے اور اس کے ہر دو حصے دینا آج بھی اسی طرح واجب ہیں جس طرح کل تھے اور اگر کسی نے گیارہ ہجری کو جناب سیدہ علیھا السلام کو خمس ادا نہ کر کے ان کی ناراضگی اور بد عا مول لی ہے تو آج بھی جو شخص خمس ادا نہ کرے اور کمزور قسم کے بہانوں اور حوالوں سے اپنے آپ کو خمس کی پورادائیگی یا آدھی آدائیگی سے آزاد کرے تو اس پر بھی جناب سیدہ علیہا السلام ناراض ہوں گی اور امام زمانہ علیہ السلام کی نفرین اور بد عا اس سے شامل ہوگی۔ ہم اس جگہ اس روایت کے بارے میں بیان کرتے ہیں جس سے صاحب حدائق نے استدلال قائم کیا ہے کہ آج کے دور میں شیعوں پر خمس کے آدھے حصے کا وجوب ساقط ہے۔ ان کی دلیل انتہائی کمزور ہے اور انہوں نے جس روایت کا سہارا لیا ہے وہ روایت ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

سہم امامؑ کی معافی کے بارے ایک روایت سے صاحب حدائق کا استدلال اور اس کا جواب

علی بن مہزیار اھوازی کی صحیح روایت سے جو استدلال اور ثبوت لانے کی کوشش کی گئی ہے وہ نادرست ہے روایت میں یہ جملہ ہے جس کے پاس میرا حق ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس کے لئے یہ مال حلال ہے (صاحب حدائق کے قول پر اس سے ثبوت لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں مولا نے اپنے حق کی معافی دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے)

ا۔ پہلی بات تو اس جگہ یہ ہے کہ مولا کی مراد ''حقی'' (میرا حق) پورا خمس ہے نہ کہ خمس کا بعض حصہ اس نظریہ کے پیش نظر جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ خمس اپنی تمام اقسام سمیت امام کی ولایت اور رہبری کے شئون اور دائرہ کار سے ہے یہ مالی حق امامت اور حکومت کے دائرہ میں آتا ہے اور اس کا اختیار مسلمانوں کے والی اور رہبر کے پاس ہے جیسا کہ راوی کا سوال کرنا اس بات کو واضح کررہا ہے کہ اس نے خمس کی حلیت طلب کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے خمس کی بات ہے فقط مال امام کی بات اس میں نہیں ہے۔ پس صاحب حدائق کا یہ خیال کہ مال امام معاف ہے اور مال سادات دینا ہوگا اور اس کیلئے اس روایت سے ثبوت لانا بالکل نادرست ہے۔

۲۔ دوسری بات اس جگہ یہ ہو رہی ہے کہ ہمارے پاس دو قسم کی روایات موجود ہیں ان کو جمع کرنے کی بات ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو روایات خمس کو حلال کرنے والی ہیں ان میں اس حلیت کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ خمس اس لئے حلال کیا جارہا ہے تاکہ ولادت پاک و پاکیزہ ہو اولاد حرام کی نہ ہو تو ظاہر ہے یہ بات پورے خمس کے حوالے سے

ہو رہی ہے نہ کہ بالخصوص مال امام علیہ السلام کے حوالے سے ہو رہی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ اوپر والی روایت میں معافی کی بات ان کے لئے ہے جو خمس ادا کرنے سے قاصر ہیں تنگدست اور محتاج ہیں جبکہ ولادت کی طہارت اور اولاد کا پاک و طاہر پیدا ہونے کا معاملہ تو سب شیعوں کے لئے ہے چاہے وہ محتاج اور تنگدست ہوں یا خوشحال ہوں تحلیل کی بات سب شیعوں کے لئے ہے جو آپ علیہم السلام کی ولایت اور امامت کے قائل ہیں یہ بات تنگدستوں اور محتاجوں کے لئے خمس حلال قرار دینے سے مناسبت نہیں رکھتی ایسا درست نہیں ہے کہ سب شیعوں کے درمیان آئمہ معصومین علیہم السلام اس طرح فرق کے قائل ہوں کہ تنگدست خمس نہ دیں تو ان کیلئے ان کی اولاد حلال ہوگی اور اگر خوشحال لوگ خمس نہ دیں تو ان کیلئے ان کی اولادیں حلال نہ ہوں گی یہ فرق روایات سے نہیں سمجھا جاتا۔

اسی بات سے یہ توہم اور خیال بھی باطل ہو جاتا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت ان روایات سے خاص تر ہے اور اس کا دائرہ محدود ہے لہذا یہ ان تمام روایات کے اطلاق اور عمومیت کو مقید کر دے گی تو یہ بات بھی درست نہیں ہے کیونکہ ان روایات میں تحلیل اور خمس کو شیعوں کے لئے حلال کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے اور وہ ولادتوں کا پاک ہونا ہے جب کہ اس روایت میں محتاجوں اور تنگدستوں کو خمس حلال قرار دینے کی بات ہے۔

اظہار مزید......از مؤلف

ہم نے جب خمس کے مسئلہ کے بارے میں بحث کا آغاز کیا تو اس وقت یہ خیال نہیں تھا کہ خمس کی مباحث اس قدر پھیل جائیں گی ہم نے سوچا تھا کہ دقائق اسلام کے سرپرست جناب علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب سے کسی نے خمس کے بارے سوال کیا ہے انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جواب دیا ہے جب وہی سوال موجودہ مراجع تقلید اور فقہاء عظام کے سامنے پیش کیا گیا تو ان سب نے متفقہ طور پر واضح جواب دیا کہ خمس کا فریضہ ضروریات دین سے ہے اور اسکا انکار کرنے والا شخص اسلام کے دائرہ سے خارج ہے مگر یہ کہ کسی کو اس مسئلہ کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو تو وہ اپنی اس غلط فہمی کا ازالہ استدلالی کتابوں کو پڑھ کر یا علمی مراکز حوزہ علمیہ قم اور حوزہ علمیہ نجف اشرف کی طرف رجوع کر کے اپنے شبہات کو دور کرسکتا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جب ہم نے ایک سوال اور دو جواب کے عنوان سے پمفلٹ شائع کیا تو دقائق اسلام کے سرپرست نے اس مسئلہ کو اپنے لئے انا کا مسئلہ بنالیا اور اپنے ماہنامہ کے شمارہ جنوری فروری ۲۰۰۲ میں اس بارے بہت کچھ لکھ ڈالا جس کو پڑھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا اور ہم نے ضروری سمجھا کہ شیعیان حیدر کرار صلوات اللہ علیہ کے لئے حقائق کو واضح اور روشن کردیا جائے لیکن پھر بھی ہم نے اختصار کو مدنظر رکھ کر تمام اٹھائے گئے نکات کا جواب دینے کی کوشش ہے البتہ زمانہ غیبت میں شیعوں پر مال امام معاف ہے اور مال سادات ان پر فرض ہے اس پر ماضی میں دقائق اسلام کے سرپرست زور دیتے رہے ہیں تو اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کو ہم نے تحریر الوسیلہ جو کہ امام خمینیؒ کے فتاوی کی کتاب ہے اسکی شرح دلیل تحریر

الوسیلہ سے پوری بحث دے دی ہے ہمارا مقصد اپنے قاری کو یہ واضح کرنا ہے کہ ہمارے مجتہدین کس طرح فقہی مسائل کو روایات سے اخذ کرتے ہیں اور کس طرح وہ اس سلسلہ میں دقت اور باریک بینی سے کام لیتے ہیں اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ ہمارے فقہاء نے تمام فقہی مسائل پر اچھی طرح بحث کی ہے جو کہ ان کی استدلالی کتابوں میں موجود ہے اور دقائق اسلام نے اپنی تحریروں میں ہمارے فقہاء پر جو الزام تراشی کی ہے کہ انہوں نے اچھی طرح اجتہاد نہیں کیا اور بعض مسائل کو واضح نہیں کیا تو یہ بات بالکل جھوٹ اور حقیقت کے خلاف ہے۔

❁ پس میں تو موت کو ایک سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو انتہائی تکلیف دہ سمجھتا ہوں...... حضرت امام حسینؑ

❁ اللہ صاحب عزت وجلال میری مدد کرے گا اور مجھے اپنے حسن نظر سے محروم نہیں رکھے گا...... حضرت امام حسینؑ

❁ اے اللہ ہمارے حق کا واسطہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما...... حضرت امام حسینؑ

❁ کسی کو دھوکے میں رکھنا ہم اہل بیتؑ پر حرام ہے...... حضرت امام حسینؑ

قول فیصل ......از مؤلف

یہ ساری بحث جو ہم نے خمس کے بارے میں کی ہے ہم پھر اپنی پہلی بات دہراتے ہیں جس سے بحث شروع ہوئی وہ یہ تھا کہ خمس ضروریات دین سے ہے اور اگر کوئی خمس کو ضروریات دین سے قرار نہ دے تو اسلام سے خارج ہے یا نہ اسی طرح کیا خمس ضروریات مذہب شیعہ سے ہے اور اگر کوئی شخص مذہب شیعہ کی ضروریات سے قرار نہ دے تو وہ مذہب شیعہ سے خارج ہوگا یہ سوال اسی مضمون کا حصہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور اسی سوال کا جواب دقائق اسلام کے شمارہ ۱۹۹۹ء جون شائع ہوا ہے اس بارے پوری تحریر ہم نے اس کے شروع میں دی ہے اس سوال کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا ہے پھر جو کچھ ہمارے مراجع تقلید سے پوچھا گیا تو انہوں نے بالاتفاق (سب نے) یہ کہا کہ جو شخص خمس کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتا وہ اسلام سے خارج ہے، ہم نے انہی کے فتاویٰ کو اور ان کے سوال و جواب کو مختصر وضاحت کے ساتھ (جسے ہم نے اس کتاب کے شروع میں بھی دیا ہے) اور اس میں ہم نے کہا کہ سوال ایک ہے جواب دو ہیں ایک جواب سرگودھا کے محمد حسین ڈھکو صاحب کا جو دقائق اسلام رسالہ کے سرپرست ہیں اور دوسرا جواب اسی سوال کا ہمارے موجودہ مراجع تقلید کا ہے جو ہمارے مذہب کے لیے ایک سند کا درجہ رکھتے ہیں اور ہمارے عقیدے کے مطابق وہ نائبین امام زمانہ عج ہیں اس طرح ہم نے قارئین کے استفادہ کے لیے سابقہ مراجع تقلید کے فتاویٰ کا حوالہ بھی دے دیا ہے ان سب کا فیصلہ یہ ہے کہ خمس ضروریات دین سے ہے اور اگر کوئی شخص خمس کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتا تو وہ اسلام سے خارج ہے جب ہم نے یہ ہینڈ بل

فریضہ خمس کے نام سے شائع کیا تو اس کے جواب میں دقائق اسلام کا جو شمارہ جنوری اور فروری ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا اس میں اسی مسئلہ پر رسالہ کے سرپرست صاحب نے پانچ صفحے لکھ ڈالے جن میں پھر بیان کیا گیا کہ خمس ضروریات دین و مذہب سے نہیں ہے اور ان کی گفتگو اور تحریر سے ایک قاری کو یہ تاثر ملتا تھا کہ خمس اتنا اہمیت والا فریضہ نہیں ہے جتنا آج کل فقہاء عظام اسے اہمیت دیتے ہیں اور ان کی تحریر سے یہ بھی قارئین کے لیے انکا پیغام تھا کہ جن لوگوں نے سرپرست صاحب کے جون ۱۹۹۹ء کے سوال و جواب کو بنیاد بنا کر مجتہدین سے سوالات کیے ہیں وہ سب شرارتی ہیں اور خوامخواہ انہیں ایک معمولی مسئلہ کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح سرپرست صاحب اس سے پہلے لمحہ فکریہ کے نام سے قوانین الشریعہ کے آخر میں ملحق نمبر ۴ کے نام سے بھی خمس کے حوالہ سے گفتگو کر چکے تھے ان کی پوری بحث پر ہم نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں تبصرے کیے ہیں۔

ہمارے محترم شاعر آل عمران جناب صفدر ڈوگر صاحب جو کہ انتہائی درویش صفت انسان ہیں اور حق گو ہیں انہوں نے ہمیں آمادہ کیا کہ ہم آخر میں کچھ تفصلی حوالہ جات خمس کی بابت دے دیں فقط کتابوں کے نام کا حوالے دینے پر اکتفا نہ کریں چنانچہ ہمارے پاس خمس کے موضوع پر جو کتابیں موجود ہیں جیسے حضرت آیت اللہ محمود ہاشمی، حضرت آیت اللہ جوادی عاملی، حضرت آیت اللہ عبدالاعلی سبزواری، امام خمینی کی کتاب تحریر وسیلہ کی شرح دلیل وتحریر الوسیلہ، آیت اللہ منتظری اور حضرت آیۃ اللہ حسین نوری اور اس طرح باقی مجتہدین بھی جنہوں نے درس خارج لکھا ہے انہوں نے خمس کے بارے میں علیحدہ علیحدہ مفصل کتابیں شائع کی ہیں یہ پانچ کتب خود ہمارے اپنے کتاب خانہ میں موجود ہیں اور ان میں سے جو کتاب آیت اللہ نوری کی کتاب جو کہ عربی زبان

میں ہے ہم نے اس کو سامنے رکھ کر آخر میں کچھ وضاحتیں خمس کے متعلق دی ہیں کہ حضور پاکؐ کے زمانے سے لے کر امام زمانہ عج کی غیبت صغریٰ تک اور ان کے بعد آئمہ معصومینؑ کے دور کا تسلسل غیبت کبریٰ میں جاری رہا اور خمس کو ایک علیحدہ فریضہ قرار دیا گیا سب بحث سے قول فیصل یہ سامنے آیا کہ خمس ہمارے ہاں ہر چیز سے ہے اور یہ قانون اللہ کی طرف سے بنایا گیا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے اس قانون کو ہم تک پہنچایا ہے اس فریضہ کی یہ اہمیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرار دی ہے کسی اور نے اس کو اہمیت نہیں دی وہ روایت جو سرپرست نے لکھی ہے کہ امام زمانہ عج نے یہ فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کے لیے خمس حلال ہے اور ان کے لیے معاف ہے اور پھر انہوں نے اس روایت کو بنیاد بنا کر مال امامؑ کے ساقط ہونے کا فتویٰ بھی دیا ہے۔

ہم اس روایت کو ان جیسی اور بہت ساری روایات کے ساتھ ملا کر دیکھیں اور ان واقعات کے ساتھ کہ جن میں خمس باقاعدہ امام زمانہ عج تک پہنچایا جاتا تھا اور یمن سے، مصر سے، قم سے، خراسان سے، اور دیگر شہروں سے، غرض کتابیں بھری پڑی ہیں اس سب کو سامنے رکھ کر جب دیکھتے ہیں اور اس کا مکمل تجزیہ کرتے ہیں جیسا کہ تحریر الوسیلہ کی شرح سے ہم نے بحث کو اس بارے نقل کیا ہے نیز ہمیں اس قسم کی روایت کو ان روایات کی روشنی میں دیکھنا ہوگا کہ جن میں مثلاً امامؑ کی طرف سے شیعوں کو خط جاتا ہے کہ کاظمین کی طرف شیعہ زیارت کے لیے نہ آئیں یا نجف اشرف زیارت کے لیے شیعہ نہ جائیں ...... اب کیا ہم اس قسم کی روایت کو لے کر یہ کہنا شروع کر دیں کہ امامؑ منع کر گئے ہیں لہذا شیعہ ان ائمہؑ کی زیارت کے لیے نہ جائیں ...... تو کیا یہ بات درست ہے؟ بھئی وہ مخصوص حالات میں اس قسم کے احکام جاری ہوتے رہے ہیں شیعوں کے تحفظ اور انکی حفاظت کے لیے اسی تناظر میں ہم اس معانی والی روایت کو بھی دیکھیں گے کیونکہ شیعوں

کا خمس جو تھا جیسا کہ پیچھے مثال دی ہے لاکھوں میں تھا اور حکمران وقت اس سے بہت پریشان تھے اور وہ شیعوں کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے اور شیعہ جو تھے وہ چوری چھپے بچ بچاؤ سے آپؑ تک خمس پہنچاتے آپؑ کے نائبین میں سے کوئی گھی کا کاروبار کرتا تھا تو کوئی تیل کا اور کوئی شہد بیچنے کا اور یہ سارے بہانے تھے اور پردہ پوشی کے لیے اس قسم کے کاروبار کرتے تھے وہ لوگوں سے خمس وصول کر کے امامؑ تک پہنچاتے تھے تو ان مخصوص حالات کو دیکھ کر مولاؑ نے اپنے شیعوں کی حفاظت کے لئے ایسی تحریر دے دی ہو تا کہ ان کے پاس ایک ایسی تحریر آئی ہوئی ہو کہ خمس تو ہمارے پر ہے ہی نہیں بلکہ یہ معاف ہے۔

اسکا مطلب ہے کوئی چیز واجب تھی جس کی تلاش میں اس وقت کے حکمران تھے اور امامؑ نے اپنے شیعوں کی حفاظت کے لئے اس قسم کا حکم جاری فرمایا اور پھر بسیوں احادیث ہیں جو خمس کی ادائیگی کا کہہ رہی ہیں اور کسی حدیث میں آیا ہے کہ خمس معاف ہے تو اس کو ہم بنیاد بنائیں کہ دیکھیں جی خمس کی معافی کی حدیث ملتی ہے۔ پس خمس معاف ہے؟ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس کا تفصیلی جواب گذشتہ بحث میں دے آئے ہیں۔

بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے قارئین ہماری اس تحریر کے بعد خمس کی اہمیت ان کے لیے روشن ہوگئی ہوگی اور جو لوگ خمس کو غیر اہم فریضہ قرار دیتے ہیں یا خمس کے بارے یہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے یہ زکات ہی کی ایک قسم ہو تو یہ سب غلط ہے پھر یہ بھی واضح ہو گیا کہ خمس کے فریضہ کو کسی نے اسے زکات کے مد مقابل قرار نہیں دیا بلکہ خود رسول پاکؐ کے اپنے خطوط گواہ ہیں کہ جب وہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ نماز پڑھو زکات دو تو اس کے ساتھ ان سے کہتے ہیں کہ خمس بھی دو خود بانی شریعت اس فریضہ کو زکات کے مد مقابل ایک مستقل فرع اور شرع اسلام میں قرار دے گئے ہیں۔ یہ بات بعد کے زمانوں کی نہیں ہے۔ اور یہ قانون ایک خدائی قانون ہے جو اس قانون کا مذاق

اڑائے یا سادات کے لیے جو حق قرار دیا ہے اس بارے سادات کی توہین کرے یا اس فریضہ کو حقیر شمار کرے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اسے آئمہ علیہ الصلواۃ والسلام کی نفرین پہنچے گی اور وہ اس حدیث کا مصداق ہوگا کہ جس میں امام زمانہ عج نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے حق میں سے ایک درھم حلال سمجھ کر کھا جائے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، اللہ کے فرشتوں کی لعنت ہے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

خداوند کریم ہماری لغزشیں معاف کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم حق سمجھیں اور حق کا پرچار کریں اور حق پر عمل کریں اور صحیح شیعہ اہل بیتؑ بنیں جیسا کہ ہمارے آئمہؑ ہم سے چاہتے ہیں ہم ویسے اعمال کریں جو ہماری آخرت کو سنواریں خداوند تبارک وتعالیٰ ہمیں ہمارے امام زمانہ عج کی دعائیں نصیب فرمائے ہمارے امام زمانہؑ کا ظہور جلد فرمائے تاکہ وہ اس دھرتی پر حق کا پرچار کریں اور حق پر عمل کریں اور صحیح شیعہ اہل بیتؑ بنیں جیسا کہ ہمارے آئمہؑ ہم سے چاہتے ہیں ہم ویسے اعمال کریں جو ہماری آخرت کو سنواریں خداوند تبارک وتعالیٰ ہمیں ہمارے امام زمانہ عج کی دعائیں نصیب فرمائے ہمارے امام زمانہ عج کا ظہور جلد فرمائے تاکہ وہ اس دھرتی پر آکر ظلم و جور کا خاتمہ کریں اور فتنہ سے اپنے شیعوں کو نجات دیں عالم اسلام کے وقار کو چارسو پھیلائیں خداوند ہمیں اپنی آخری حجتؑ کے ناصران سے قرار دے اور ان کے حق کا پرچار کرنے والوں سے بنائے۔ دعا ہے خداوند میری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب میرے والدین اور دادا دادی کو ملے اور مجھے اپنے دین کی تبلیغ کے لیے جو توفیقات دے رکھی ہیں وہ سلب نہ فرمائے اور ہم سب کو حق سمجھنے اور حق کہنے کی توفیق دیتا رہے۔

سگ در اہل بیتؑ

سید افتخار حسین نقوی النجفی

تاریخ اختتام ۲۳ ذلحجہ الحرام ۱۴۲۲ھ ق بمطابق ۸ مارچ ۲۰۰۲ء

جامعہ السیدہ خدیجۃ الکبریٰ پکی شاہ مردان ضلع میانوالی

✪✪✪✪✪

دعاءازمؤلف

آخر میں خداوند سے دعاء ہے کہ وہ خمس کے بارے میں میری اس تحریر کو تبلیغ دین مبین کا ذریعہ قرار دے اور اسے میرے والدین کی آخرت کے لئے ذخیرہ قرار دے ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے ہمیں تکبر اور غرور سے محفوظ رکھے، ریاکاری کے عفریت سے بھی اپنی امان میں رکھے اور مومنین کرام کو انس وجن کے شیاطین کے وسوسوں اور غلط شبہات اور بے جا اعتراضات وانکارات میں پڑنے سے بچائے رکھے حضرت حجت حق عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور خداوند جلد فرمائے اور اس پوری دھرتی کوان کی آمد سے ظلمت وتاریکی سے صاف کرے اور اپنی عدالت کے نور سے اس جہان ظلمت وتاریکی کو روشنی کی نعمت عطاء فرمائے ہمیں ان کے ناصران سے قرار دے ان کے مخالفین سے قرار نہ دے۔

اظہار تشکر

حضرت نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ جو مخلوق خدا کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خالق کا شاکر بندہ نہیں کہلا سکتا۔

ہم صحیفۂ خمس کی اشاعت کے سلسلے میں ...... اہل علم حضرات میں جانی پہنچانی شخصیت مولانا سید کلب عباس کاظمی کے تہہ دل سے مشکور ہیں جو برطانیہ میں شیعہ اثنا عشری ورلڈ فیڈریشن کے زیر انتظام مرکزی مسجد میں امام جمعہ و جماعت ہیں۔ ان کے پر خلوص تعاون سے یہ کتاب آپ کے زیر مطالعہ ہے ...... اس کا اجر یقیناً انہیں حضرت سیدۃ النساء العالمینؑ کی بارگاہ سے ملے گا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت ولی العصر (عج) ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ان مرحومین پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

ادارہ

کیا آپ اپنا تعلق اپنے زمانہ کے امام علیہ الصلوۃ والسلام سے رکھنا چاہتے ہیں؟

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰی

اے اللہ! اپنے ولی حضرت حجت ابن حسن (تیری صلوات ان پر ہواوران کے آباء پر ہو

آبَائِهِ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ

اس گھڑی اور رات ودن کی گھڑیوں میں سے ہرگھڑی میں یہ صلوات جاری رہے

وَلِیّاً وَحَافِظاً وَقَائِداً وَنَاصِراً وَدَلِیْلًا وَعَیْناً حَتّٰی تُسْکِنَهٗ اَرْضَكَ

اے خدا! ان کے ولی وسر پرست ہو جاؤ، انکے نگہبان رہو، انکے قائد اور ناصر بنے رہو، ان کے لئے راہنما ودلیل وآنکھ بنو

طَوْعًا وَتُمَتِّعَهٗ فِیْهَا طَوِیْلًا وَهَبْ لَنَا رَأْفَتَهٗ وَمَحَبَّتَهٗ وَرُؤْیَتَهٗ

اس طرح اے اللہ! تو ان کے لئے ہوجا کہ تو انہیں اپنی زمین میں بااختیار حالت میں سکونت عطاء فرما اور انہیں اس زمین پر لمبی

وَلِقَائَهٗ وَزِیَارَتَهٗ وَنُصْرَتَهٗ وَاَشْرِکْنَا فِیْ دَعَوَاتِهٖ وَصَلِّ عَلَیْهِ

مدت، فائدہ وآرام وسکون عطاء فرما اور ہمارے لئے ان کی رأفت ومہربانی ومحبت ودیدار وملاقات وزیارت عطا فرما اور ہمیں

وَعَجِّلْ فَرَجَهٗ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُسَلِّمِیْنَ لِاَمْرِهٖ

ان کی مدد دے اور ہمیں ان کی دعاؤں میں شامل فرما، ان پر تو صلوات بھیج اور ان کی حکومت کے قیام میں جلدی فرما اور ہمیں ان کے امر وفیصلہ کو قبول کرنے والوں سے بنا۔

نماز حضرت امام صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

دو رکعت ہے ہر ایک میں سورہ حمد تا ایاک نعبد و ایاک نستعین جب اس آیت پر پہنچے تو اسے سو 100 مرتبہ پڑھے نماز کے بعد یہ دعا پڑھ

اللھم عظم البلا وبرح الخفا وانکشف الغطا وضاقت الارض بما وسعت السما والیك یارب المشتکی وعلیك المول فی الشدة والرخا اللھم صلی علی محمد وال محمد الذین امرتنا بطاعھم وعجل اللھم فرجھم بقائمھم واظھر اعزازه یا محمد یا علی یا علی یا محمد اکفیانی فانکما کافیای یا محمد یا علی یا علی یا محمد انصرانی فانکما ناصرای یا محمد یا علی یا علی یا محمد احفظانی فنکما حافظای یا مولای یا صاحب الزمان یا مولای یا صاحب الزمان یا مولای یا صاحب الزمان الغوث الغوث ادرکنی ادرکنی ادرکنی الامان الامان الامان۔

امام خمینیؒ کمپلیکس کی زیر نگرانی چلنے والے ادارہ جات کی موجودہ صورتحال

ا۔ جامعۃ امام خمینیؒ: میں اس وقت ۶۵ طالب علم زیر تعلیم ہیں۔ سات اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۲۔ جامعۃ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ:۔ پکی شاہ مردان میں دوسو طالبات زیر تعلیم ہیں جو کہ مدرسہ میں ہمیشہ رہائش پذیر ہیں کراچی سمیت ملک کے تقریباً تمام اضلاع سے طالبات اس مدرسہ میں موجود ہیں۔

۳۔ المہدیؑ خیراتی ہسپتال پکی شاہ مردان:۔ اس ہسپتال سے سالانہ آٹھ ہزار کے لگ بھگ مریض مفت معالجہ کی سہولیات حاصل کر رہے ہیں۔

۴۔ اسلامک سنٹر میانوالی:۔ ایک سو کے قریب بچے اور بچیاں درس قرآن و دینیات پڑھ رہے ہیں جبکہ نہج البلاغہ اور تفسیر قرآن کے دروس کا سلسلہ تعلیم یافتہ افراد کیلئے جاری ہے خواتین کی دینی تعلیم بھی بعذریعہ خط وکتابت جاری ہے۔

۵۔ شعبہ تبلیغات:۔ ا۔ صوبہ پنجاب اور آزاد کشمیر میں باقاعدہ تبلیغی گروپس بھیجنے کا سلسلہ جاری ہے۔ مدت تبلیغ دس دن ہوتی یہ پروگرام سال میں تین بار انجام دیا جاتا ہے جبکہ ماہ رمضان اور محرم الحرام کے ایام اس کے علاوہ ہیں۔

۲۔ ماہ رمضان میں ضلع میانوالی میں ۶۷ مقامات پر باقاعدہ باجماعت نماز کا اہتمام ہوتا ہے جبکہ میانوالی سے باہر بھی مبلغ بھیجے جاتے ہیں۔

۳۔ پکی شاہ مردان اور اسکے اطراف کی بستیوں میں پندرہ مقامات پر ماہ رمضان کی مناسبت سے خواتین کیلئے نماز ظہرین باجماعت پڑھائی جاتی ہے اور درس احکام دین کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ خدمت جامعۃ سیدہؑ کی طالبات انجام دیتی ہیں۔

۴۔ ماہ شعبان میں پنجاب کے اضلاع میں خواتین کیلئے مبلغات کو تبلیغ پر بھیجا جاتا ہے۔

۶۔ یتامیٰ و مساکین و بیوگان وغرباء کی سرپرستی کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ اس ادارہ کی زیر کفالت تین سو یتامیٰ باقاعدہ موجود ہیں۔ جبکہ ایک ہزار سے زائد غریب سادات گھرانے موجود ہیں اتنے ہی غیر سادات مومنین ہونگے۔ جہیز فنڈ دینے کا سلسلہ بھی سارا سال جاری رہتا ہے۔ دوسو سے زائد بچیوں کی امداد اس فنڈ سے ہوتی ہے ماہ رمضان میں غریب گھرانو میں راشن تقسیم کیا جاتا ہے اور سال کے دوران کپڑوں کی تقسیم بھی کی جاتی ہے۔

۵۔ پرائمری سے لے کر ایف اے تک تقریباً ایک سو طلباء کو تعلیمی وظائف دیئے جارہے ہیں۔

۷۔ ضلع میانوالی میں ستر دار القرآن و دینیات سنٹر چل رہے ہیں۔

۸ روزگار سکیم کے تحت اب تک ایک سو گھرانہ زیر کفالت آچکا ہے اور یہ سلسلہ بھی مزید بڑھ رہا ہے۔

۹۔نوجوانوں کی فنی تربیت کیلئے النور انفارمیشن ٹیکنالوجی انسٹی ٹیوٹ بھرپور فنی خدمات انجام دے رہا ہے۔

۱۰۔پیام زینبؑ باقاعدگی سے شائع ہورہا ہے۔اسی طرح شریکۃ الحسینؑ پبلی کیشنز کی طرف سے دینی کتب کی اشاعت کا کام جاری ہے۔

۱۱۔۱۔مدرسہ امام العصرؑ اڈا شیخن تحصیل چینوٹ ضلع جھنگ ۲۔مدرسہ امام الحسنؑ المجتبیٰ ظاہر پیر ضلع رحیم یارخان

ان دونوں دینی مدرسوں کی باقاعدہ سرپرستی کی جارہی ہے اور یہ دونوں مدرسے اپنے اپنے دائرہ اثر میں بھرپور دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اپیل:۔ اتنے سارے امور کو چلانے کے لئے کافی سارے مالی وسائل کی ضرورت ہے۔جبکہ کوئی مخصوص وقف یا مستقل ذریعہ آمدن نہیں ہے۔ان تمام تعلیمی،تربیتی،تبلیغی،رفاہی اور خدماتی کاموں کو بہترین انداز سے چلانے کے لئے خمس،زکوۃ،فطرہ،صدقات،نذور وعطیات ہی ہمارا سرمایہ ہیں۔درددین رکھنے والے اہل خیر ہی ہمارے معاون ومددگار ہیں۔یہ سب کام الہی کام ہیں اور خداوند ہی اپنے خزانہ غیب سے امداد فراہم فرماتا رہا ہے اور وہ مومنین سعادت مند ہیں جو اس امر خیر میں وسیلہ کا کام دیتے ہیں اور اپنے اموال سے حق خدا اور حق محمدؐ وآل محمد صلوات اللہ علیہم کو ادا کرتے ہیں۔

ہم اپنے تمام مہربانوں سے درخواست گزار ہیں کہ وہ قریب سے آکر ہمارے ذریعہ انجام پانے والے کاموں کا مشاہدہ کریں اگر انہیں اطمینان حاصل ہو اور ان کاموں کی افادیت اور اہمیت نظر آئے تو ہمارے ساتھ اس عظیم اور بابرکت کام میں شریک کار بنیں۔دامے درمے سخنے ہمارے ساتھی بن کر خوشنودی امام زمانہ علیہ السلام وعجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف حاصل کریں۔

منجانب:۔**سربراہ امام خمینیؒ کمپلیکس ماڑی انڈس ضلع میانوالی**

فون:۔**04529/395784-395862**

ہرقسمی امدادکے لئے

(۱) جامعہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ پکی شاہ مردان اکاؤنٹ نمبر **MCB 2435** کوڈ نمبر **0855** گلن خیل (میانوالی)

(۲) مدرسہ امام خمینیؒ اکاؤنٹ نمبر **HBL 5827** کوڈ نمبر **1257** مین بازار کالاباغ (میانوالی)

ویب سائیٹ: **www.al-noor.org.uk** ای میل: **almahdi@fsd.paknet.com.pk**

علامہ سید افتخار حسین نقوی کی اٹھارہ مجالس کا مجموعہ

حضرت امام زمانہ(عج) اورھماری ذمہ داریاں

کے نام سے شائع ہو گیا

حضرت امام زمانہؑ (عج) کی ذات اقدس کے بارے میں ہر ملک کی ہر زبان میں کام ہو رہا ہے جو انشاءاللہ ان کے ظہور پر نور تک جاری و ساری رہے گا۔

''حضرت امام زمانہؑ (عج) اور ہماری ذمہ داریاں'' علامہ سید افتخار حسین النقوی کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو انہوں نے گزشتہ سال مسقط میں پڑھیں۔ انتہائی عام فہم اور سادہ اردو زبان میں کی گئی ان تقاریر میں قاری اپنے آپ کو ان مجالس میں موجود پاتا ہے اور اس کا ذہنی مطالعاتی سفر جاری و ساری رہتا ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے کہ حضرت امام زمانہؑ (عج) کی غیبت کے دوران شیعیان حیدر کرارؑ پر کون کون سی شرعی ذمہ داریاں وارد ہوتی ہیں۔ جن کے بجالانے سے وہ حضرت حجت خدا (عج) کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

اتنی عام فہم گفتگو .... یقیناً آپ کو اس عنوان کے تحت کم کتابوں میں ملے گی۔ یقیناً ایک ہی نشست میں کتاب کے مندرجات تک رسائی کو دل چاہتا ہے۔ کتاب شروع سے آخر تک قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ تاریخی واقعات سے مزین ہے۔

324 صفحات پر محیط یہ مجالس اس دور پر فتن کی از حد ضرورت ہیں ارباب منبر کے لئے یقیناً یہ

ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

بہترین آفسٹ کاغذ پر خوبصورت طباعت سے آراستہ اس کتاب کو خوبصورتی کے لحاظ سے بھ

قارئین پسند کریں گے۔ کتاب خوبصورت جلد اور رنگا رنگ سرورق کے ساتھ آپ کی لائبریری ک

زینت بننے کے قابل ہے۔

کتاب کی قیمت -/Rs.100 ہے جو اس مہنگائی کے دور میں مناسب ہے۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل مقامات سے منگوائی جا سکتی ہے۔

☆ شریکۃ الحسینؑ پبلی کیشنز پکی شاہ مردان (میانوالی)

فون:۔ 0459/392264-392484

☆ پاک کتب خانہ اردو بازار راولپنڈی

فون:۔ 051/5559095

☆ نیو ولایت دی ہٹی۔ ریل بازار۔ عارف والا (پاکپتن)

فون:۔ 0446/32783

☆ مکتبۃ الرضا۔ اردو بازار۔ لاہور

دین شناسی کی ابتدائی کتب

☆سستی کتابیں مہیا کرنا ہمارے ادارے کی ترجیحات میں ہے۔

☆نہ نفع نہ نقصان کی بنیاد پر، جعفریہ دینیات، کا سیٹ خرید کر آپ اپنے خاندان بھر کے بچوں کی ذہنی اور روحانی

تربیت کر سکتے ہیں۔

﴿تالیف: الحاج مولانا فیض علیؒ کرپالوی﴾

☆جعفریہ دینیات/........درجہ اطفال ودرجہ اول اٹھارہ ابتدائی اسباق پر مشتمل

☆جعفریہ دینیات/.........درجہ دوم ودرجہ سوم اڑتیس اسباق پر مشتمل ایک مکمل فقہی تاریخی دورانیہ

☆جعفریہ دینیات/.........درجہ چہارم درجہ پنجم ۱۰۳ اسباق پر مشتمل مفصل معلومات

☆ان ابتدائی کتب کا مطالعہ آپ کے بچوں کے اندر ایک وسیع مذہبی معلومات

کا رجحان، ہی نہیں وجدان پیدا کر دے گا۔

☆ہم شرعی طور پر صرف ان کتب کی لاگت لینے کے روادار ہیں۔ تا کہ یہ کتب ہر گھر میں پہنچ جائیں۔

تمام سیٹ کی قیمت صرف -/Rs70 محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ہوگا۔

﴿ملنے کا پتہ﴾

☆مدرسہ امام خمینیؒ کمپلیکس ماڑی انڈس (میانوالی)

☆پاک کتب خانہ اردو بازار (راولپنڈی)

☆نیو ولایت دی ھٹی ریل بازار عارف والا (پاکپتن)

سید الموحدین حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا فصاحت وبلاغت کا شاہکار بیان

الٰہی کفٰی بی عزا أن اکون لک عبدا

اے میرے معبود! میری عزت اور شرف کیلئے بس یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

وکفٰی بی فخرا أن تکون لیی ربآ

اور میرے فخر ومباہات کیلئے بس یہی بات کافی ہے کہ تو میرا رب ہے۔

انت کما أحب فاجعلنی کما تحب

(اے میرے اللہ) تو اس طرح ہے جیسا میں چاہتا ہوں بس مجھے ویسا قرار دے جیسے تیری پسند ہے۔

بحوالہ ماہنامہ ''دقائق اسلام'' سرگودھا جنوری، فروری 2002ء صفحہ نمبر 20 تا 25 (اصل متن)

کچھ خمس کے ضروریات دین و مذہب سے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اس بحث کا پس منظر

۱۹۹۹ء میں دریا خان ضلع بھکر سے ایک مومن نے ایک استفسار کیا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا
جو شخص کہے کہ غنیمت کا تعلق صرف جنگ سے ہے اس لیے اب خمس واجب ہی نہیں ہے۔
اس قسم کا شخص کیا شیعہ مذہب کے دائرہ میں رہے گا یا یہ منکر ضروریات مذہب شیعہ کے
انکار کی وجہ سے مذہب شیعہ سے خارج تصور کیا جائے گا اس کا جو جواب دیا گیا اس کا
خلاصۃ یہ تھا کہ یہ مسئلہ اوائل اسلام سے ہی محل اختلاف رہا ہے اور مذہب شیعہ میں اس
مسئلہ کے بارے میں کے بارے میں اختلافات کا یہ عالم ہے کہ اسکے بارے میں پندرہ
قول ہیں اور ان کے قائل موجود ہیں الغرض یہ مسئلہ نہ ضروریات دین میں سے ہے اور
نہ ہی ضروریا مذہب سے ہے۔ لہذا اگر کوئی اسکا انکار کرے تو اسے خارج از اسلام یا
خارج از مذہب قرار نہیں دیا جا سکتا (دقائق اسلام جون ۱۹۹۹ء) اس جواب پر بعض
بد باطن و بدطینت ملاؤں نے یہاں سے لیکر ایران میں ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔
اور طرح طرح کے تبصرے کر کے اپنی جہالت و ضلالت و شرارت کا مظاہرہ کیا۔ کسی نے
کہا کہ جواب میں یہ لکھا گیا ہے۔ کہ خمس ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ کسی چیز کا واجب یا
ضروری ہونا اور ہے اور اس کا ضروریات دین و مذہب سے ہونا اور ہے اور کسی نے

یہ راگ آلاپا کہ اس جواب میں وجوب خمس کا انکار کیا گیا ہے۔ اور پھر مجھے خمس کا منکر قرار دیے ہوئے فتوے لگائے بھی گئے۔ اور نام کی تصریح کے بغیر ایران سے منگوائے بھی گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ خیر سے ان شرارتی لوگوں کو ضروریات دین وضروریات مذہب کا مفہوم ہی معلوم نہیں ہے۔ لہذا ذیل میں اسکی وضاحت کی جای ہے۔

خمس ضروری بھی ہے اور فروع دین میں سے ایک اہم فرع بھی

میری قوانین الشریعہ میں دوسرے فقہاء کی فقہی کتابوں کی طرح باقاعدہ باب الخمس موجود ہے اور اس میں خمس کو اسلامی فرائض و واجبات میں سے ایک عظیم الشان فریضہ تسلیم کیا گیا (ملاحظہ ہو قوانین ج ا ص ۴۳۸) اور خمس ادا کرنے کے فضائل اور نہ دینے کی مذمت میں آیات واحادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ اور اس کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔ اور زکوۃ کے عوض سادات کرام کے لیے خمس کے مقرر ہونے کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے اور یہ ص ۴۳۸ سے لیکر ص ۴۵۳ تک پھیلا ہوا ہے۔ اور خمس کے جملہ مسائل واحکام بیان کے گئے ہیں اور لغت عرب اور قرآن وسنت سے غنیمت کے عمومی معنوں کی توضیح بھی کی گئی ہے۔ (فراجع)

ازالہ اشتباہ

بعض فتنہ پردازوں نے اس بحث نے ڈانڈے میرے لمحہء فکریہ کے ساتھ ملانے کی ناکام کوشش کی ہے جوکہ قوانین الشریعہ کی دوسری جلد کے آخر میں مذکور ہے کہ اس میں خمس کا انکار کا گیا ہے۔ نہ کہ عوام کالانعام کے لیے اور نہ ہی نیم ملاؤں کے لیے علاوہ بریں وہ میرا نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف لمحہ فکریہ ہے۔ جس کی وضاحت اس مقالہ میں ''ایک ضروری وضاحت'' کے زیرعنوان کردی گئی ہے کہ میرے اس مقالہ سے یہ نہ سمجھا

جائے کہ میں نے زکوۃ وخمس کے بارے میں اپنا سابقہ موقف اور فتوی تبدیل کرلیا ہے۔
جوقوانین الشریعہ میں مذکور ہے۔ ایسا نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر میں سابقہ فتوی
حذف کر کے اس کی جگہ جدید فتویٰ درج کرتا (قوانین ج ۲ ص ۵۲۵) بہر حال وہ
مقالہ ایک لمحہ فکر یہ ضرور ہے۔ مگر اپنا عندیہ و نظریہ نہیں ہے۔

ضروریات دین کن چیزوں کو کھا جاتا ہے؟

فقہائے کرام ان امور سے بحث کرتے ہوئے جن سے ایک مسلمان مرتد ہوتا ہے ایک
ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنا بھی شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بھی
(قوانین ج ۲ ص ۳۷۶) پر ایسا ہی لکھا ہے۔ اب قابل عور بات یہ ہے کہ ضروریات
دین کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے ''ہر وہ امر کہ جس کا جزء دین ہونا اس
طرح بطور بدیہیات واضح وآشکار کا وجوب، ان کی رکعتوں کا سترہ ہونا، غسل جنابت
وحیض وغیرہ کا واجب ہونا۔ ماہ رمضان کا روزہ اور حج کا واجب ہونا یا زنا ولواطت کا
حرام ہونا، شراب نوشی اور چوری چکاری کا حرام ہونا۔ وغیرہ وغیرہ (قوانین ج ۲
ص ۳۷۳/۳۷۲)

ضروریات مذہب کن چیزوں کا نام ہے؟

ضروریات دین کی تعریف سے ضروریات مذہب کی حقیقت بھی واضح وعیاں ہو جاتی ہے
کہ ہر وہ چیں جس کا جزء مذہب ہونا اس طرح بطور بدیہیات واضح وآشکار ہو کہ ہر وہ
شخص جو اس مذہب کا قائل ہو وہ جانتا ہو کہ فلاں چیز جزء مذہب ہے جیسے مذہب شیعہ
میں اللہ کی عدالت حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل تقیہ اور عقد معہ کا جواز
وغیرہ۔

آیا خمس کا موجود مروجہ طریقہ کار ضروریات دین و مذہب سے ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنا کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ خمس کا وجوب اور وہ بھی موجودہ اور مروجہ طریقہ کار کے مطابق کہ خمس سات چیزوں میں واجب ہے۔

۱۔ مال غنیمت دارالحرب۔ ۲۔ معدن۔ ۳۔ کنز۔ ۴۔ غوص وغوطہ زنی۔ ۵۔ مال حلال مخلوط بحرام۔ ۶۔ اس زمین سے جو کافر ذمی مسلمان سے خریدے۔ ۷۔ جو کچھ سال بھر کے اخراجات سے بچ جائے۔ اور پھر اس کے دو حصے ہیں آدھا سہم امام اور آدھا سہم سادات وغیرہ وغیرہ۔ یہ مسئلہ بایں تفصیل نہ ضروریات دین میں سے ہے کیونکہ شیعہ کے سوا باقی اسلام کے بہتر فرقے صرف سے مال غنیمت سے خمس کے قائل ہیں جو اسلامی جہاد کے نتیجہ میں کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور اس میں بھی ان کے ہاں اختلاف ہے کہ خدا اور رسول کا حصہ ایک ہے یا الگ الگ؟ اور یہ کہ آیا یہ خمس آنحضرتؐ کے بعد بھی جاری ہے یا ختم ہوگیا ہے؟ اور یہی اختلاف سہم رسولؐ میں ہے۔ ذوی القربیٰ سے مراد آنحضرتؐ کے قرابندار ہیں یا عام رشتہ دار؟ جب کہ امام کو کسی نے مراد نہیں لیا اس طرح یتامیٰ و مساکین اور ابناء السبیل میں بھی اختلاف ہے۔ اس سے مراد بنی ہاشم کے یتیم و مسکین اور مسافر ہیں یا عام مسلمانوں کے یتیم و مسکین اور مسافر مراد ہیں؟ جو مسئلہ اس قدر اختلافات کی آماجگاہ ہو آیا وہ ضروریات دین میں سے ہوتا ہے اور نہ ہی ضروریات مذہب میں سے ہے۔ کیونکہ موجودہ دور میں گو مشہور یہی ہے جو اوپر مذکور ہے کہ خمس سات چیزوں میں واجب ہے مگر مسئلہ خمس میں بالخصوص امام زمانہ کی غیبت کبریٰ کے دور میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس میں پورے پندرہ قول

موجود ہیں اور ان کے قائل بھی مثلاً۔

ایک قول یہ کہ خمس نکال کر علیحدہ رکھ دیا جائے اور ساری عمر اسکی حفاظت کی جائے اگر امام ظاہر ہو جائیں تو فبہا ورنہ ان تک پہنچانے کی وصیت کی جائے یہ قول جناب شیخ مفید کا ہے۔ جو انہوں نے کتاب مقنعہ میں اختیار کیا ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ کہ خمس نکال کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔ جب امام ظہور فرمائیں گے تو وہ نکال لینگے اس قول کا تذکرہ شیخ مفید نے مقنعہ میں شیخ طوسی نے کتاب نہایہ میں بعض علماء کی طرف نسبت دے کر کیا ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ کہ سہم سادات ادا کر کے سادات کی ضروریات پر صرف کیا جائے او رسہم امامؑ ساقط ہے۔ اس قول کو جناب آقائے سید محمد نے مدارک شرح شرائع الاسلام میں محدث کاشانی نے الوافی میں اور علامہ بحرانی نے حدائق ناضرہ میں اختیار کیا ہے۔ اور یہی میرا قول مختار ہے۔

۴۔ اور چوتھا قول یہ کہ خمس سرے سے ساقط ہے۔ یہ قول علماء متقدمین میں سے شیخ سلار اور متاخرین میں سے فاضل محمد باقر۔ سبزواری نے ذخیرۃ الفقہاء میں اور جناب شیخ عبداللہ بن صالح بحرانی صاحب عوالم العلوم نے اختیار کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ بھلا جس مسئلہ میں فقہاء میں اس قدر سخت اختلاف پایا جاتا ہو آیا وہ ضروریات مذہب میں سے ہوسکتا ہے؟ یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہے کہ فاضل شیخ یحییٰ نوری نے ایک ہزار ۱۰۰۰ صفحہ سے زیادہ صفحات پر مشتمل ایک کتاب (کتاب الخمس) حال میں شائع کی ہے اور پھر بھی مکمل نہیں ہے لہذا اگر موجودہ طریقہ کے مطابق خمس ضروریات مذہب میں سے ہے جن کا منکر شیعہ مذہب سے خارج ہے تو پھر جناب فاضل سبزواری اور شیخ عبداللہ بحرانی پر کیا فتویٰ لگایا جائے گا کہ وہ شیعہ مذہب سے خارج ہیں؟

بعض ایرانی علماء کے فتاویٰ کی حقیقت؟

ہمیں بعض مخلص عزیزوں نے ایک ٹریکٹ کی فوٹو سٹیٹ کاپی بھیجی ہے۔ جس میں ایران کے بعض علماء کرام اور مراجع عظام کے فتاویٰ درج ہیں ''کسی نے خمس کو اجمالاً مسلمات اسلام سے قرار دیا ہے'' اور کسی نے لکھا ہے کہ خمس کا وجوب قرآن سے ثابت ہے اور کسی نے اسے ''فی الجملہ ضروریات اسلام'' سے شمار کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان فتاویٰ کے متعلق ایک ضروری وضاحت

چونکہ ہمیشہ جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسا سوال ہوگا۔ ویسا ہی جواب ہوگا۔ تو معلم الملکوت کے لائق شاگردوں نے بغیر نام لکھے چونکہ سوال یہ کیا ہے کہ ایک شخص خمس کا بالکل منکر ہے۔ نہ اسے ضروریات دین سے سمجھتا ہے اور نہ ضروریات مذہب سے۔ اور نہ ہی اسے واجب جانتا ہے۔ تو اس بنا پر بعض علماء نے قدرے تیز وتند جوابات دیے ہیں۔ (ہمارے اس مضمون سے قارئین کرام) پر یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہوگی۔ کہ میں نے کبھی بھی خمس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ان فتاویٰ کی مجھ پر تو ہرگز کوئی زد نہیں پڑتی خواہ منکر خمس اسلام سے خارج ہو یا مذہب شیعہ سے میری بلا سے...... اس کا مجھ سے کیا تعلق زیادہ سے زیادہ اسے ایک سوال کے جواب میں اختلاف پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مجھ سے سوال کیا جاتا ہے کہ ایک شخص خمس کا انکار کرتا ہے۔ آیا وہ ضروریات دین کا منکر ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ نہیں وہ کافر نہیں اور نہ ہی خارج از مذہب اور یہی سوال ایک اور عالم سے کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایسا شخص ضروریات دین و مذہب کا منکر ہے۔ تو اس قسم کا اختلاف عام معمول کے مطابق ہے۔ ایک ہی سوال کے جوابات مختلف ہوا ہی کرتے ہیں۔ لہذا اپنا اپنا طریقہ

کار ہے میں ایک مسلمان کو کافر قرار دینے میں جلد بازی کا قائل نہیں ہوں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسکی مرضی وہ جانے اور اس کا خدا جانے۔

دوسری۔ یہ ہے کہ نزاع لفظی ہے یا زیادہ سے زیادہ نزاع صغروی ہے۔ کیونکہ جس خمس کو یہ علماء کرام ''فی الجملہ ضروریات دین'' سے شمار کر رہے ہیں۔ وہ اور مفہوم میں ہے۔ اور وہ ہے ''اسلامی جہاد کے نتیجہ میں کفار سے حاصل کردہ مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا''۔ جس کے سب قائل ہیں اور کوئی منکر نہیں ہے اور جس خمس کے ضروریات دین و مذہب سے ہونے کی میں نے نفی کی ہے۔ وہ دوسرے مفہوم میں ہے۔ وہ دوسرے مفہوم میں ہے۔ کہ دارالحرب کے مال غنیمت کے علاوہ سات چیزوں میں بالخصوص ہر طرح کی جائز کمائی سے سال کے اخراجات کے بعد باقی ماندہ ہر چیز سے خمس نکالنا۔ جس کے بارے میں سرکار آقائے خوئی اعلیٰ مقامہ جیسا استاد المجتہدین بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے والا نصاف انہ لم تیضح لنا کیف کان وضع الخمس فی زمن النبی و زمن امیر المومنین الی عہد الصادقین (مستند العروۃ) یعنی انصاف تو یہ ہے کہ اب تک ہم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوسکی کہ عہد نبویؐ وعلویؑ میں صادقین کے دور تک خمس کی وضع اور اس کی ادائیگی اور وصولی کا طریقہ کار کیا تھا پھر یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان فتاویٰ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر اس انکار کی نوبت خدا اور رسول کی تکذیب تک پہنچے تو پھر منکر خارج ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے شخص کو قرآن وسنت سے سمجھایا جائے اور اس پر حکم شرعی کو واضح کیا جائے اور پھر وہ انکار کرے لہذا جہاں کوئی شبہ پیدا ہو جائے اور بات واضح نہ ہو تو وہاں سے فتویٰ لازم نہ ہوگا کیونکہ کہ شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو حاصل ہوتا ہے۔

علماء کرام کو مفید مشورہ

یہ تلخ حقیقت حوزہ علمیہ کے علمائے کرام پر واضح ہو چکی ہو گی ہمارے جو طلبہ وہاں بغرض تحصیل و تکمیل رہ رہے ان کی اکثریت تو گوہر مقصود سے تہی دامن ہے اور گم کردہ راہ...... جنہیں تخریبی کارروائیوں سے فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ کوئی تعمیری کام کریں لہذا علماء کرام کا فرض منصبی ہے کہ تخریب کاروں کی تحریروں پر اعتماد نہ کیا کریں اور ہمیشہ خیال رکھیں کہ اس اگر مگر کے رنگ میں بھی پوچھے گئے سوالات کے جوابات سے مفسد اور مغرض لوگ سوء استفادہ نہ کریں اور خود تو بدنام ہوئے ہیں اور بیک وقت ناصبیوں اور خارجیوں سے غالیوں اور مفوضہ سے علی اللہ ہیوں اور ملنگوں سے، جاہلوں سے اور متجاہلوں سے اور بے لگام مقررین سے، غیر مقلد دشمن علم و علماء، بدعمل عوام کالانعام اور تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے والے گم گشتہ راہوں سے برسر پیکار ہیں اور ان کی نہ صرف جاہلانہ اور مفسدانہ تنقیدوں کا شکار ہیں بلکہ ان کے سب وشتم میں بھی گرفتار ہیں اگر ان حالات میں وہاں کے علماء ان مجاہد علماء اعلام کی تائید نہیں کر سکتے جو کہ ان کو کرنی چاہیے اور ان کا فرض منصبی بھی ہے تو کم از کم اس قسم کے فتاویٰ جاری کر کے جن سے بے دین ٹولہ خوش ہو اور دیندار طبقہ پریشان...... علماء کرام کی پریشانیوں میں اضافہ تو نہ کریں۔ گر نیاید بگوش حقیقت کس۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

پاکستان کے غداران قوم تاجران خون حسینؑ اور عیاران ملت کو انتباہ!

پاکستان کے بعض جاہل و بدقماش ملا اور کچھ گداگران صحافت جنہوں نے نجف اشرف و قم مقدسہ کے درودیوار دیکھنے کے سوا کچھ علمی فیض حاصل نہیں کیا۔ اور یہاں ساری زندگی قومی مفادات سے غداری کرنے اور چندہ خوری کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا۔

اور اب بھی بڑے لطائف الحیل سے قوم کا مال بھی ہضم کر رہے ہیں اور قوم کی مقدس

امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ یعنی قوم کے بچوں، بچیوں کے عقائد ونظریات کو خراب کر رہے ہیں۔ اور صحیح شیعیت کی بجائے شیخیت کی تعلیم دے رہے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر علماء اعلام کے لیے فضا کو مسموم بنا رہے ہیں وہ خیال رکھیں کہ کہیں بمو جب چاہ کن را چاہ در پیش۔

کہیں وہ اپنے روشن کردہ الاؤ میں جل کر خود بھسم نہ ہو جائیں۔ وہ اپنے اسلام کی خیر منائیں۔ اور ہمیں اپنے ڈھول کا پول کھولنے پر مجبور نہ کریں کہ ہمیں بتانا پڑے کہ اسلام کیا ہے مذہب شیعہ کیا ہے اور جمن شاہیت کیا ہے۔ ہمیں ان کی خفیہ و اعلانیہ سرگرمیوں کا علم ہے۔ زیادتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اور برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ان حدوں کو نہ پھلانگا جائے۔

ومن یتعد حدود اللہ فاؤلئک ھم الظالمون۔ اگر ہم نے مجبور ہو کر قلم اٹھایا تو پھر ان غداران ملت کو سر چھپانے کی جگہ کوئی نہیں ملے گی۔

تمام مفسدین کو کھلا چیلنج

جو مفسدین صبح وشام میرے خلاف گلے پھاڑ پھاڑ کر میرے منکر خمس ہونے کا زہریلا پروپگینڈہ کر رہے ہیں۔ ان کو کھلا چیلنج کیا جاتا ہے۔ کہ اگر ان میں کچھ بھی دم خم ہے اور ہمت ہے تو میری کسی تقریر و تحریر سے اس انکار کا کوئی ثبوت پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کریں یا پھر خدا کے عذاب کے لیے تیار ہو جائیں۔ ان بطش ربک لشدید۔

اطلاع جملہ قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ سالانہ

قوانین الشریعہ کا ملحق نمبر۴ طبع دوم جناب علامہ محمد حسین ڈھکو کی تحریر کا اصل متن (لمحہ فکریہ) (از صفحہ ۵۱۶ تا ۵۲۰)

شیعہ فقہاء عصر زیدت توفیقاتہم کے لیے لمحہ فکریہ

اگر ہمارے علماء وفقہا دوسرے اسلامی مذاہب ومسالک کے بالمقابل بڑے فخر وناز سے یہ دعوی کیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب کہ برادران اسلامی کے ہاں مدتوں سے یہ دروازہ بند ہے اور وہ اسے کھولنے کے لیے ہاتھ پاؤں تو بہت مارتے ہیں مگر جرات نہیں ہوتی

شاید مردے از غیب آید و کارے بکند

لیکن اگر بہ نظر انصاف تمام حالات وکوائف کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں بھی صرف نام کی حد تک یہ دروازہ کھلا ہے مگر جہاں تک کام کا تعلق ہے تو عملاً ہمارے ہاں بھی یہ دروازہ بند ہی ہے۔

فقہ جعفریہ میں کئی ایک ایسے مسائل موجود ہیں جن میں دور جدید کے تقاضوں کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کی سخت ضرورت ہے مگر ہمارے فقہا کے جمود کا یہ عالم ہے کہ وہ مشہور راستہ سے ذرہ بھر ادھر ادھر ہونا گوارا نہیں کرتے میں کئی مرحوم اور زندہ حضرات کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جو ان مسائل میں عصر نو کے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے اور کرتے ہیں اور ایک ذہنی عندیہ بھی فی الجملہ رکھتے

ہیں مگر ایک طرف علماء کی انگشت نمائی اور دوسری طرف عوام کالانعام کی غوغا آرائی کے ڈر سے اپنے اجتہاد کے نتائج کو صفحہ قرطاس پر یا منظر عام پر لانے کی جرات نہیں کرتے گویا زبان حال سے کہ رہے ہیں۔

افسوس بے شمار سخنہائے گفتنی خوف فساد خلق سے نا گفتہ رہ گئے۔

سر دست دوسرے مسائل کو چھوڑ کر زکوۃ وخمس کے بعض مسائل ہی کو لے لیجئے ان کی وجہ سے آج کس قدر الجھاؤ پیچیدگی اور سراسیمگی پائی جاتی ہے مگر ہمارے فقہاء کرام ہیں کہ مجتہد ہوتے ہوئے بھی جادہ تقلید کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

متعلقہ موضوع کا عقلی اور معاشرتی پہلو

سب فقہا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زکوۃ ان ضروریات دین میں سے ہے کہ جن کا منکر دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوتا ہے، اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ نماز کے سب دین اسلام کا سب سے بڑا دوسرا رکن زکوۃ ہے، یہ بھی سب مانتے ہیں کہ نماز کی قبولیت کا دارومدار زکوۃ کی ادائیگی پر ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہر جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ کا بھی تذکرہ ضرور کیا گیا ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان غریبوں مسکینوں یتیموں اسیروں اور بیواؤں الغرض دنیائے اسلام کے تمام محتاج، بے روزگار اور بے سہارا لوگوں کے گزر اوقات کا انحصار مالداروں کی زکوۃ پر ہے با ایں ہمہ ہمارے فقہا کرام کا فتوی یہ ہے کہ زکوۃ صرف نو چیزوں پر واجب ہے جو یہ ہیں۔ تین قسم کے حیوان، اونٹ، گائے، بھینس اور بھیڑ بکریاں بشرطیکہ وہ بقدر نصاب ہوں اور اونٹ کے بارہ نصابوں میں سے پہلا نصاب پانچ اونٹ ہیں گائے بھینیں کے دو نصابوں میں سے پہلا نصاب تیس گائیں بھینس ہیں اور بھیڑ بکری کے پانچ نصابوں میں سے پہلا نصاب

چالیس بھیڑ بکریاں ہیں کہ اس سے کم پر زکوۃ نہیں ہے پھر اس وجوب کی دوسری شرط یہ ہے کہ یہ حیوانات سال بھر جنگل وغیرہ میں چر چگ کر گزارہ کریں اور مالک کا چارہ نہ کھائیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ سال بھر ان سے کوئی کام بھی نہ لیا جائے ورنہ ان پر زکوۃ نہ ہوگی اب اس معیار کے مطابق کتنے ہوں گے وہ لوگ جن پر حیوانات کی زکوۃ واجب ہوگی؟ اور اگر ہوگی تو کس قدر ہوگی اور پھر اس سے کس حد تک محتاجوں کی ضرورت پوری ہوگی جب کہ آج اونٹ کی جگہ مشینوں نے اور گدھوں گھوڑوں کی جگہ کاروں نے لے لی ہے کیا کوئی عقل سلیم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے کہ پانچ اونٹ والے شخص پر تو زکوۃ واجب ہو مگر ہزاروں مشینیں رکھنے والے کروڑ پتی آدمی پر واجب نہ ہو اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ آج بڑے بڑے شہروں میں اونٹ گائے اور بھیڑ بکریاں ہیں کہاں؟ اور چار غلات پر زکوۃ واجب ہے جو یہ ہیں گندم، جو، خرما اور کشمش ان کی کیفیت یہ ہے کہ گندم کے علاوہ باقی تین قسم کے غلات دنیا کے صرف بعض علاقوں میں اور وہ بھی بہت کم مقدار میں ہوتے ہیں اور لاکھوں میں سے صرف چند آدمیوں کے پاس ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض ممالک میں اس قدر چاول ہوتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کو برآمد کرتے ہیں اور اکثر علاقوں میں نخود اور مسور اس قدر ہوتے ہیں کہ رکھنے کے لیے انباروں میں جگہ نہیں ملتی۔ اور کئی جگہ اسقدر جوار، باجرا ہوتا ہے کہ کاشت کار لاکھوں میں کھیلتے ہیں مگر ان سب کو تو زکوۃ معاف مگر جو خرما اور کشمش رکھنے والے پر واجب وہ بھی تب جب بقدر نصاب ہوں لے دے کر باقی بچی صرف گندم تو اس کے بارے میں مشہور فتوی یہ ہے کہ گندم کی بجائی سے لے کر اس کی صفائی تک پہلے تمام اخراجات منہا کئے جائیں بعد ازاں زکوۃ ادا کی جائے۔ اس طرح فقراء و مساکین کے لیے کیا بچا

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی است

نو چیزوں میں سے باقی دو سونا اور چاندی ہیں تو ان پر زکوۃ کے واجب ہونے کی پہلی شرط نصاب ہے جو سونے میں ساڑھے سات تولہ اور چاندی میں باون تولہ ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ سکہ دار ہوں اور سکہ بھی رائج الوقت ہو جس سے بازار میں لین دین ہوتا ہو لہذا اگر سونا و چاندی زیوروں کی شکل میں موجود ہو یا ڈلیوں کی صورت میں تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کس ملک یا کس بازار میں ایسا سکہ دار سونا یا چاندی موجود ہے؟ بلکہ اس جگہ آج کل ہر مقام پر نوٹ موجود ہیں کیونکہ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے مما لک میں کرنسی نوٹوں کی شکل میں موجود ہے اور اس سے کاروبار چل رہا ہے اور یہی سونے چاندی کے قائمقام تصور ہوتے ہیں مگر ہمارے فقہاء یہ فتوی دیتے ہیں کہ نوٹوں پر زکوۃ واجب نہیں ہے کیونکہ نوٹ نہ سونا ہے نہ چاندی اور نہ ہی ان کے کاغذ کی کوئی ذاتی قیمت ہے جو کچھ ہے وہ صرف اعتباری ہے۔ بنابریں ساڑھے سات تولہ سکہ دار سونا رکھنے والے شخص پر تو زکوۃ واجب ہے مگر وہ کروڑ پتی بلکہ ارب پتی تاجر جس کے پاس دولت کے انبار موجود ہیں مگر نوٹوں ڈالروں اور پونڈوں کی شکل میں اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی یا للعجب

اس طرح تو گویا زکوۃ منسوخ ہو جائے گی اور اسلام جو عالمین کے رب کا بنایا ہوا عالمین کے نبی کا لایا ہوا عالمی دین ہے اس کے دامن پر یہ دھبہ لگ جائے گا کہ یہ تو صرف عربوں کا دین ہے کیونکہ اس میں صرف ان چیزوں پر زکوۃ مقرر کی گئی ہے تو دین اسلام کی آمد کے وقت بالعموم عالم عرب میں پائی جاتی تھیں لہذا یہ دین بنگلہ دیش والوں کے لیے نہیں ہے جہاں یا چاول ہوتا ہے یا پھر پٹسن اور نہ ہی جاپان و انگلستان والوں کے لیے ہے جہاں کارخانے تو ساری دنیا سے زیادہ ہیں مگر وہاں بھیڑ بکریاں اور جو یا

خرما یا سکہ دار سونا چاندی نہیں ہے۔

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

لہذا یہاں یہ ایراد وارد ہو سکتا ہے بلکہ اغیار کی طرف سے کیا بھی جاتا ہے کہ شیعی نظام یعنی معیشت میں توازن نہیں ہے کہ ایک طرف تو جن غرباء و مساکین اور دیگر مستحقین سے دنیا بھری پڑی ہے انکی گزر بسر کا یہ ناقص انتظام اور دوسری طرف سادات کرام کے محتاجوں کے لیے جنکی تعداد عام محتاجوں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے ان کے گذر اوقات کے لیے ہر چیز میں خمس واجب ہے۔ تمام جانوروں پر واجب درختوں پر واجب باغوں پر واجب کپڑوں پر واجب زیوروں پر واجب اور تمام غلوں اور پھلوں پر واجب اور پھر سال کے اخراجات سے جو کچھ بچ جائے اس پر واجب اس طرح بچے ہوئے آٹے پر واجب گھی پر واجب نمک پر واجب مرچ پر واجب اور چائے کی پتی پر واجب باقی بچا کیا؟ راکھ یا خاک...... پھر لطف بالائے لطف یہ ہے کہ وہ زکوۃ جس کی ہماری نظروں میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اسکی مسلمانوں سے وصولی اور جمع آوری کے لیے تو حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حین حیات میں حضرت امیر علیہ السلام اپنے ظاہری دور اقتدار میں عامل اور محصل مقرر کرتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے نبی و امام علیہ السلام کے کلام میں بھی ہے اور تاریخ اسلام میں بھی ہے مگر وہ خمس جس پر آج اس قدر زور دیا جاتا ہے اور جسے زکوۃ کے بالمقابل فروع دین میں سے ایک مستقل اور اہم فرع قرار دیا جاتا ہے اسکی وصولی کے لیے نبی امام کا کوئی اہتمام کرنا یا ارباح مکاسب خمس کی جمع آوری کا کوئی انتظام کرنا یا بذات خود اس کی وصولی کرنا یا محصلین زکوۃ کو ہی اسکی وصولی کا حکم دینا اس سے متعلق تاریخ اسلام میں کوئی واقعہ نہیں ملتا اور کتب تفسیر و حدیث اس سے

خالی نظر آتی ہیں کیا ان حقائق سے ان بعض علماء کے اس نظریہ کو تقویت نہیں ملتی جو خمس کو زکوۃ کا ہی ایک شعبہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زکوۃ میں کبھی دسواں حصہ واجب ہوتا ہے (جو زراعت بارش یا نہر کے پانی سے سیراب ہو) اور کبھی بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے (جیسے مال غنیمت، معدن، غوص، خزانہ اور مال مخلوط بحرام) اور بایں ہمہ کتب حدیث میں خمس کی عام معافی کی روایتیں بھی ملتی ہیں چنانچہ دوسرے ائمہ اہلبیتؑ کے علاوہ خود حضرت صاحب العصر والزمان عج کی ایک توقیع موجود ہے جس میں فرماتے ہیں اما الخمس فقد ابیح لشیعتنا وجعلوا منه فی حل کہ جہاں تک خمس کا تعلق ہے وہ ہمارے شیعوں کیلئے مباح قرار دے دیا گیا ہے اور وہ اس سے آزاد کر دئے گئے ہیں (احتجاج طبرسی، بحار الانوار وسائل الشیعہ) علاوہ بریں خمس کے بارے میں (جو صرف رائل فیملی کا خصوصی حصہ ہے) مخالفین کی طرف سے یہ ایراد بھی کیا جاتا ہے کہ ایسا قانون تو دنیا کے جابر حکمرانوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے نہیں بنایا جو قل الا اسئلکم علیہ اجرا اور ان اجری الا علی اللہ کے قائل کی اولاد کے لیے بنایا گیا ہے نیز اس قانون سے تو ذات پات کی تفریق کی بو آتی ہے جس کا اسلام قائل نہیں ہے بنا برین یہ مسئلہ بھی فقہا کرام کی خصوصی توجہ چاہتا ہے کہ اس کے جملہ پہلوؤں پر غور و فکر کر کے اس کا کوئی صحیح اور قابل عمل حل پیش کریں بہر حال ان سابقہ تلخ حقائق کے ساتھ ساتھ جب قرآن اور کلام معصوم علیہ السلام کے ظواہر پر نگاہ ڈالی جائے تو قرآن و حدیث کے ظواہر سے زکوۃ کا عموم ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف چار غلوں پر ہی واجب نہیں بلکہ تمام تجارتی محصولات اور زراعتی اجناس پر واجب ہے جو میزان پر تولی جاتی ہیں۔

نوٹ: اگرچہ ہم نے صحیفہ خمس کے حصہ دوم میں دقائق اسلام کے

سرپرست کے بیانات پر سیر حاصل تبصرے کر دیے ہیں جس سے کتاب کے قاری کو حق اور سچ سمجھنے میں آسانی ہو گی لیکن آخر میں ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ سرپرست صاحب کی تحریروں کا اصل متن بھی دے دیا جائے تاکہ اگر کوئی شخص ان کے اپنے بیان کو اصلی شکل میں بغیر تبصرہ کے پڑھنا چاہے تو وہ اسے پڑھ لے اور اسے اصل عبارت پڑھنے کے لیے کتابوں اور رسالوں کی تلاش نہ کرنا پڑے ...... ہم اپنے انصاف پسند قارئین سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ سرپرست کی تحریر کو پڑھ کر اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچ جائیں گے کہ سرپرست نے اپنی ان تحریروں سے نہ فقط یہ کہ مذہب شیعہ کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ اغیار کو مضبوط کرنے کے مواقع فراہم کیے ہیں ...... خداوند سے دعا ہے کہ وہ تمام شیعیان حیدر کرارؑ کو ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ آمین (از مؤلف)

الھم صل علی محمد و آل محمد وعجل فرجھم والعن اعدائھم من الاولین والآخرین
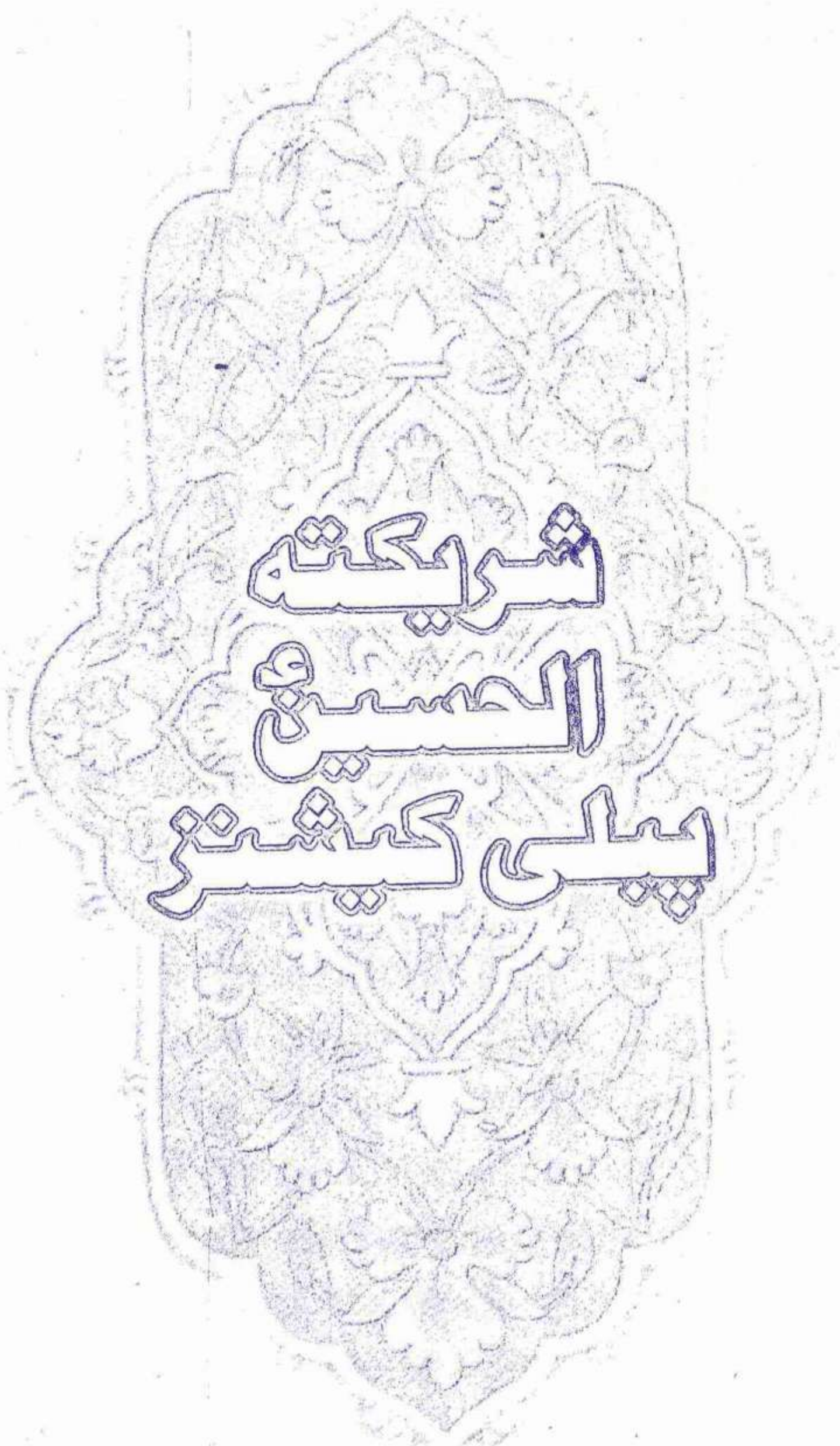
شریکتہ
الحسینؑ
پبلی کیشنز

MONTHLY

Piyam-e-Zainab(sa)

پاکستان میں خواتین کا پہلا اسلامی، تحقیقی اور معلوماتی جریدہ
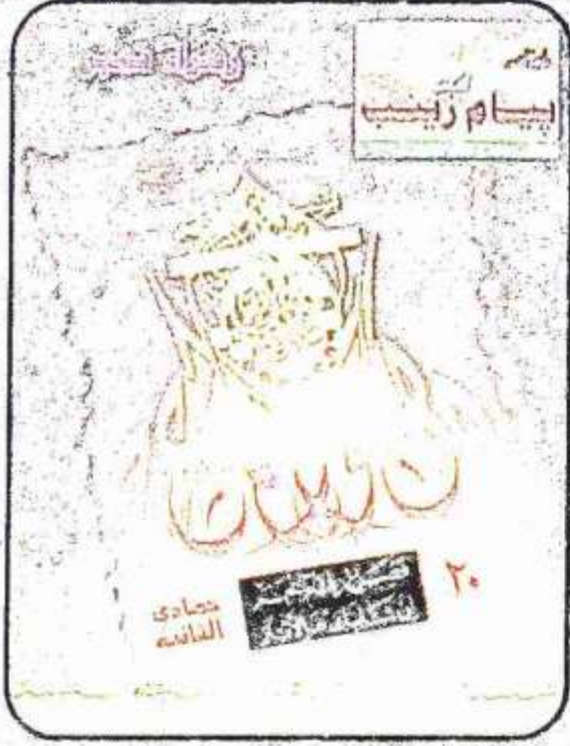
جس میں!

- محسنہ اسلام، ملیکۃ العرب کے افکار و کردار کی ترویج جاری ہے
- سیدۃ نساء العالمین کی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے
- مخدرات عصمت کے خطبوں کی بازگشت موجود ہے
- وارثان کساء کے کردار کو مشعل راہ بنایا گیا ہے
- ایک مکمل جریدہ ------ ایک موثر آواز
- آپ کے خاندان کی خواتین کی کردار سازی کی ضمانت ہے

زرسالانہ مبلغ -/200 روپے آج ہی منی آرڈر کر کے اس کی رکنیت حاصل کریں
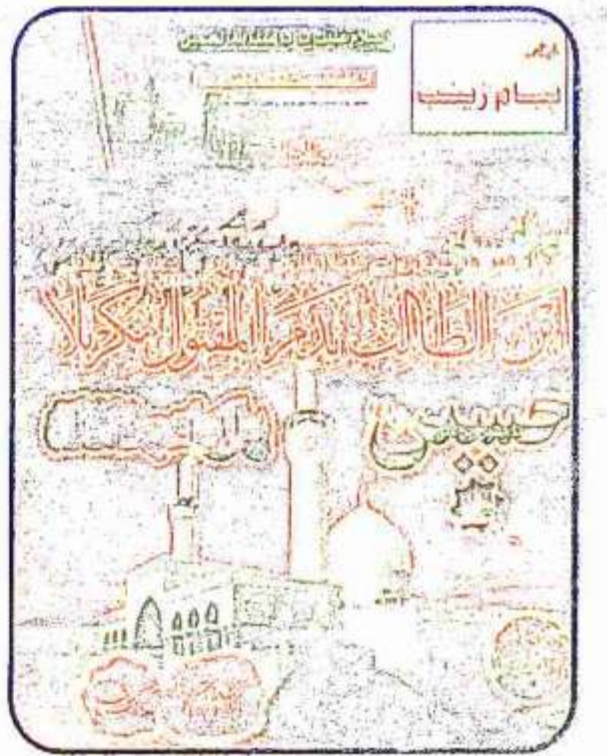
جامعہ السیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؑ

پکی شاہ مردان ضلع میانوالی

Website: www.al-noor.org.uk

E-mail: almahdi@fsd.paknet.com.pk - alqaaim@fsd.paknet.com.pk

Ph: 0459-392484 - 392264